ابو یحییٰ امام خان نوشہروی رحمہ اللہ

قرآنی دستورِ حیات

www.KitaboSunnat.com

تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنۃ گوالمنڈی راولپنڈی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

المكتبة الاسلامية
3/J-50 جوہر ٹاؤن لاہور
395

قرآنی دستور حیات

مؤلف

حضرت مولانا ابو یحییٰ امام خان نوشہروی رحمہ اللہ

www.KitaboSunnat.com

تنظیم الدعوۃ الی القرآن و السنۃ
گوالمنڈی راولپنڈی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اشاعت اول مئی ۲۰۰۴ء
ناشر تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنہ
ادارہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

تزکیہ نفس	1	مساوات	90
اخلاص	4	باہمی اصلاح	94
خلوص عمل کی چیز نظائر	6	غربا کی اعانت	98
ذکر الٰہی	9	مسافر کی امداد	104
ذکر الٰہی کے واقعات	11	مہمان داری	107
احسان	13	مشورہ	110
خشیت الٰہی	19	استقامت	114
تقویٰ	22	صبر	120
نصیحت	28	اکل حلال	128
اظہار حق	34	امانت	130
ایفائے عہد	37	ایثار	135
عدل وانصاف	44	لین دین کے آداب	139
سخاوت	49	کسب	144
صدقات	57	سلام	148
توکل	61	آداب مجلس	151
زکوٰۃ	65	خوش کلامی	152
اطاعت والدین	69	شکریہ	153
تربیت اولاد	71	صداقت	158
صلہ رحمی	78	تواضع	165
عفو	81	بردباری	169
رحم	85	سادگی	175

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفائی	177
شب کی نیند	181
توبہ	184
توبہ رحمت الٰہی کا سبب اور رزق کی کثرت کا موجب	186

(حصہ دوم)

نہ کرنے کے کام	187
قطع رحمی	188
قتل ناحق	190
ظلم	194
انتقام	197
چوری	203
بے حیائی	206
بدچلنی	208
سود خوری	213
خیانت	217
ماپ تول میں کمی	223
سوال	226
قسم	229
بدعہدی	233
بدگمانی	239
سرگوشی	242
کذب	244
تمسخر	246
خوش آمد	248
غیبت	251
تکبر	252
غصہ	259
فتنہ فساد	264
کتمان شہادت	269
ریاء	273
اسراف	274
رشوت	276
قمار بازی	280
شراب	283
بخل	286
ترک دنیا	289
اہانت نفس انسانی	293

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تزکیۂ نفس

دل ہی تو ہے جس میں بھلائی اور برائی دونوں قسم کی خواہشیں اُبھرتی ہیں۔ مگر جہاں بُری خواہشوں نے سر نکالا۔ ادھر انسان کے ہاتھ پیر بھی ان کے ساتھ چل نکلے۔ انسان نے وہ کر دکھایا جو اس کے لیے زیبا نہ تھا۔ لیکن جہاں بھلی تمنائیں ابھریں، انسان کے اعضاء بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ اب اسی انسان نے وہ کر دکھایا جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا تھا۔ یعنی اپنے لیے بھلائی اور دُوسروں کے لیے نیکی!

فرعون کو اس کی دلی خواہشوں ہی نے تو اس حد تک پہنچا دیا کہ کج فہم نفس کے دھوکے میں آ کر خود کو خدا سمجھ بیٹھا۔ اللہ تعالیٰ کے دامنِ رحمت کی وُسعت دیکھئے۔ اپنے حریف کے سمجھانے میں بھی دریغ روا نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى. (۷۹:۱۷،۱۸)

''فرعون سرکشی پر اتر آیا ہے۔ اے موسیٰ! اس سے کہیے کہ کیا تم اپنے دل کو پاکیزگی سے مالا مال نہیں کرو گے؟''

یعنی فرعون کے دل سے غرور و تکبر کا بھوت نکال کر اسے پاک کیجئے! مگر بدنصیب (فرعون) بری طرح نفسِ امارہ کے پھندے میں اُلجھ چکا تھا۔ اس نے اُلٹا رسول خدا حضرت موسیٰ صلوات اللہ علیہ کو ساحر اور جادوگر بتایا۔۔۔ یہی حال ہر اس شخص کا ہے جو قرآن مجید کی کسی ایک بات سے انکار کرتا ہے۔ یعنی وہ اس ایک صفت میں فرعون سے مشابہ ہے۔ اس کا دل پاک نہیں بلکہ اس میں بُری خواہشوں کا غلبہ ہے۔ ایسے شخص کا علاج یہ ہے کہ وہ اپنے دل کو قرآن مجید کی ہر وہ بات تسلیم کرا کے اس پر عمل کرے جس سے اس کا دل انکار کرتا ہے۔۔۔ غور فرمائیے۔ اگر دل ہی کی حکمرانی صحیح ہوتی۔ تو اس دنیا کا نقشہ کیا ہوتا؟ کس کا دل نہیں چاہتا کہ اپنے دشمن کو قتل کر کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرے۔ مگر قانون اسے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈراتا ہے۔ کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تم بھی قتل کیے جاؤ گے۔ اسی طرح دل کے اور فرمان بھی ہیں۔ جن پر چل کر انسان بجز تباہی کے کچھ نفع حاصل نہیں کر سکتا۔ اور دوسری طرف قانون ہے۔ خدا کا قانون۔ کتاب الحکمت آیاتہ۔ (۱) (سراپا حکمت و دانش کتاب) جس پر عمل پیرا ہونے سے قومیں (۲) ترقی حاصل کرتی ہیں اور اسے (قرآن کو) چھوڑ کر تنزل سے دوچار ہوتی ہیں۔

جیسا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور وہ دنیا پر غالب آئے۔ پھر انہوں نے جس قوم پر حکومت کی۔ خود اس قوم نے انہیں اپنے لیے سبب رحمت سمجھا۔ جیسا کہ صحابۂ کرام کے واقعات میں اس کتاب کے اندر جابجا بیان کیا گیا ہے۔ لیکن تزکیۂ نفس کا مدار خشیتِ الٰہی پر ہے اور قیامِ صلوٰۃ پر منحصر ہے اور خوفِ عاقبت پر موقوف ہے۔

انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب و اقاموا الصلوٰۃ ومن تزکی فانما یتزکی لنفسہ والی اللہ المصیر. (۳۵:۱۸)

(اے نبیؐ) آپ انہی لوگوں کو خدا سے ڈرا سکتے ہیں جو اسے بے دیکھے مان چکے ہیں اور وہ نمازیں باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں اور جو شخص خود کو گناہوں سے پاک کرے۔ خود اسی کا تو اس میں بھلا ہے اور (بھلے برے سب کو) لوٹنا ہے حضورِ الٰہی میں''

اور جس شخص نے اپنے قلب کو گناہوں پر راغب ہونے سے بچا لیا۔ وہ کامیاب ہوا اور خود کو دل کے بھروسے پر چھوڑ دینے والا بدنصیب تباہ و برباد ہو کر رہ گیا۔

قد افلح من زکھا وقد خاب من دسھا. (۹۱:۹،۱۰)

وہ شخص کامیاب ہوا، جس نے اپنے دل کو پاک کر لیا اور نامراد ہے۔ وہ بدنصیب جس نے دل جیسی شے کو از خود خاک میں ملا دیا۔

دل کے پاک کرنے کا طریقہ

دل ذکرِ الٰہی سے نیکی کی طرف راغب ہوتا ہے اور ذکر اللہ اس کی عبادت بھی ہے۔

۱۔ (1:11)

۲۔ صحیح مسلم شریف کی اس حدیث کا ترجمہ: ان اللہ یرفع بھذا القرآن اقواماً ویضع بہ اخرین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بندوں کے ساتھ نیک برتاؤ بھی گویا اسی کا ذکر ہے۔ دنیا میں رہ کر ہر شئے کا مناسب استعمال بھی اللہ کی عبادت ہی ہے اور ذکر سے دل کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ البتہ ذکر کی قسموں میں بہتر قسم عبادات میں سے اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے افضل ہے کہ اسی سے دوسری باتوں پر توجہ ہو سکتی ہے:

.... الذین امنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب. (۱۳:۲۸)

جو لوگ ایمان لے آئے اور (اب) ان کے دل بھی ذکر الٰہی سے تسکین حاصل کرنے لگے۔ اے لوگو! تم آگاہ رہو کہ اللہ کا ذکر دلوں کی ڈھارس کے لیے نہایت درجہ اثر انداز ہے۔

اس کی یاد سے دلوں کا زنگ دور ہوتا ہے۔ یہی معنیٰ ہیں کہ ذکر اللہ سے قلوب کی تسکین حاصل ہوتی ہے۔

انبیائے کرام صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا منشاء نظامِ عالم کو اس کے صحیح طریق پر چلانے سے ہے اور اس کی یہ صحت رفتار محض سائنس کی نت نئی ایجادوں پر منحصر نہیں۔ اگر یہی ہوتا تو آج آزاد ملکوں کے میزانیہ کا اسی بلکہ نوے فی صدی صرف دفاع پر خرچ نہ ہوتا۔ اگر دلوں میں تسکین ہوتی۔ تو کوئی ایک دوسرے سے ڈر کر ایٹم بم نہ بناتا۔ بلکہ ہر حکومت اپنی دولت اور اپنے دماغ کو انسان کی تسکین خاطر حاصل کرنے پر خرچ کرتی۔

پس! نبیؐ دنیا میں تشریف لائے انسانوں کو تسکینِ خاطر بخشنے کے لیے اور تو اور ان کی تعلیم سے ناخواندہ انسانوں تک نے خود کو برائیوں سے پاک کر کے دنیا کے سامنے جو نمونہ پیش کیا۔ تو ہر دیکھنے والا پکار اٹھا کہ ''انسانیت اسی کا نام ہے۔''

ھوالذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلو علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین. (۶۲:۲)

وہ پروردگار رحمت۔ جس نے ان پڑھوں میں اپنا رسول بھیجا۔ جو انہیں اللہ کا کلام سنا کر ان کا تزکیہ فرماتا ہے۔ انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم فرما کر گمراہی سے بچا رہا۔ جس میں وہ صدیوں سے سرگرداں پھر رہے تھے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی کتاب اور آپ کے درسِ حکمت سے دلوں کا جس طرح تزکیہ ہوا اس کتاب کے ہر باب میں اس کے کچھ نہ کچھ واقعات منقول ہیں۔ان کا مطالعہ فرمائیے۔

اہلِ دل سُنتے ہیں اک سازِ محبت کی نوا
ہم تری یاد میں جب نغمہ سرا ہوتے ہیں

چونکہ ہر عمل نیک مبنی ہے تزکیۂ نفس پر اس لیے اسی مضمون کو شروع (کتاب) میں رکھا گیا ہے کہ گویا بقیہ کتاب کو اسی کی شرح کہیے!

بسم اللہ مجریھا و مرسھا ان ربی لغفور رحیم (۱۱:۴۱)

وھی تجری بھم فی موج کالجبال (۱۱:۴۲)

اللہ کے نام سے ہے۔اس کی روانی اور تکمیل بے شک میرا رب معاف کرنے والا مہربان ہے۔'' اور اب یہ کشتی اس طرح دریا میں ابھرتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہے۔جیسے کوئی پہاڑ ہو۔

اخلاص

دین کا کوئی کام ہو' اگر صدقِ دل اور حسنِ نیت سے کیا گیا' اگرچہ دیکھنے میں کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو۔مگر حقیقت میں وہ ایسا تخم ہے۔جس کے ایک دانہ سے کبھی تو بارآور درخت پھوٹ نکلتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس ایک دانے سے کئی کئی پودے نکلتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک میں کئی کئی خوشے اور ہر خوشے میں سو سو کے قریب دانے!

اور دین کا وہ کام جس کی بنیاد حسنِ نیت اور خلوصِ قلب پر نہ ہو اس کی مثال جیسے پتھر پر کسی نے تخم ریزی کر دی اور اس امید پر تکیہ لگا بیٹھا کہ اس سے پودا پھوٹے گا۔جس میں پھل آئے گا اور میں اس سے بامراد ہوں گا۔یہ فریبِ عمل ہے اور اس پر ایسی امیدیں بے کار ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاعبد الله مخلصاً له الدین. الا لله الدین الخالص (۳:۲:۳۹)

اللہ تعالیٰ کی عبادت کیجئے۔ خلوصِ اطاعت کے ساتھ اور مطیع رہئے کہ اس ذات کے لیے بے ریا اور خالص عبادت درکار ہے!

اخلاصِ عمل کی تاکید حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی فرمائی گئی۔

قل انی امرت ان اعبدالله مخلصاله الدین وامرت لان اکون اول المسلمین قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم قل الله اعبد مخلصاً له دینی فاعبدوا ما شئتم من دونه.
(۳۹: ۱۷ تا ۱۵)

اے پیغمبر! اعلان کر دیجئے کہ مجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بے ریا طریق اور خلوص کے ساتھ کروں۔ مجھے یہ حکم بھی فرمایا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے خود کو مسلمان کہوں! مجھے یہ ارشاد بھی ہوا ہے کہ قیامت کی تباہیوں سے ڈر کر اللہ کی نافرمانی نہ کروں۔ مجھے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت خلوص وحسنِ نیت سے کرتا رہوں اور منکرو تم اسے چھوڑ کر جس کی چاہو بندگی کرو۔

ہمارے باہمی برتاؤ میں بھی اخلاص اور بناوٹ دونوں کے اثر سامنے آجاتے ہیں اگر کسی شخص کے ساتھ معاملہ میں نیک نیتی ہے تو وہ (شخص) خود بخود ہماری طرف مائل ہے۔ بخلاف اس کے اگر اخلاص کی بجائے فریب ہے تو آخر قلعی کھل جاتی ہے اور سب کیے دھرے پر پانی پھر جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ میں تو اسے کسی قرینہ اور شاہد کی ضرورت بھی نہیں۔

قل ان تخفوا ما فی صدورکم اوتبدوه یعلمه الله ویعلم ما فی السموات وما فی الارض والله علی کل شیءٍ قدیر. (۳: ۲۹)

اے پیغمبر! ان سے فرما دیجئے کہ اپنے سینے کے راز کو ظاہر کر دیا چھپائے رکھو مگر اللہ تعالیٰ سے تو چھپ سکتے نہیں! یہی کیا وہ تو آسمان وزمین کے ہر ایک معاملہ سے آگاہ اور ہر ایک شے پر قادر ہے۔

خدا تعالیٰ کو اس حد تک عالم الغیوب جانتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص فریب ومکر سے زندگی بسر کرے تو اسے کیونکر کامیابی نصیب ہوسکتی ہے۔ خصوصاً دین کے معاملات میں کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادت سے مقصد تو خدا کے حضور اپنی عاجزی اور بے بسی ہے۔ مگر

واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالی یراؤن الناس ولایذکرون اللہ الا قلیلاً۔ (۱۴۲:۴)

(یہ منافق) جب نماز کے لیے نیت باندھتے ہیں تو اس طرح کھڑے ہوتے ہیں' گویا بدن میں کس بل ہی نہیں۔ دوسروں کو دکھانا ان کا مقصد ہے۔ جبھی تو نماز میں اس قدر اختصار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہایت کم کر سکتے ہیں۔

یہ آیت اگرچہ منافقوں کے لیے ہے۔ مگر جو شخص دل سے دین کے احکام ادا نہ کرے۔ اس کے منافق ہونے میں کیونکر شک کیا جائے۔

بعض جو حضرات شرک سے پاک ہیں۔ عبادت کے وقت گھبراتے بھی نہیں مگر ان میں یہ مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ ذاتِ باری کی رضا کے بجائے دیکھنے والوں میں اپنا بھرم قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ مقصد اس فریب سے ان میں اپنی بزرگی قائم کر کے ناجائز منافع حاصل کرنا ہوتا ہے۔

خلوص عمل کے چند نظائر

(۱) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دن کے وقت خلافت کے کاموں میں مصروف رہتے' شب کا اکثر حصہ عبادت میں گزارتے' اور ایک ہی رات میں پورا قرآن مجید ختم کر دیتے۔

(۲) حضرت تمیم رضی اللہ عنہ داری (صحابی) ایک رات نماز تہجد کے لیے کھڑے ہوئے۔ تو صرف اس ایک آیت کو بار بار پڑھ کر صبح کر دی:

ام حسب الذین اجترحوا السیات ان نجعلھم کالذین امنوا وَعَمِلُوا الصلحت سواء محیاھم ومماتھم سآء مایحکمون. (۲۱:۴۵)

جن لوگوں نے خود کو گناہوں کا عادی بنا رکھا ہے وہ کیوں یہ امیدیں لگائے بیٹھے ہیں کہ اہل ایمان و عمل صالح والوں کے ساتھ انہیں پورا تولا جائے گا۔ ان کا یہ انداز بالکل غلط ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلوص عبادت کے بغیر طبیعت اس پر کیونکر مائل ہوسکتی ہے کہ آپ عبادت کے وقت خوف میں اس قدر ڈوب جائیں۔ صحابۂ کرام کے اخلاصِ عمل کے تذکرے کہاں تک بیان کیے جائیں۔

(۳) حضرت ابوطلحہؓ انصاری اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے ایک چڑیا اُڑنے لگی اس کی اڑان اور شکل دونوں میں رعنائی تھی۔ آپ اسی کی طرف دیکھا کیے اور بھول گئے کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں۔ دل میں سوچا کہ اس باغ نے مجھے فتنہ میں ڈال دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ واقعہ بیان کرنے کے بعد درخواست کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس باغ کو صدقہ کرتا ہوں' قبول فرمائیے!"

(۴) حضرت انس بن مالک (صحابی رضی اللہ عنہ) قیام وسجدہ میں اس قدر دیر لگاتے کہ دیکھنے والے سمجھتے آپ بھول گئے ہیں۔ حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ:

یاایھا الناس افشوا السلام واطعموا الطعام وصلوا الارحام وصلوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنۃَ بسلام.

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رات کے تین حصے کر دیئے تھے:

ا۔ ایک وقت میں خود نماز پڑھتے۔ مگر بیوی اور غلام سوئے رہتے۔

ب۔ دوسرے حصے میں بیوی تہجد پڑھتیں' خود اور غلام سو جاتے۔

ج۔ تیسرے حصے میں غلام نوافل ادا کرتا۔ خود اور بیوی نیند لے لیتے۔

(۶) حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ تمام شب تہجد پڑھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا۔ تو فرمایا کچھ دیر سونا بھی چاہیے۔

(۷) مندرجہ ذیل واقعہ خلوص میں پیش ہوسکتا ہے۔ صداقت میں شہادت بن سکتا ہے اور استقامت میں بھی لکھا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید کی تعلیم نے اخلاق کی اصلاح میں کیا معجزہ دکھایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایک چور حاضر ہوا۔ جس کے پاس مال کچھ نہ تھا لیکن وہ اقرار کرتا تھا کہ اس نے چوری کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے سرقہ کیا ہو!''

مجرم نے عرض کی ''میں نے چوری کی ہے!''

تین مرتبہ نبی کریمؐ یہی لفظ فرماتے رہے اور تین مرتبہ وہ اپنے ارتکاب کا اقرار کرتا رہا آخر اس کا ہاتھ کٹوا دیا گیا۔ جس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''اب استغفار کرو'' اس نے عرض کی۔ آپ بھی میری بخشش کی دعا فرمایئے۔ یہ سن کر آنحضرت نے ان الفاظ میں تین مرتبہ اس کے لیے دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْهِ! یا اللہ اس کی توبہ قبول فرمائیو!

(۸) جنگِ یرموک کا واقعہ ہے۔ حضرت عکرمہ صحابیٔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخموں سے چور زمین پر لوٹ رہے تھے۔ کہ ایک شخص پینے کا پانی لے آیا۔ اس نے حضرت عکرمہ کو پلانا چاہا۔ جونہی انہوں نے پیالہ منہ کو لگایا۔ پاس سے دوسرے زخمی بھائی نے پیاس! پیاس کہنا شروع کر دیا۔ یہ حضرت سہیل تھے۔ حضرت عکرمہ نے پیالہ ان کو پکڑا دیا۔ اور خود ابدی نیند سو گئے۔

حضرت سہیل رضی اللہ عنہ اپنا منہ پانی کے قریب لا رہے تھے تو ایک اور زخمی نے پانی! پانی! کی آواز نکالی۔ حضرت سہیل نے بغیر چکھے پانی ان کے حوالے کر دیا اور خود جنت کی نہروں کا آبِ صافی پینے کے لیے ادھر کا رُخ کیا۔ جن کے ہاتھ میں پیالہ رہا یہ حضرت حارث تھے۔ انہوں نے پانی منہ سے لگایا تو پاس سے ایک زخمی پکارا ''کوئی پانی پلا دے!'' جناب حارث اپنے بھائی کی تکلیف برداشت نہ کر سکے۔ ایک قطرہ چکھے بغیر پیالہ ان کے حوالے کر کے خود کوثر کی راہ لی۔ اس طرح یکے بعد دیگرے سات زخمی پانی پانی کرتے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مگر اپنی پیاس پر دوسروں کی سختی کا خیال کر کے کسی نے پانی نہ چکھا۔ قوموں میں خلوص و ہمدردی اس حد تک نہ ہو تو اسے کیونکر ایک قوم کہیے۔

دوستو! جس طرح درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اسی طرح کسی پیشوا کی صداقت کا اندازہ اس (پیشوا) کے پیروؤں سے کیا جاتا ہے۔ یہی ایک واقعہ نہیں بلکہ قرآنِ مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کا جم غفیر ہے۔ جس میں ہر ایک کے ساتھ خلوصِ عمل اور حسنِ نیت کی دولت کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ اس کتاب میں صحابۂ کرام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے عمل خالص کے سینکڑوں واقعات آپ کے ملاحظہ سے گزریں گے۔ جن سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم نے انسانوں پر کیا اثر کیا۔ اور اس اثر سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ اگر الکتاب میں یہ خوبی نہ ہوتی تو جو شخص چوری کر کے خود بخود حاضر ہو جاتا ہے اپنا ہاتھ کٹانے کے لیے اسے کس چیز نے آمادہ کیا۔ قرآن مجید کی تعلیم نے کیا اثر دکھایا۔

ذِکرِ الٰہی

تخلیقِ انسان کا منشا عبادتِ الٰہی ہے۔ جس کے دو طریقے ہیں۔ انصاف و محبت کے ساتھ ہر ایک فرد بشر کے ساتھ بہتر برتاؤ کرنا۔ اسے حقوق العباد کہیے۔ دوسرا طریقہ اللہ کی عبادت اس انداز سے کرنا کہ نہ تو اس میں کسی قسم کا شرک ہو نہ بناوٹ نہ ریا کا اس میں کوئی شائبہ رہے۔ ذات باری تعالیٰ کی عبادت کے چند اوقات و رسوم میں نماز اور روزہ، زکوٰۃ و حج ہے۔ جو ہر مومن پر اپنے اوقات و دستور و قانون کے ساتھ فرض ہیں۔ ان کے سوا بھی مومن کی ہر ساعت اس کی یاد کے لیے ہے۔ مثلاً نماز جمعہ ادا کر لیجیے تو مسجد سے نکل کر اپنی روزی تلاش کرنا فرض ہے لیکن ذکرِ الٰہی کے ساتھ جو زبان سے بھی جاری ہو!

یاایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون. (۶۲ : ۹)	اے مومنو! نماز جمعہ کی اذان سنتے ہی خرید و فروخت چھوڑ کر ذکر اللہ کی طرف لپکنا تمہارے لیے بہتر ہے۔ اگر تمہیں بھی معلوم ہو سکے۔

نماز ادا ہو چکی ہے اب

فاذاقضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرًا لعلکم تفلحون. (۶۲ : ۱۰)	ادائے نماز کے بعد مسجد سے نکل کر اپنی روزی تلاش کرو۔ اور اس حال میں بھی اللہ کا ذکر جاری رکھو تا کہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔

یعنی مسجد میں آنے میں بھی ذکر الٰہی جاری رکھنے کی تاکید ہے کہ شاید یہاں آ کر بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادھر ادھر کی داستانیں شروع نہ کر دو۔ اور مسجد سے نکل کر جب اپنی روزی تلاش کرو تو ساتھ ہی ساتھ ذکرِ الٰہی بھی جاری رکھو۔ یہاں ذکرِ الٰہی سے مراد موقع اور وقت کی دعائیں ہیں۔ اسی طرح حج ادا کرنے کے بعد ذکرِ الٰہی کی تاکید ہے۔ جاہلیت میں یہ لوگ حج سے فارغ ہونے کے بعد ٹولیوں میں بٹ کر بیٹھ جاتے اور ہر شخص اپنے بڑوں کے کارنامے فخر سے بیان کرنے میں اپنی خوبی سمجھتا اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

فاذا قضيتم مناسككم فاذكروا الله كذكركم ابآءكم او اشد ذكراً. (۲:۲۰۰)

اے مومنو! اعمالِ حج ادا کرنے کے بعد اللہ کے ذکر میں اس طرح محو ہو جاؤ جس طرح آج سے قبل تم اپنے بڑوں کے کارنامے فخر سے ذکر کیا کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کی یاد تسکینِ خاطر کا وہ ذریعہ ہے جس کی پذیرائی کے بیان کا ایک حرف تک ادا ہونا محال ہے۔ البتہ اس (ذکر اللہ) کی تاثیر کا ذرا سا تذکرہ جو کلامِ پاک میں فرمایا گیا ہے۔ اسے بیان کیا جاتا ہے۔

ويهدى اليه من اناب ٥ الذين امنوا وتطمئن قلوبهم بذكر الله الا بذكر الله تطمئن القلوب ٥ (۱۳:۲۷:۲۸)

اور جو شخص اللہ کی طرف رجوع کرے اسے ہدایت کی توفیق نصیب ہوتی ہے مگر یہ وہی لوگ ہیں جن کے دل ذکرِ الٰہی سے تسکین حاصل کرتے اور صرف اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو راحت نصیب ہوتی ہے۔

ذکرِ اللہ سے طمانیت کیوں حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے کہ وہ ذات باری اپنا ذکر کرنے والوں کے متعلق فرماتا ہے:

فاذكرونى اذكركم واشكروالى ولا تكفرون. (۲:۱۵۲)

اے لوگو! تم میرا ذکر کرو گے تو میں بھی تمہاری یاد ترک نہ کروں گا اسی طرح تمہیں میرا شکریہ ادا کرنا چاہیے اور کفرانِ نعمت سے باز رہنا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکرِ الٰہی کے واقعات

قرآن مجید کی تعلیم میں مقرر و معین پانچ نمازیں ہیں جو نیت باندھنے سے لے کر سلام تک ذکر اللہ سے شروع اور اسی پر ختم ہوتی ہیں۔ ان کے سوا بھی ہر لمحہ اس کی یاد کے لیے موزوں ہے اور اس میں صبح و شام دونوں یکساں ہیں (فرمایا)

وتسبحوه بكرة واصيلاً. (۴۸:۹) اللہ تعالیٰ کی تسبیحات صبح اور شام دونوں وقت پڑھو!

سورۂ دہر میں فرمایا:

(۱) واذكر اسم ربك بكرة واصيلاً ومن الليل فاسجد له و سبحه ليلاً طويلاً. (۷۶: ۲۵:۲۶)

صبح و شام ہر وقت اپنے رب کا نام زبان سے لیتا رہ! رات کے وقت اس کے حضور سجدہ ادا کر! اور رات کے کچھ حصہ میں دیر تک اس کی تسبیح بیان کرتا رہ!

اور:

(۲) واذكر اسم ربك وتبتل اليه تبتيلاً. (۷۳:۸)

اپنے رب کا نام زبان پر جاری رکھ اور اس کی یاد میں محو رہ!

ہر حال و شان میں اس کی یاد!

(۳) ان فی خلق السموت والارض واختلاف الليل والنهار لايات لاولي الالباب ○ الذين يذكرون الله قياماً وقعوداً و على جنوبهم ويتفكرون في خلق السموت والارض ربنا ماخلقت هذا باطلاً سبحانك فقنا عذاب النار. (۳:۱۸۸)

آسمان اور زمین کے وجود اور رات اور دن کے مختلف ہونے میں اہل دانش کے لیے بہت کچھ سبق ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کے لیے جو اللہ کا ذکر چلتے پھرتے بیٹھتے اٹھتے ہر وقت ہر پہلو میں جاری رکھتے ہیں۔ اور وہ آسمان و زمین کے وجود پر غور کرتے ہیں۔ پھر زبان سے یہ کہتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار تو نے انہیں بے سود پیدا نہیں کیا! یا اللہ تو غلطی سے پاک ہے ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت اور ذکرِ الٰہی کا سراپا کون لکھ سکتا ہے۔ایک مرتبہ اصحاب نے دیکھا۔کہ اشراق کی نماز میں طولِ قیام سے آنحضرتؐ کے پیروں پر ورم آ گیا ہے۔تب انہوں نے عرض کیا۔"یا رسولؐ اللہ! خداوند عالم نے آپ کے تمام گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔پھر آپ عبادت میں اس قدر زحمت کیوں فرماتے ہیں؟" سرورِ کائناتؐ نے فرمایا۔"تاکہ میں اللہ کے احسانوں کا شکر ادا کرسکوں۔"

۱۰۔ سیدہ طاہرہ جناب فاطمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریاب ہوئیں۔آپؐ نے انہیں تلقین فرمائی۔کہ ہر نماز کے بعد دس۔دس مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ' اللہ اکبر (تینوں کلمات) پڑھ لیا کرو اور سوتے وقت پہلے دو کلمے ۳۳'۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ کر سویا کرو۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔"اس روز سے لے کر آج تک میں نے یہ ذکر ترک نہیں کیا۔" آپ کے ایک صحابی حاضر تھے۔انہوں نے عرض کیا "اے امیر المومنین! صفین میں بھی آپ نے یہ وظیفہ ترک نہیں کیا؟" فرمایا "ہاں! ہاں! صفین میں بھی میں نے اسے ترک نہیں کیا۔" یہ وہی لوگ ہیں جن کے اعمال واحوال جانچنے کے بعد قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی:

محمد رسول الله والذين معه اشدآء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعاً سجدا يبتغون فضلا من الله ورضواناً سيماهم في وجوههم من اثر السجود ذالك مثلهم في التورات و مثلهم في الانجيل. (۴۸:۲۹)	(جناب) محمدؐ اللہ کے فرستادہ ہیں اور ان پر ایمان لانے والے (سب کے سب) کفار کے لیے (مقابلۂ جنگ میں) نہایت جان فروش ہیں۔مگر باہم ایک دوسرے کے لیے سراپا رحم وکرم ہیں۔ان کا بشرہ تو دیکھو ابھی وہ رکوع میں تھے۔ابھی اللہ کے حضور انہوں نے سجدہ میں سر رکھ دیا۔وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی عنایات کے جویاں ہیں! ذرا اور ان کی طرف نگاہ کیجئے! ان کے چہرے کس قدر بھلے معلوم ہوتے ہیں۔یہی لوگ ہیں جن کی پہلے سے بشارت تورات وانجیل دونوں میں موجود ہے۔

۱۱۔ چند اصحاب (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) یک جا بیٹھے ذکرِ الٰہی کر رہے تھے۔رسول

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہیں دیکھ کر فرمایا: ”جبرئیل میرے پاس (ابھی) آئے تھے۔ انہوں نے مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ ان ذاکرین (اللہ کا ذکر کرنے والوں) کی وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔

احسان

قرآنی تعلیم کے مطابق احسان کے مختلف درجے ہیں۔ جن میں بلند ترین درجہ (احسان) اللہ تعالیٰ کی رضا طلبی میں خود کو گم کر دینا ہے۔

جان کو محوِ غم بنا دل کو وفا نہاد کر
بندۂ عشق ہے تو یوں قطعِ رہِ مراد کر

فرمایا:

بلی من اسلم وجهه لله و هو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف عليهم ولاهم يحزنون. (۲:۱۱۲)

(کیوں نہ ہو!) جس کسی نے خود کو اللہ کے سامنے جھکا دیا دریں حالت کہ احسان اس کا شیوہ بن گیا۔ اس بشر کے لیے عنداللہ ثواب ہے اور ہر ایک قسم کے غم وملال سے نجات!

ہر ایک کام میں اللہ تعالیٰ کی طلب ’رضا‘ خواہ عبادت میں ہو یا دوسروں کی حمایت و سرپرستی میں سب احسان میں داخل ہیں۔ پھر احسان وہ حکم (الٰہی) ہے کہ دوسرے امورِ شریعت کی طرح اس کا بھی امر دیا گیا ہے:

ان الله يامر بالعدل والاحسان. (۱۶:۹)

بے شبہ اللہ تعالیٰ کا امر ہے ایک دوسرے کے ساتھ انصاف اور احسان کرنے کا!

احسان باہمی مومن کے حسنِ اعمال کا ایک درخشاں پہلو ہے اور جس طرح رضائے الٰہی کی طلب احسان میں داخل ہے۔ اسی طرح مخلوق پر احسان کرنا بھی گویا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واجبات سے ہے۔

واحسن کما احسن اللہ الیک (۲۸:۷۷)

جس طرح تم پر ذاتِ باری کے احسان ہیں۔تم دوسروں پر اپنے احسان کا دروازہ کھولے رکھو۔

اسی طرح کسی پر احسان کر کے اسے اپنا ممنونِ کرم بناتے رہنا یہ طریقہ قرآنی تعلیم کے خلاف ہے۔ کیونکہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کا معاوضہ تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ پھر اس کے بندوں کو کچھ دے دلا کر انہیں اپنے ہاں گویا رہن (گرو) رکھ لینا مالکِ حقیقی کو کیونکر گوارا ہو سکتا ہے!

الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ماانفقوا منا ولا اذی لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولاھم یحزنون۔ (۲:۲۶۲)

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو مال دوسروں کی فلاح میں خرچ کرتے ہیں اور اپنے ممنونِ احسان لوگوں کو کبھی اپنا مشکور رکھنے کی کوشش نہیں کرتے' نہ کبھی انہیں سخت سست ہی کہتے ہیں' ایسے محسن لوگوں کا معاوضہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے (ادنیٰ یہ کہ) ایسے لوگ قیامت کے روز کسی قسم کے غم وملال سے دوچار نہ ہوں گے!

بلکہ (قرآنی تعلیم ہدایت) کے مطابق ایسے دستِ کرم سے جس کے ساتھ سخت کلامی یا ترش روئی کی آمیزش بھی ہو۔ بہتر ہے کہ احسان کرنے یا کچھ دینے دلانے کی بجائے اس غریب سے خوش کلامی تک معاملہ رکھئے۔

دل بدست آور کہ حجِ اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قول معروف ومغفرة خیر من صدقة یتبعھا اذی واللہ غنی حلیم. (۲:۲۶۳)

سخن شیریں اور درگزر کرنا بہتر ہے ایسے صدقہ سے جس کے ساتھ ایذا کی آمیزش ہو۔ (تم دیکھتے نہیں کہ) اللہ تعالیٰ کس قدر بے پروا ہے ایسے صدقہ سے اور حلیم ہے گرفت میں۔

جس پر احسان کیا جائے۔ اسے اپنی نیکی جتانے سے اجر بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ (فرمایا)

یایھا الذین امنوا لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی (۲:۲۶۴)

اے مومنو! اپنے دیئے ہوئے صدقات کو احسان جتا کر اور ایذا دے کر باطل نہ کرتے رہو۔

اور جو احسان (حسنِ سلوک) کسی حاجت مند کے ساتھ بلا طلب معاوضہ یا سخت کلامی کی بجائے خوش دلی کے ساتھ کیا جائے۔ اس (احسان) کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے حضور سے کبھی نظر انداز نہیں ہوتا۔

فان اللہ لایضیع اجر المحسنین (۱۱:۱۱۵)

احسان کرنے والوں کا اجر تو حضور خداوندی سے ضائع ہوتا ہی نہیں!

بلکہ اس قسم کے (محسن) لوگ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔

واللہ یحب المحسنین (۱۲۸:۱۳)

اللہ تعالیٰ محسن لوگوں کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔

پھر جس سے وہ جانِ جہاں محبت کرے! اس کی خوش نصیبی!

غنیمت جان اے دل نقشِ عشقِ یارِ جانی کو
شرف ہے اس مکاں کا جس میں مہمان حسیں آیا

اور یہ جو احسان یعنی حسنِ عمل کا تذکرہ قرآن مجید میں عنوانے بعنوانے مسطور ہے اس کی تعریف اور اس کے معاوضہ کی ادنیٰ سی جھلک سورۂ رحمٰن کی ایک آیت میں تلاوت کیجیے۔ جس کا منشا یہ ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں حسنِ عمل سے خود کو سرفراز کر لیا۔ قیامت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے دن وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور سے حسنِ سلوک کے حق دار ہوں گے۔

هل جزاء الاحسان الا الاحسان: (۵۵:۶۰) — دنیا کے حسنِ عمل کا بدلہ قیامت کے روز احسانِ خداوندی کا سبب ہوگا۔

احساناتِ باہمی پر صحابہ کرام کی زندگی سے چند مثالیں مطالعہ فرمایئے!

(۱۲) حضرت معدی کرب رضی اللہ عنہ (جن کا لقب اشعث اور ولدیت قیس ہے) یمن کے بادشاہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت پر ان کے ایمان میں بھی لغزش آ گئی۔ آخر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور گرفتار کر کے لائے گئے۔ پھر توبہ نصیب ہوئی۔ جس پر انہیں رہا کر دیا گیا اور خلیفۂ وقت نے اپنی ہمشیرہ کا عقد ان سے فرما دیا۔ اس کے بعد کچھ دن حضرت معدی کرب مدینہ منورہ ہی میں رہے۔ ایک روز وہ گھر سے جو نکلے تو شہر میں اونٹوں کی منڈی لگ رہی تھی۔ انہوں نے تلوار سونت لی اور جو اونٹ سامنے آتا گیا۔ اس کی کونچیں کاٹ کر زمین پر گراتے گئے۔ منڈی میں طوفان برپا ہو گیا اور ہر شخص کی زبان پر یہ کلمہ تھا کہ ''اشعث کافر ہو گیا ہے۔''

ادھر یہ (حضرت اشعث رضی اللہ عنہ) بھی تھک گئے تھے۔ انہوں نے تلوار ایک طرف پھینک کر فرمایا:

انی واللہ ماکفرت ولکن زوجنی هذالرجل اخته ولوکنا فی بلادنا کانت ولیمة غیرهذا یااهل المدینة کلوا! ویااصحاب الابل تعالوا! خذوا شرواها! (اصابہ ابن حجر)

اللہ کی قسم! میں کافر نہیں ہوا بلکہ ان صاحب (حضرت ابوبکرؓ) نے اپنی ہمشیرہ سے میرا عقد فرما دیا ہے۔ اگر آج میں وطن میں ہوتا تو اس سے بہتر ولیمہ کرتا! مدینہ والو! اس گوشت کو اٹھا لے جاؤ اور کھاؤ اور اونٹوں کے مالکو آؤ اور اپنے اپنے اونٹ کی قیمت مجھ سے لے لو۔

حضرت اشعث جنگ صفین میں حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے طرف داروں میں تھے۔ حضرت علیؓ کی شہادت سے چالیس روز بعد وفات پائی اور امام حضرت حسنؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی! (اصابہ ج اص ۵۱) یہ ہے احسان کا بدلہ احسان! قدر افزائی کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاوضہ قدر دانی!

دل ربائی کا اک نیا عالم
اس نگاہِ کرشمہ بار میں تھا

(۱۳) ایک غزوہ (جنگ) میں صحابہ کرام پیاس سے گھبرا اٹھے۔ پانی کی تلاش میں نکلے تو ایک عورت جس کے ساتھ پانی تھا۔ راہ میں دیکھی گئی۔ سب نے اس سے پانی لے کر پیا۔ رسولؐ خدا کو اطلاع ہوئی تو آپ نے اس عورت کو پانی کا معاوضہ دلوا دیا۔ بایں ہمہ ایک مرتبہ اسی بی بی کے گاؤں والوں پر حملہ ہوا۔ تو اصحابؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے گھر میں سے کسی شخص پر ہاتھ نہ اٹھایا۔

(۱۴) غزوۂ تبوک کے لیے حکمِ نفیر سب کے لیے تھا رسولؐ اللہ کی جانب سے سواری‘ اسلحہ اور زادراہ کی ذمہ داری نہ تھی۔ حضرت واثلہ بن اسقع کے پاس سواری نہ تھی۔ وہ مدینہ کی گلیوں میں نہ صدا لگاتے پھرتے کہ جو شخص مجھے سواری عنایت کرے میں اپنے حصے کا مالِ غنیمت اس کے معاوضہ میں دینے کو تیار ہوں۔

ایک بوڑھے انصاری نے جو خود ضعف عمر کی وجہ سے شریک غزوہ نہ ہو سکتے تھے حضرت واثلہؓ سے کہا ”سواری حاضر ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ میں بھی ساتھ ساتھ رہوں گا اور زادراہ کی ذمہ داری بھی میرے ہی سر ہوگی۔“ حضرت واثلہؓ نے اسے منظور فرما لیا اور دونوں ساتھ ساتھ چل دیئے۔۔۔ جس وقت مالِ غنیمت تقسیم ہوا۔ تو حضرت واثلہؓ کے حصہ میں کئی شہ زور اونٹنیاں آئیں۔ انہوں نے سب کی سب حضرت انصاری بزرگ کے سامنے لاکر کھڑی کر دیں۔ انصاری نے کہا ”ذرا ان اونٹنیوں کو ادھر ادھر پھرا کر تو دکھاؤ!“ اور اچھی طرح دیکھ کر انصاری نے فرمایا: ”یہ تو بڑی اچھی اونٹنیاں ہیں۔“

حضرت واثلہ نے عرض کی ”آپ انہیں سنبھال لیجئے۔ مگر انصاری نے فرمایا: ”اے واثلہؓ آپ ہی انہیں لے جایئے۔ میرا مقصود اس مال کے سوا کچھ اور تھا یعنی احسان اور اس کے عوض میں اجرِ جہاد۔“

(۱۵) حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے شہادت کے وقت لاکھوں کا قرض اپنے سر چھوڑا جس کا زیادہ حصہ دوسروں پر احسان کرنے کی دھن میں آپ کے ذمہ پڑتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا۔ جو سائل آتے۔ اگر پاس ہوا تو غرض پوری کردی۔ نہ ہوا تو فرماتے ''کسی سے قرض لے کر کام نکال لو۔ اور میں تمہیں اس رقم سوال کا تمسک لکھ دیتا ہوں۔'' وفات پر جناب زبیرؓ نے اپنے فرزند عبداللہ کو وصیت فرمائی کہ ''میری املاک فروخت کر کے قرض ادا کر دینا'' مگر ملکیت قرض سے زیادہ نکلی اور کچھ رقم پس انداز ہوگئی۔ اس معاملہ میں ذکر یہ کرنا تھا کہ حضرت عبداللہ بن جعفر کے چار لاکھ درہم حضرت زبیر پر قرض تھے۔ آپ نے سنا تو ابن زبیر کے پاس آ کر فرمایا ''آپ چاہیں تو میں یہ رقم معاف کر دوں!''

(۱۶) حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہؓ بن جعفر اور حضرت ابو وال وحیہؓ انصاری مکہ معظمہ سے مدینہ آتے ہوئے اثنائے راہ میں بارش میں گھر گئے لگا تار تین شبانہ روز پانی برستا رہا اور ان حضرات نے ایک اعرابی کے خیمہ میں یہ دن گزارے۔ صاحب خانہ نے مہمانی میں ایک بکری بھی ذبح کر کے پیش کی۔ یہاں سے رخصت ہوئے تو حضرت عبداللہؓ نے اعرابی سے فرمایا۔ ''کبھی مدینہ منورہ آنا ہو تو ہم سے بھی ملاقات کر لینا۔'' اتفاق وقت کہ وہ اعرابی مفلس ہوگیا اور کوئی چارۂ کار اسے نظر نہ آتا تھا۔ اس کی بیوی نے کہا مدینہ منورہ جا کر ان مہمانوں سے ملاقات تو کرو۔ شاید وہ کوئی تدبیر نکال سکیں اور یہ صاحب گھر سے روانہ ہوگئے۔ مگر جاتے وقت بیوی سے پوچھا میں تو ان میں سے کسی کا نام تک نہیں جانتا! بیوی نے کہا۔ ایک ان میں طیار کے بیٹے تھے۔۔۔۔ سب سے پہلے حضرت حسنؓ سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے مہمانی کے بعد ایک سو شتر نر و مادہ چرواہوں سمیت عنایت کیے۔ حضرت امام حسینؓ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ایک ہزار بکریاں تحفہ میں دیں۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار سے ملاقات کی۔ انہوں نے فرمایا۔ ہمارے بھائیوں نے تم کو اونٹ اور بکریاں دی ہیں۔ ہم سے کچھ نقدی لے جایئے اور ایک لاکھ درہم مرحمت فرمائے حضرت ابو وحیہ انصاریؓ سے ملے۔ انہوں نے فرمایا۔ میرے پاس اس قدر مال تو ہے نہیں۔ جس قدر میرے دوسرے بھائیوں نے دیا ہے۔ لیکن تم اپنے اونٹ لے آؤ۔ تو میں ان پر کچھ کھجوریں لاد دوں۔ وہ شتر لے آیا۔ حضرت وحیہؓ نے جس قدر ہو سکا ان پر کھجوریں لدوا دیں۔ یہ ہے ایک اتفاقی احسان کا بدلہ!

(۱۷) حضرت حسینؓ کا ایک شخص کے ذمہ کچھ قرض تھا۔ اس کی غربت کا حال سنا۔ تو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام رقبہ مطلوبہ مقروض کو ہبہ فرما دیا۔

(۱۸) صحابہ کرامؓ اپنے مقروض بھائیوں کو قرض سے نجات دلا کر احسان کا درجہ حاصل کرتے۔ ایک شخص کے ذمے کچھ قرض تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو اصحاب سے فرمایا۔ فلاں قبیلہ کا کوئی شخص اس وقت موجود ہے؟ ایک صاحب نے عرض کیا۔ یارسول اللہ میں حاضر ہوں! فرمایا' تمہارا فلاں بھائی مقروض ہے اس پر احسان کرو اور اس شخص نے اپنے بھائی کا تمام قرض ادا کر دیا۔

خشیتِ الٰہی

ہر حال اور ہر ایک معاملہ میں خدائے برتر کی عظمت و جلال کے رعب سے اعتدال و انصاف کے ساتھ رہنا خشیتِ الٰہی ہے۔ خدا تعالٰی کے نزدیک یہی لوگ دانشور ہیں کیونکہ انہوں نے وہ عہد پورا کر دکھایا جو انہوں نے اپنی طرف سے اپنے ذمہ لیا تھا کہ "ہم اللہ رب العالمین کے ہر ایک حکم کو پورا کریں گے اور اس کے عدل و انصاف سے ہر وقت ڈرتے رہیں گے۔"

انما یتذکرا ولوا الالباب ○ الذین یوفون بعهد الله ولا ینقضون المیثاق ○ والذین یصلون ماامر الله به ان یوصل ویخشون ربهم ویخافون سوء الحساب○ والذین صبروا ابتغاء وجه ربهم و اقاموا الصلوة وانفقوا مما رزقنهم سرا وعلانیة ویدرء ون بالحسنة السیئة (۱۳: ۱۹۔۲۲)

وہی دانشور نصیحت سے فائدہ حاصل کرتے ہیں جو (۱) اللہ کے ساتھ اپنے کیے ہوئے وعدے پورے کرتے ہیں انہیں کبھی نظر انداز نہیں ہونے دیتے اور (۲) جو لوگ خود کو اللہ کے فرمان کا پابند رکھتے ہیں اور (۳) اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں اور (۴) جنہیں یومِ جزا کا خوف مدِ نظر رہتا ہے اور (۵) جو اپنے رب کی طلبِ رضا کے لیے مصائب پر صبر کرتے ہیں اور (۶) جو شریعت کے مطابق ادائے صلوٰت کرتے ہیں اور (۷) جو لوگ خیرات کرنے میں کھلے بندوں یا درپردہ کبھی ہاتھ نہیں روکتے اور (۸) جو لوگ برائی کو احسان سے مٹاتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے مومنین کا اجر کیا ہے؟

اولٓئک لھم عقبی الدار ○ جنت عدن یدخلونھا ومن صلح من ابآء ھم وازواجھم وذریتھم والملٓئکۃ یدخلون علیھم من کل باب ○ سلام علیکم بما صبرتم فَنِعْمَ عقبی الدار (۱۳: ۲۲، ۲۴)

جنت ایسے ہی لوگوں کے لیے تو ہے۔ یعنی وہ جنت جس کا نام عدن (دائمی گھر) ہے جس میں وہ لوگ اپنے جیسے نیکوکار بزرگوں، بیویوں اور اولاد کے ساتھ یکجا رہیں گے۔ فرشتے اس جنت کے ہر دروازے سے ان کے پاس آ کر تہنیت کہیں گے کہ یہ سلامتی تمہارے صبر کا پھل ہے۔ پس بہتر ہے گھر عقبیٰ کا۔

لیکن ہدایت و رہبری سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جن کے دلوں میں ناکامی سے ندامت اور کامرانی پر مسرت کا جذبہ پیدا ہو سکے۔ ہمہ شما کی قسمت میں یہ نعمت کہاں! اور خشیتِ الٰہی انہی لوگوں کے دلوں میں جگہ حاصل کر سکتی ہے۔ جو محض دکھلاوے کے لیے کسی کام کو اختیار نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی جو حالت ظاہر میں ہے دوسروں سے علیحدگی اور تنہائی میں بھی ان کا یہی حال ہے:

انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب واقاموا الصلوۃ ومن تزکّٰی فانما یتزکّٰی لنفسہ والی اللہ المصیر (۳۵: ۱۸)

اے نبیؐ! آپ کی تعلیم (تنذیر) انہی لوگوں کے لیے سودمند ہو سکتی ہے جو اپنے رب سے در پردہ بھی اتنا ہی ڈرتے ہیں، جس قدر سب کے سامنے اور جو شخص گناہوں سے بچے۔ اس کے اپنے لیے مفید ہے۔ پھر اللہ کے سامنے تو اچھے برے کو آنا ہی ہے۔

مگر خشیتِ الٰہی کا اثر محض عبادت اور ذکر اللہ کے وقت ظاہر ہونا اور حقوق العباد میں اس کا کوئی اثر نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ابھی تک ہم خوفِ خدا کے معنی پوری طرح نہیں سمجھ سکے۔ ورنہ دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں بھی ہم اسی طرح خدا تعالیٰ سے ڈرتے جس طرح کبھی اللہ پاک کا حق ادا کرنے میں لرز اٹھتے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹) دو حضرات (صحابۂ کرام) میں ترکہ میں اختلاف ہوگیا۔ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور فیصلہ کی غرض سے حاضر ہوئے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا "ممکن ہے تم دونوں میں سے کوئی ایک اپنے زورِ بیان اور قوتِ گویائی سے اپنے موافق مجھ سے فیصلہ کرا لے۔ لیکن اگر فی الحقیقت وہ اس کی بجائے دوسرے فریق کا حق تھا تو اسے کبھی نہ بھولنا چاہیے کہ یہ فیصلہ اس کے گلے میں سدا کے لیے آگ کا طوق لٹکا دیا گیا ہے! یہ سن کر دونوں فریق زار و زار رونے لگے اور ہر ایک نے اپنا حصہ دوسرے کو دینا چاہا مگر آج

اب نہ گل ہیں نہ عندلیب نہ شور
وہ جو ہنگامۂ بہار میں تھا

آخر کیوں؟ کیا اب کسی کی زمین یا دوسرا کوئی سامان ناجائز لینے پر مواخذہ نہ ہوگا؟

مالکم کیف تحکمون ۝ ام لکم کتب فیہ تدرسون ۝ (۶۸: ۳۶۔۳۷)

ارے! تمہیں یہ کیوں غرا ہے؟ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی کتاب ہے جس میں تم نے پڑھ لیا ہے؟ (کہ اب غضب و ظلم اور رشوت وغیرہ پر تمہیں گرفت نہ ہوگی؟

(۲۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا:

"جو کچھ میں جانتا ہوں۔ اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو تمہاری ہنسی رُک جائے اور تم رونا شروع کر دو۔" یہ سن کر تمام صحابہ کرام منہ ڈھانک کر رونے لگے۔

(۲۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ فرمایا: "جس کے دل میں رائی کے برابر بھی غرور ہوگا۔ اسے مرنے کے بعد دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔"

یہ سنتے ہی حضرت عبداللہ بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ زار زار رونے لگے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "اے عبداللہ! تم رونے کیوں لگے؟" عرض کیا "آپ کا ارشاد سن کر" آنحضرت نے فرمایا: "تمہیں بشارت ہو تم جنتی ہو۔"

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے (عبداللہ بن قیسؓ) کے آنسوؤں پر دل بھر آیا اور اس کے تمام گناہ معاف فرما دیئے۔ جس کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگئی اور آپؐ نے حضرت عبداللہ کو خوشخبری سے شادکام فرما دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدموں پہ ان کے رکھ کے سر رفعِ ملال کر دیا
ہمتِ عذر خواہ نے آج کمال کر دیا

تقوےٰ

برائی سے پرہیز کرنے کا نام شریعت میں تقوٰی ہے اور ایسا شخص اگرچہ ظاہری نام و نمود سے محروم ہو۔ مگر وہ ہر عقلمند اور ذی ہوش کے نزدیک قابلِ عزت ہے۔ فقراء اور درویشوں کی مثال تو عام ہے کہ بعض اوقات ان کی بے سروسامانی کے باوجود ہر شخص ان کی راہ میں آنکھیں بچھاتا ہے۔ لیکن لین و دین اور کاروبار میں دیکھا جاتا ہے کہ جو شخص فریب دینے سے بچتا ہے، ہر ایک اس کا دلدادہ ہے۔ یہی حال اہل علم کا ہے کہ اگر وہ خلوص و محبت سے تبلیغ کرتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ خود بھی ناجائز خواہشوں سے بچتے ہیں تو دوسرے لوگ ان کا احترام دل سے کریں گے۔ یہی عالم حکامِ وقت کا ہے۔ اگر وہ انصاف کی قیمت لینے سے بچتے ہیں۔ تو دنیا ان کی فریفتہ ہے:

فان الله یحب المتقینo (۳:۷۶) — اللہ پرہیزگاروں کا دوست دار ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی کی دوست داری میں فرمایا:

ان اولیآء ہ الا المتقون. (۸:۳۴) — پرہیزگار ہی خدا کے دوست دار ہیں۔

اور اہل تقویٰ ہی کا انجام بخیر ہے۔

والعاقبة للتقویٰ (۲۰:۱۳۲) — خاتمہ بالخیر اہلِ تقویٰ کے لیے ہے۔

پس قرآن مجید تعلیم فرماتا ہے:

فاتقوا الله ما استطعتم واسمعوا واطیعوا وانفقوا خیرا لانفسکم ومن یوق شح نفسه فاولئک هم المفلحون o (۶۴:۱۶) — جہاں تک ہوسکے اللہ سے ڈرتے رہو۔ اس کے احکام سنو! اور ان پر عمل کرو۔ یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے اور جو شخص اپنے نفس کی طرف سے پیدا ہونے والی حرص سے بچا لیا گیا ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کے اعمال کی قبولیت اسی تقویٰ پر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انما یتقبل اللّٰہ من المتقین. (۵:۳۰)

اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے اعمال قبول فرماتا ہے۔

مگر تقویٰ کے لیے مختلف اور متعدد قسم کے اعمال و ایثار و خلوص و احسان درکار ہیں۔

لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتاب والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصبرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا واولئک ھم المتقون ٥ (۲:۱۷۷)

صرف نماز کے لیے مشرق یا مغرب کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو جانا ہی نیکی نہیں بلکہ نیکی میں کئی اور عقائد و اعمال بھی شامل ہیں (یعنی) اللہ پر ایمان ہو۔ قیامت کا یقین ہو۔ فرشتوں' آسمانی کتابوں اور نبیوں کی تصدیق ہو۔ مال خرچ کیا جائے رضائے الٰہی کے لیے' رشتہ داروں کی امداد میں' یتیموں' مسکینوں سوال کرنے والوں اور غلاموں کے آزاد کرانے پر' اور باقاعدہ نماز ادا ہو زکوٰۃ ادا کی جائے۔ ایفائے عہد ہو۔ ہر تکلیف پر ضبط و صبر رہے۔ اس قسم کے لوگ صادق ہیں اور یہی لوگ متقی (پرہیزگار) ہیں۔

نسلی اور خاندانی برتری جس کے ساتھ اعمال نہ ہوں اور اعمال جن کے ساتھ تقویٰ نہ ہو' کوئی نیکی نہیں۔

..........ولقد جعلنکم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم. (۴۹:۱۳)

(اے انسانو!) یہ جو گروہوں اور خاندانوں میں تمہیں تقسیم کر دیا ہے تو صرف باہمی شناخت کی آسانی کے لیے ایسا کیا گیا ہے لیکن اللہ کے نزدیک وہی مکرم و معظم ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرے کی لغزشوں پر معافی بھی قرآن مجید کے نزدیک تقویٰ ہے۔

..... وان تعفوا اقرب للتقوی ٥ (۲:۲۳۷) — اگر تم بھی قصور وار کو معاف کر دو تو یہ پرہیزگاری ہے۔

(۲۲) پرہیزگاری کا پھل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعہ میں دیکھئے۔

فرعون کے وزیروں نے اسے یوں مشورہ دیا:

وقال الملاء من قوم فرعون اتذر موسی وقومه لیفسدوا فی الارض ویذرک والھتک. (۷:۱۲۷) — (فرعونیوں نے فرعون سے کہا اے خداوندا!) آپ موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو یونہی نظر انداز کرتے رہے تو وہ لوگ آپ کی خدائی سے پھر کر زمین کو فساد سے بھر دیں گے۔

فرعونیوں کے خلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہمراہیوں کو یوں سمجھایا کہ:

قال موسیٰ لقومه استعینوا باللہ واصبروا ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبة للمتقین٥ (۷:۱۲۸) — حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دوستوں سے فرمایا تم اللہ سے مدد مانگو اور ثابت قدم رہو۔ زمین کی بادشاہت صرف اللہ کے لیے ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بنا دے انجام کی بھلائی تو پرہیزگاروں ہی کا حصہ ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے سب سے بڑے پارسا ہیں۔ آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے اعمالِ صالحہ (تقویٰ) کا جو نمونہ پیش کیا' بے مثال ہے۔ ان حضرات کی پرہیزگاری کے چند واقعات کا مطالعہ فرمائیے!

(۲۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ہم اپنی عورتوں کے ساتھ بھی زیادہ خوش دلی سے پیش نہ آتے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بارے میں ملامت کی آیت نازل ہو جائے اور ہم کہیں کے نہ رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ خوف کم ہو گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲۴) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیوارِ کعبہ کے نیچے تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر یہ آیت پڑھی ھم الخاسرون۔ (وہ لوگ گھاٹے میں پڑ گئے) صحابی فرماتے ہیں اور میں غم میں ڈوب گیا کہ کہیں میرے متعلق ہی تو یہ آیت نازل نہیں ہوئی۔

(۲۵) ایک بار نمازِ فجر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا ''کیا فلاں قبیلے کے لوگ موجود ہیں؟'' دوسری مرتبہ بھی یہی فقرہ آپؐ نے دوہرایا۔ تیسری بار بھی یہی فرمایا۔ اب ایک صاحب کھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا ''تم پہلے سے کیوں نہیں اٹھے'' اس نے عرض کیا ''یارسول اللہ! مجھے یہ خوف پیدا ہوا کہ میرے قبیلے کے متعلق کوئی آیت نازل نہ ہوئی ہو!''

(۲۶) اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔

والذین یکنزون الذھب والفضة ولایُنفِقُونَھَا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیمo (۹ : ۳۴)

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر لیتے ہیں اور انہیں راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیجئے!

تو تمام صحابہ پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کا اضطراب دیکھ کر ان سے کہا ''آپ سب میرے ہمراہ آیئے۔'' سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا ''آپ کے صحابہ پر یہ آیت نہایت گراں گزر رہی ہے۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ نے تم پر زکوٰۃ اس لیے فرض کی ہے کہ تمہارے بقیہ مال کو اس کے ذریعے سے پاک کر دے اور میراث اس لیے مقرر کی گئی ہے کہ بعد کی نسلیں کنگال نہ رہ جائیں۔''

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بآوازِ بلند خوشی کا نعرہ بلند کیا۔

(۲۷) حضرت مالک بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ دولت مند صحابی تھے۔ انہوں نے مذکورہ آیت سنی تو غش کھا کر گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ''کیا یہ آیت ان لوگوں کے لیے ہے جو سونا اور چاندی جمع کرتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں؟'' فرمایا ''انہی لوگوں کے لیے ہے۔'' حضرت مالک نے عرض کیا۔ ''پھر شام تک مالک بن ثعلبہ کے پاس ایک درہم نہ ہوگا۔'' اور گھر آ کر سب خیرات میں لٹا دیا۔

(۲۸) اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان اس درجہ تک پہنچ چکا تھا کہ وہ ذرا سی بات میں گھبرا اٹھتے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ''اے خدا کے سچے رسول! قرآن مجید کی اس آیت سے تو بڑا ڈر لگتا ہے۔ یعنی "من یعمل سوء یجزبه" (۱۲۲:۴) جو شخص برے عمل کرے اسے ان کی سزا دی جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا ''اے عائشہ! مسلمان کے پاؤں میں اگر کانٹا بھی چبھ جاتا ہے تو وہ اس کے اعمالِ بد کا معاوضہ ہو جاتا ہے۔''

ام المومنینؓ نے پھر عرض کیا ''یا رسول اللہ! قرآن مجید میں یہ فرمایا ہے تو اس سے ڈر معلوم ہوتا ہے یعنی فسوف یحاسب حساباً یسیرا۔ (۸:۸۴) (اللہ تعالیٰ ذرا سی بدی کا حساب بھی لے گا۔ اگرچہ آسانی کے ساتھ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بے شک ہر ایک عمل اللہ کے سامنے پیش ہوگا۔ مگر عذاب اسی پر ہوگا جس کی تفتیش کی جائے گی۔''

(۲۹) جب یہ آیت نازل ہوئی: ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم به الله ۔ (۲۸۴:۲) (تم چھپ کر گناہ کرو یا علانیہ کرو۔ حساب سب کا ہوگا) تو صحابہ کرام گھبرا اٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر عرض کی:

> ''یا رسول اللہ نماز، روزہ، جہاد اور صدقہ کی تو ہم طاقت رکھتے ہیں لیکن اس آیت کا عمل کرنا مشکل ہے۔'' اس کے بعد یہ ٹکڑا (اسی آیت کا آخری حصہ) نازل ہوا۔ "لا یکلف الله نفساً الا وسعها۔ (۲۸۶:۲) (خدا تعالیٰ ہر شخص کو اس کی ہمت کے مطابق تکلیف دیتا ہے۔)

(۳۰) پس تقویٰ کے یہ معنی ہیں کہ ہر حال میں نیکی و پرہیزگاری سے تمسک رکھے۔ کہ اسی میں انسانیت کا شرف ہے۔ جیسا کہ امام حضرت زین العابدین (علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم) کے اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ باوجودیکہ زمانہ نے اس عالی نسب و گرامی حسب خاندان کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جس کی مثال دنیا بھر کی مظلومیت پیش کرنے سے عاجز ہے۔ امت کے اشرار لوگوں نے انہیں مٹانے کی پوری کوشش کی،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی شخص برملا ان سے بات بھی نہ کرسکتا تھا مگر زہد وتقویٰ کا وہ عالم ہے کہ جس زمانہ میں خلیفۂ وقت ہشام بن عبدالملک حج کے لیے حاضر ہوا۔ بیت اللہ کے اندر مخلوق کا اس قدر اژدہام تھا کہ ہشام بن عبدالملک حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے کافی دیر ایک طرف کھڑا رہا کہ ذرا راستہ ملے تو آگے بڑھ کر یہ فرض ادا کرے۔

اتنے ہی میں مخلوق نے ازخود راستہ بنانا شروع کردیا۔ بیت اللہ کے دروازہ سے لے کر حجر اسود تک ایک فراخ شاہراہ بن گئی۔ جس کے دونوں جانب مخلوق احترام وادب سے نظریں نیچی کیے کھڑی ہے۔ یہ آنے والے حضرت زین العابدینؒ ہیں۔ خود خشیتِ الٰہی سے لرز رہے ہیں اور تمام اہل حرم آپؒ کے تقویٰ کے اثر سے رقت میں ہیں۔ ہشام (خلیفۂ وقت) نے اپنے مصاحبوں سے ازراہِ تجاہل دریافت کیا۔ یہ کون صاحب ہیں جن کے لیے مخلوق نے از خود راستہ بنادیا ہے۔ عرب کا مشہور شاعر فرزدق موجود تھا۔ ہشام کے سوال پر فرزدق نے فی البدیہ ایک قصیدہ پڑھا جس میں آنے والے کے اس احترام کا نقشہ بایں الفاظ بیان کیا!

هذالذی تعرف البطحاء وطأته
والبیت یعرفه والحل والحرم
یہ وہ ہے جانتا ہے کہ مکہ جس کے نقشِ قدم
خدا کا گھر بھی ہے آگاہ اور حل وحرم

هذا ابن خیر عباداللہ کلهم
هذا التقی النقی الطاهر العلم
جو بہترین خلائق ہے اس کا ہے فرزند
ہے پاک و زاہد و پاکیزہ و بلند حشم

اذا رأته قریش قال قائلها
الی مکارم هذا ینتهی الکرم
قریش دیکھتے ہیں جب اسے تو کہتے ہیں
بزرگیوں پہ ہوئی اس کی انتہائے کرم

ینتمی الی ذروة العزالذی قصرت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن نیلها عرب الاسلام والعجم

پہنچ گیا ہے یہ عزت کی اس بلندی پر

جہاں پہ جاسکے اسلام کے عرب نہ عجم

یکادیمسکه عرفان راحته

رکن الحطیم اذا ماجاء یستلم

یہ چاہتا ہے کہ لے ہاتھوں ہاتھ رکنِ حطیم

جو چومنے حجرالاسود آئے نزدِ حرم

فرزدق شعر پہ شعر پڑھ رہا تھا۔ حاضرین رقت میں تھے اور خلیفۂ وقت شرم و ندامت سے پانی پانی ہوا جا رہا تھا کہ ہشام کے لیے تو بنانے سے راستہ نہ بنے اور ابن حسینؓ کے لیے ازخود راہ بنادی جائے۔ الٰہی! تقویٰ میں یہ تاثیر کیوں ہے! اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

والعاقبة للتقوی. (۱۳۲:۲۰) (حسنِ خاتمہ متقی ہی کی قسمت میں ہے۔)

نصیحت

ایک دوسرے کو اچھے کاموں کی ترغیب دینا اور برے کاموں سے منع کرنا نصیحت ہے۔ تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اس پر عمل کریں۔ نصیحت کی تاکید قرآن پاک کی ایک پوری سورۃ میں یوں فرمائی گئی ہے۔

والعصر ○ ان الانسان لفی خسر ○ الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر ○

ہمیں زمانے کی قسم کہ انسان اس وقت تک خسارے ہی خسارے میں رہے گا جب تک کہ وہ ایمان لانے کے بعد اعمال نیک نہ کرے اور ایک دوسرے کو حق پر رہنے کی ہدایت نہ کرے اور باہم صبر و قناعت کی تلقین پر قائم نہ رہے! (پ:۳۰ سورہ والعصر)

یہ تو ہمہ شاسب کے ذمے ڈال دیا گیا کہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ایک دوسرے کے نفع ونقصان پر اسے خیال دلائیں لیکن اس کے سوا ایک خاص جماعت کو اس پر ہمہ وقت قائم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہنے کی تاکید (اس سے علیحدہ) فرمادی گئی:

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون ٥ (۳:۱۰۴)

اے مومنو! تم میں سے ایک جماعت ہمیشہ اس پر کاربند رہے کہ مسلمانوں کو نیکی کی طرف بلائے انہیں اچھے کاموں پر لگائے رکھے اور برائی سے روکے یہی لوگ کامیاب ہوں گے۔

چنانچہ!

(۳۱) حضرت نوح علیہ السلام تشریف لائے اور اپنی قوم سے فرمایا:

ابلغكم رسالات ربی وَاَنْصَحُ لكم واعلم من الله مالا تعلمون ٥ (۷:۶۲)

اے قوم! میں تمہیں اپنے رب کے پیغام سنا رہا ہوں اور تمہیں نصیحت کر رہا ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ علم عطا فرمایا ہے جس سے تم محروم ہو!

(۳۲) حضرت صالح علیہ السلام نے ظہور فرمایا تو ہر چند اپنی قوم کو نصیحت فرمائی مگر قوم کی قسمت میں تباہی تھی۔ جوآ کر رہی:

فاخذهم الرجفة فاصبحوا فى دارهم جاثمين ٥ (۷:۷۸)

(قوم صالح جب اپنی سرکشی سے نہ سنبھلی تو) خدا کا عذاب ایک ہولناک دھماکے کی شکل میں سنائی دیا جس سے سب کے سب اوندھے منہ گر کر فنا ہو گئے۔

مگر پھر بھی کس قدر افسوس کے ساتھ حضرت صالح نے یہ کلمات زبان سے نکالے۔

فتولى عنهم وقال يا قوم لقد ابلغتكم رسالة ربی ونصحت لكم ولكن لاتحبون الناصحين ٥ (۷:۷۹)

(حضرت صالح نے ان کا یہ انجام دیکھ کر نہایت افسوس کے لہجے میں کہا) ارے! تمہارا کیا حشر ہوا۔ ہر چند میں نے نصیحت پر نصیحت کی مگر تم نے تو ناصح کو پسند ہی نہ کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصیحت کی تاثیر سے انکار ناممکن ہے۔ دنیا میں جس قدر انقلاب آئے اسی کے ذریعے آئے۔ زیادہ مثالوں سے قطع نظر صرف عرب کی اس وقت کی حالت پر نظر کیجئے۔ جب کہ شرافت کی جگہ ذلت پر حکمران تھی۔ اونٹ کی باری پر اسے پانی نہ ملنے سے پوری صدی تک دو خاندان آپس میں قتل و غارت جاری رکھتے۔ آپ تعجب کیجئے گا۔ ایک عورت کے آٹھ آٹھ مرد شوہر ہوتے مگر قرآن مجید کی نصیحت نے انہیں کیا سے کیا بنا دیا:

یاایها الذین امنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون ٥ واعتصموا بحبل الله جمیعا ولاتفرقوا واذکروا نعمة الله علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا. وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها کذالک یبین الله لکم ایاته لعلکم تهتدون٥ (۳:۱۰۳)

اے مومنو! اللہ سے پوری طرح ڈرو اور آخری دم تک اس پر قائم رہو تا کہ تم مسلمان ہو کر مرو! (اور اے مومنو!) تم سب مل کر اللہ کے دین پر چلو (دیکھو!) ٹکڑی ٹکڑی میں مت بٹ جاؤ۔ اللہ کی اس نصیحت کو یاد کرو کہ قرآن اترنے سے پہلے تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ مگر آج اللہ نے تمہارے دلوں کو ایک دوسرے سے متحد کر دیا ہے۔ جس سے تم ایک دوسرے کے بھائی بن گئے ہو اور اس سے قبل تم آگ کی کھائی کے کنارے کھڑے تھے (جس میں) تم گرنے ہی کو تھے کہ اللہ نے تمہیں بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تا کہ تم ہدایت حاصل کر سکو۔

(۴۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آہ! اس وقت کیا ہو گا جب تمہارے مرد و عورت دونوں گناہ میں سرمست ہو جائیں گے۔۔۔!'' صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ واقعی ایسا ہو گا۔ فرمایا ''میں صحیح کہہ رہا ہوں۔'' پھر فرمایا: ''افسوس! کیسا برا وقت ہو گا جب تم ایک دوسرے کو نیکی کرنے کی نصیحت ترک کر دو گے اور برائی سے روکنا چھوڑ دو گے!'' عرض کیا گیا ''یا رسول اللہؐ! کیا ہمارا حال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا برا ہو جائے گا؟" فرمایا "ہاں! ہاں! یہ ہو کر رہے گا۔"

پھر فرمایا "اس کے بعد تم پر اور بھی برا وقت آئے گا کہ تم ایک دوسرے کو برائی کی نصیحت کرو گے اور نیکی سے روکو گے!"

عرض کیا گیا "یا رسول اللہ ہماری حالت یہاں تک پہنچ جائے گی؟"

فرمایا "بے شک تمہاری حالت یہاں تک پہنچ جائے گی۔"

اور اب ع دل بے قرار دیکھا وہی وقت آ گیا ہے

اپنی مساجد کو دیکھئے اور عبرت حاصل کیجئے۔ ان کے مقابلہ میں نئی نئی قسم کے کھیل تماشوں کے ایوانوں میں جایئے اور وہاں کے انسانی نقش و نگار دیکھ کر نتیجہ اخذ کیجئے۔۔۔ لطف یہ ہے کہ نصیحت کرنے والے کسی جگہ نظر نہیں آتے۔ بلکہ ع

زندہ باد اے مرگ! عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

کس قدر پر نصیحت یہ مثال ہے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی:

۔۔۔بنی اسرائیل پر آخر ایک دور ایسا آ گیا جس کے ساتھ ہی وہ تباہ ہو گئے۔ آج ایک شخص نے کسی کو کوئی غلط کام کرتے دیکھا تو اسے کہا ارے! آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ اللہ سے ڈریئے، یہ آپ کو شایاں نہیں!" دوسرے روز پھر وہی دونوں دوست مل گئے۔ وہ آج پھر اسی لغزش میں مبتلا تھے۔ ان کے دوست نے ان سے منہ پھیر لیا کہ یہ جانیں اور ان کا فعل! میں کہاں تک نصیحت کرتا رہوں جس کے بعد یہ ناصح بھی ان کے ہم نوالہ و ہم پیالہ بننے پر اتر آئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتیں پڑھیں!

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسی بن مریم ذالک بما عصوا و کانوا یعتدون○ کانو لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون.○ (۵:۷۸:۷۹)

حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے لعنت کی ہے بنی اسرائیل پر ان کی نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے ان کی حالت یہاں تک پست ہوگئی کہ ایک دوسرے سے برائی دیکھ تو بھی منع نہ کرتے۔ کتنا برا وطیرہ تھا ان کا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ

قرآن مجید میں جہاں بھی پہلی قوموں کے اس طرح کے واقعات مذکور ہیں ان کا منشا امتِ محمدیہؐ کو تنبیہ کرنا ہے کیونکہ ان معاملات میں شریعتوں کے قوانین میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا تھا۔ وسعت اخلاق میں تمام قوموں (یہود، نصاریٰ اور امتِ محمدیہؐ) کا دامن یکساں ہے۔ برائی کی وہاں اجازت نہ تھی۔ ہمیں بھی اس سے منع کیا گیا۔ امر بالمعروف کی وہاں تلقین تھی، ہمیں بھی اس کی تاکید کی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جمعہ کا خطبہ مسجد نبوی میں ہوتا۔ پھر بھی اکثر صحابہؓ نے وعظ و نصیحت کے لیے اپنے اوقات معین کر لیے تھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جمعرات کے دن وعظ پند فرماتے۔

(۴۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں ایک یہ رسم بھی زندہ کی کہ منبر نبی کریمؐ پر کبھی کبھی بغیر جمعہ کے بھی کسی سے وعظ و نصیحت سنتے۔

چنانچہ حضرت تمیم داری نے امیر المومنین کی اجازت سے ایک مرتبہ منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعظ سنایا۔

ان النبی صلی الله علیه وسلم قال ان الدین نصیحة قلنا لمن؟ قال لِلّٰه ولکتابه ولرسوله لائمة المسلمین وعامتهم. (صحیح مسلم شریف)

(حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین نام ہے نصیحت کا! ہم نے عرض کیا یارسول اللہ (آپ پر ہمارے ماں باپ نثار ہوں) یہ نصیحت کس کس کے لیے ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اللہ کی کتاب (قرآن) کے لیے ہے، اللہ کے رسول (صلوات اللہ علیہ) کے لیے ہے، دین کے پیشواؤں کے لیے ہے اور ہر ایک فرد بشر کے لیے ہے!)

(۱) اللہ تعالیٰ کے لیے نصیحت یہ ہے کہ خود ایمان پر قائم رہیئے۔ شرک ترک کیجئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس کے حکموں کی تعمیل اور جن کاموں سے اس نے منع فرمایا ہے۔ ان سے خود کو روکے رہیے۔ کسی سے محبت ہو تو اس کی رضا کے لیے اور کسی کے ساتھ عناد ہو تو اس کی وجہ سے ہو۔ اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جہاد پر کمربستہ رہے۔ شکرِ نعمت خود پر واجب سمجھئے۔ ہر معاملہ میں اخلاص مدنظر ہو اور مخلوق پر ہمہ وقت مہربانی فرماتے رہیئے۔۔۔۔

(۲) قرآن کریم کے لیے نصیحت یہ ہے کہ اسے اللہ کا کلام سمجھئے اور اس کے متعلق ہمہ وقت یہ ملحوظ رکھئے کہ قرآن اپنے الفاظ و معانی میں لامثال ہے اس پر پورا عمل کیجئے۔ اس کی تلاوت ہمارا اشعار ہو اور اس میں ہمیں ثواب کی توقع ہو۔۔۔۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نصیحت یہ ہے کہ آپ کی رسالت پر صدق دل سے یقین ہو۔ آپ کے لائے ہوئے دین کی نصرت و حمایت ہمارا دستور ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم تمام عالم اور خود اپنے نفس سے بھی بیش از بیش ہو۔ آپ کی سنت ہمارا راستہ ہو۔ آپ کے اہل بیت اور اصحاب سے ہمیں محبت ہو اور جن بدکرداروں نے آپ کی سنت سے انحراف کیا ہے۔ ان سے ہمارا کوئی واسطہ نہ رہے۔۔۔۔

(۴) پیشوایان دین کے لیے نصیحت یہ ہے کہ وہ جب تک حق و صداقت پر قائم رہیں۔ ہم بھی ان کی حمائت پر کمربستہ رہیں اور جس وقت وہ سچائی کا دامن چھوڑ دیں۔ ہم ان سے علیحدہ ہو جائیں۔۔۔۔

(۵) ہر ایک فرد و بشر کے لیے نصیحت یہ ہے کہ ان کی ایذا رسانی سے اپنے ہاتھ اور زبان کو روکے رہیے۔ ان کے علم میں ان کی مدد کرتے رہیے۔ ان کے اچھے کاموں میں ان کا ساتھ دیجئے اور برے کاموں سے باز رہنے کی تلقین کرتے رہیے۔ ان کے عیبوں پر پردہ ڈالے رکھئے۔ ان میں ہر ایک بزرگ و صاحب مرتبہ کی توقیر اور ہر ایک خورد پر شفقت رکھئے۔۔۔

یہ ہے اس ارشادِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مختصر شرح۔

(۳۵) ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جناب ابوالدرداء (صحابی) کو لکھا کہ "علم ایک چشمہ ہے بہتا ہوا۔ جس سے لوگ اور نالیاں نکال کر زیادہ نفع حاصل کرتے ہیں اور عالم کی مثال اندھیری رات میں چراغ کی ہے تاکہ لوگ اس سے روشنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کر سکیں اور اسے دعا دیں۔"

(۳۶) حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے "لوگوں سے مل جل کر رہو۔ جس طرح شہد کی مکھی ہے۔ اسے ہر پرندہ خود سے کمزور و ضعیف سمجھتا ہے لیکن اگر انہیں معلوم ہو سکے۔ کہ شہد کی مکھی کے شکم میں کیا برکت ہے۔ تو وہ اسے خود سے زیادہ قوی اور مضبوط سمجھیں۔"

(۳۷) حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ (صحابی) نے رنگدار احرام پہن لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا "لوگو! تم امام ہو اور تمام دنیا تمہارے پیچھے چلتی ہے۔ اگر جاہل آدمی یہ رنگدار احرام دیکھیں گے تو دوسروں سے جا کر یہ بیان کریں گے کہ طلحہ بن عبیداللہ نے رنگدار احرام باندھ رکھا تھا۔ اور ایک نئی رسم جاری ہو جائے گی۔ ان کاموں سے پرہیز کرو۔"

(۳۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں دو شخصوں نے مرغ پر بازی لگائی حضرت امیر المومنینؓ کو اطلاع ہوئی تو مرغ کو جان سے مارنے پر آمادہ ہو گئے۔ ایک شخص نے نصیحت کی:

"اے عمر! تم ایسی امت کو قتل کرتے ہو۔ جو خدا کی تسبیح خواں ہے۔" یہ آیت پڑھی۔

یسبح له ما فی السموت والارض وهوالعزیز الحکیم.٥

دنیا کی ہر شے جو زمین کے اندر ہے یا آسمان کے نیچے اور اوپر سب اس ذات اقدس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ وہ ان کو قوت تسبیح عطا کرنے کی حکمت کو خوب سمجھے ہوئے ہے۔" ہم انسان اس کی تسبیح یوں بیان کرتے ہیں۔

سبحان الله وبحمده سبحان الله العظیم.

اظہارِ حق

حق گوئی کے لیے سوال موقعہ و محل کا نہیں بلکہ حقیقت سے غرض ہے۔ کوئی موقعہ ہے۔ سچی بات ہی زبان سے نکالیے کیونکہ سچائی خود اپنا ایک مقام رکھتی ہے اور سچ کہنے والے کی ہر امداد کرتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیداً یصلح لکم اعمالکم ویغفرلکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً o (۳۳: ۷۰. ۷۱)

اے مومنو! اللہ سے ڈرتے رہو۔ بات وہ کہو جو حقیقت پر مبنی ہو۔ اس سے اللہ تعالیٰ تمہاری قوت عمل میں اصلاح اور لغزشوں پر عفو فرمائے گا (کیونکہ) یہ عمل بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے۔ جو اس عمل پر پورا اترا۔ اس نے خدا اور رسول دونوں کی اطاعت کر کے بہتر مقام حاصل کرلیا۔

(۳۹) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے جن کی عظمت کا چرچا ہر زبان پر ہے۔ جب یہ سنا کہ مکہ معظمہ میں ایک صاحب نے رسالت کا دعویٰ کیا۔ تو آپ مدینہ منورہ سے چل کر مکہ آئے کہ جن کا معاملہ یوں دور دور تک مشہور ہو رہا ہے۔ ذرا خود تو انہیں چل کر دیکھیں۔ آخر صاحب معاملہ جناب رسول کریم کے پاس آ کر حضرت ابوذر اسلام لے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر سے فرمایا۔ ''تم مدینہ واپس جاؤ اور اپنی قوم کو بھی یہ دعوت پہنچاؤ۔''

حضرت ابوذر غفاری نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! پہلے بیت اللہ میں آواز بلند اپنے ایمان کا اعلان تو کرلوں''! یہ زمانہ تھا جب قریش مکہ کے خوف سے مسلمان گھروں میں چھپ کر نمازیں پڑھتے مگر حضرت ابوذرؓ نے مسجد حرام میں قدم رکھتے ہی آواز بلند پکارا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ۔ یہ سنتے ہی دشمنان دین ان پر پل پڑے اور اس قدر پیٹا کہ حضرت ابوذرؓ بے ہوش ہو گئے۔ اتنے میں حضرت عباسؓ آ گئے۔ ابوذرؓ پر گر پڑے اور کفار سے فرمایا ''ارے! تمہاری عقلوں پر کیسے پتھر پڑ گئے ہیں۔ یہ شخص اس قبیلۂ غفار کا معزز رکن ہے۔ جن کی بستیوں میں ہو کر تم سوداگری کا مال لے جاتے ہو۔ اپنے انجام کو سوچو!''

دوسرے روز پھر حضرت ابوذر غفاریؓ بیت اللہ میں گئے۔ اسی طرح آواز بلند کلمۂ شہادت پکارا۔ اسی طرح کفار ان پر ٹوٹ پڑے اور اسی طرح حضرت عباسؓ نے پھر انہیں بچایا! آہ! ابوذر!۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴۰) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ اب تک مکہ معظمہ میں کسی کو بآواز بلند قرآن مجید پڑھنے کی جرات نہ ہوئی تھی۔ آپؓ چھٹے مسلمان ہیں۔ مسجد حرام میں پہنچے تو اس وقت کفار بیت اللہ میں بیٹھے گپ زنی کر رہے تھے۔ حرم میں جس مقدس جگہ کا نام "مقام" ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کھڑے ہو کر بآواز بلند اس طرح سورۂ رحمٰن پڑھنا شروع کر دی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ الرحمن ٥ علم القرآن ٥ ------ پر پہنچے تھے کہ کفار ان پر ٹوٹ پڑے۔ آپ وہاں سے لوٹے۔ تو چہرہ مبارک پر زخموں کے نشان دیکھ کر صحابہ نے کہا۔ یہ تو پہلے ہی سے خطرہ تھا! ابن مسعود نے جواب دیا۔ اگر کہو، تو کل بھی اسی طرح ان کو اعلانیہ کلام پاک سناؤں۔

(۴۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی گود میں کھیلے۔ اسی کے دستر خوان پر پروان چڑھے۔ جب تبلیغ کے لیے فرعون کے پاس آئے۔ تو اس نے حضرت موسیٰ کو یہی احسان جتائے۔ اس سوال و جواب کے انداز پڑھیے۔ فرعون بولا:

.... الم نربک فینا ولیداً ولبثت فینا من عمرک سنین. (۲۶:۱۸)	فرعون نے کہا! اے موسیٰ تم بھول گئے کہ ہم ہی نے تمہیں پرورش کیا اور ہمارے ہی گھر میں تو برسوں کھاتا پیتا رہا؟

فرعون کے جواب میں حضرت موسیٰؑ نے فرمایا:

وتلک نعمة تمنها علی ان عبدت بنی اسرائیل ٥ (۲۶:۲۲)	مجھ پر احسان کے معاوضہ میں کیا تو سدا کے لیے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنائے رکھے گا!

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضرت موسیٰؑ نے کس دلیری سے ایسے متکبر و مغرور بادشاہ کے سامنے اظہار حق فرمایا!

(۴۲) مروانی دور حکومت کے گورنر نے مدینہ میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی زبان سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سب کے خلاف کرنا چاہا لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔

(۴۳) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے دمشق میں رہتے ہوئے امیر معاویہؓ کی مخالفت شروع کر دی۔ یہ حضرت عثمانؓ کا عہد تھا۔ معاویہ نے امیر المومنین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(عثمانؓ) کو لکھا کہ ''عبادہؓ نے سخت فتنہ برپا کر رکھا ہے خدارا انہیں یہاں سے بلوا لیجئے۔'' یہ مدینہ پہنچے۔ تو حضرت عثمانؓ نے حضرت عبادہؓ سے اصل حقیقت معلوم کرنا چاہی۔ حضرت عبادہؓ نے جواب دیا۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔'' کہ میرے بعد کچھ امراء ایسے ہوں گے۔ جو بدی کو نیکی اور نیکی کو بدی میں بدل ڈالیں گے۔ اس لیے جو لوگ خدا اور رسولؐ کی نافرمانی کریں۔ ان کی اطاعت نہ کرنا چاہیے۔ یہی میں نے کہا۔''

(۴۴) حضرت عبداللہ (بن عمرو بن العاص) رضی اللہ عنہما مسجد میں حدیث بیان کر رہے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عبدرب کعبہ نے کہا ''اے عبداللہ! آپ کا بھتیجا معاویہ، ہم کو حکم دیتا ہے کہ ناجائز طور پر ایک دوسرے کا مال کھائیں اور اپنے بھائیوں کو قتل کریں۔ حالانکہ قرآن مجید ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ:

یـاایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تـراض مـنـکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیماً o (۴:۲۹)	اے مومنو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریق سے مت کھاؤ۔ بجز اس صورت کے کہ باہم تجارتی لین دین ہو۔ نہ ایک دوسرے کو ناحق قتل کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے۔

(۴۵) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے سپوت یزید کی بیعت کا اعلان کیا تو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکر نے ان سے کہا:

''خوب! اب رسول اللہ کی بجائے ہرقل بادشاہ کی سنت جاری کی جارہی ہے کہ ادھر ایک بادشاہ مرا اور ادھر اس کا بیٹا تخت نشین ہوا۔ قسم بخدا ایسا نہ ہوگا!''

(۴۶) امیر معاویہؓ نے انہی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے لیے بھاری رقم بھیجی۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر واپس کر دی کہ میں دین کو دنیا پر قربان نہیں کرنا چاہتا۔''

ایفائے عہد

وعدہ کی تکمیل اخلاق قرآنی کا ایک اہم جزو ہے۔ قرآن مجید مومنوں کی اس صفت کے تذکرہ میں فرماتا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

.... والذین هم لامانتهم وعهدهم راعون. (۷۰:۳۲)
مومن اپنی امانت اور وعدہ دونوں کو پوری طرح نبھاتا ہے۔

اور ایفائے عہد کی تکمیل میں ارشاد ہے:

واوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولاo (۱۷:۳۴)
اور وعدہ کر کے ضرور پورا کرو کیونکہ اب تم اس کے ذمہ دار بن گئے ہو۔

اور سب سے اہم وعدہ اسے کہئے۔ جو انسان نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا۔ جب کہ اس قادرِ مطلق نے روحوں کو پیدا کیا۔ پھر ان سے پوچھا ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔'' سب نے عرض کیا ''ہاں! ہاں! اے پیدا کرنے والے تو ہی ہمارا معبود ہے۔''

واذاخذ ربک من بنی ادم من ظهورهم ذريتهم واشهدهم على انفسهم الست بربکم قالوا بلى شهدنا ان تقولوا يوم القيامة انا كنا عن هذا غفلين.o (۷:۱۷۲)
(یاد کرو وہ معاملہ!) جب اللہ نے حضرت آدم کی اولاد سے یہ وعدہ لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اس وقت سب نے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا۔ یہ شہادت ہم نے اس لیے کہلوائی (مبادا) قیامت کے روز انہیں یہ عذر نہ ہو کہ ہمیں تو کچھ علم ہی نہ تھا۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے اس وعدے پر قائم رہے اور ایک ''رب''۔ کے سوا کسی کی پرستش میں گرفتار نہ ہوئے۔

انبیائے کرام علیہم السلام تو اس سلسلہ کے داعی ہی تھے لیکن ان کے ساتھیوں نے بھی اس وعدہ کو کس کس طرح پورا کر کے دکھایا! حتیٰ کہ:

عشق میں خوفِ جاں سے درگزرے
ہم نے ٹھانی جو دل میں کر گزرے

(۴۷) حضرت بلالؓ کو کفار لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں ڈال دیتے عرب کی وہ دھوپ! الاماں !! شہر کے لونڈے حضرت بلالؓ کو مکہ کی پہاڑیوں میں گھسیٹتے لیکن حضرت بلالؓ کی زبان سے اپنے اس وعدہ کے خلاف کبھی کوئی اور حرف نہ نکلتا۔ یعنی

احد! احد!! احد!!!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اللہ ہی معبود ہے! اللہ ہی پرستش کے قابل ہے۔ اللہ ہی کو خدائی بنتی ہے)

اس مظلوم کی مدح میں اقبال نے کہا ہے۔

آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں
زندگی مثلِ بلال حبشی رکھتے ہیں

(۴۸) حضرت خبابؓ جوام انمار رضی اللہ عنہما کے غلام تھے۔ اسلام لے آئے۔ تو ان کی مالکہ نے گرم لوہاان کے سر پر رگڑ دیا۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ان کی پشت دیکھی اور حیران ہوکر فرمایا۔ ''ارے یہ نشان کیسے ہیں؟ خباب نے فرمایا۔ ''میرے اسلام لانے پر کفار مجھے انگاروں پر گھسیٹتے رہے۔ یہ وہی نشان ہیں۔''

(۴۹) حضرت ابوفکیہ رضی اللہ عنہ جو صفوان بن امیہ کے غلام تھے۔ قبول اسلام پر کفار انہیں طرح طرح کی اذیتیں دیتے رہے۔ حتیٰ کہ صفوان نے ان کے پاؤں میں رسی بندھوا کر گرم ریت پر دور تک انہیں گھسیٹا۔ اتفاق سے اسی وقت راہ میں ایک گبریلا (گندگی کا کرم) نظر آیا۔ صفوان نے کہا۔۔۔۔ ''ارے تیرا خدا یہی تو نہیں! حضرت ابوفکیہ نے فرمایا میرا اور تیرا دونوں کا خدا اللہ وحدہٗ لاشریک ہے!''

چاہو اگر تو دیکھ لو حق میں انہی کو دوستو!
جس نے کہ عشق و حسن کو اپنی مثال کر دیا

ایک اور وعدہ تھا جس کا تذکرہ ایمان بالرسول کے عنوان سے فرمایا گیا ہے۔ (یعنی)

انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیرا o لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلاًo (۴۸:۸:۹)

اے نبی! ہم نے تمہیں نمونہ ہدایت اور بشارت دینے والا جنت کی اور خوف دلانے والا دوزخ سے مقرر فرما کر بھیجا (اور اے لوگو!) تمہیں مکلف کیا گیا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ! رسول کی اعانت اور اس کی توقیر کرو! اور اس نعمت پر اللہ کی تسبیح وحمد) صبح وشام پڑھتے رہو!

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا اور اس پر عمل کا وعدہ اس طرح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورا کیا:

(۵۰) مدینہ منورہ میں عبداللہ [1] بن سلول منافق نے انصار کو مہاجرین کے خلاف بھڑکایا۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (اس کے بیٹے) نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے باپ کو قتل کر ڈالوں۔''

(۵۱) غزوۂ بدر میں عتبہ کافروں کی طرف سے میدان میں نکلا۔ تو رسول اللہ کی اعانت ''توقیر'' کے وعدے کرنے والی جماعت میں سے عتبہ کے فرزند عالی مقام حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ باپ کے مقابلے کے لیے نکلے۔

(۵۲) غزوۂ بدر میں (حضرت) عبدالرحمٰن ابن ابوبکرا بھی تک کفر و انکار کو نبھا رہے تھے اور ان کے والد رسول اللہ کی تعظیم کا وعدہ پورا کرنے میں مصروف تھے۔ ارشاد قرآنی ''تعزروہ وتوقروہ'' کے پورا کرنے میں حضرت ابوبکر اپنے منکر بیٹے کے مقابلہ میں نکل آئے۔

(۵۳) اسی بدر کے اسیر کافروں کے لیے جب تک گردن مارنے کا مشورہ تھا۔ حضرت عمر نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ علیؓ سے فرمایئے کہ وہ اپنے بھائی عقیل کی گردن مارے اور میں اپنے فلاں عزیز کا سر قلم کروں۔''

(۵۴) صحابیہ بیبیوں میں حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا کا خدا اور اس کے رسول سے ایفائے عہد دیکھئے۔ آپ کے بیوہ ہو جانے کے بعد حضرت ابوطلحہ (جو بعد میں اسلام لے آئے) نے آپ کو پیغام نکاح بھیجا جناب ام سلیم نے فرمایا:

''کیا میں تیری زوجیت کو منظور کرلوں؟ تو جو زمین سے اُگنے والے پودے کو خدا سمجھے بیٹھا ہے۔''

ابوطلحہ نے جواب دیا: ''بے شک''

حضرت ام سلیم نے فرمایا: ''تجھے شرم نہیں آتی کہ تو درخت کی پوجا کرتا ہے اگر تو اسلام قبول کرے۔ تو مجھے تیری درخواست منظور ہے اور تیرا ہی اسلام میرا حق مہر ہوگا۔''
(اصابہ ج ۸ ص ۲۴۳)

۱۔ اس منافق کا نام بھی عبداللہ تھا اور اس بدنصیب کے خوش بخت فرزند کا نام نام بھی عبداللہ ہی تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوطلحہ کو بھی وہ بھولا ہوا عہد یاد آ گیا اور از سرنو خدا کی وحدانیت کا وعدہ پورا کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ حضرت ابوطلحہ کا عقد بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہو گیا۔

پس! نہایت اہم وعدے وہ ہیں۔ جو ہم نے اللہ کے حضور اس کی ربوبیت کی تصدیق (قالو بلی) سے باندھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت اور تعظیم کے سلسلے میں کیے۔ یہ دونوں وعدے ابھی تک ہمارے ذمے ہیں۔

(۵۵) صحابہ کرام کے معاہدوں کی پابندی پر ہرمزان اور حضرت عمرؓ کا واقعہ کس قدر نصیحت آمیز ہے۔

علاقہ خورزستان (جو ایران وعراق کے درمیان واقع ہے) کا بادشاہ ہرمزان حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کرتے کرتے تھک گیا اور شہر شوستر میں خود کو محصور کر لیا مسلمانوں نے وہاں بھی اس کا تعاقب جاری رکھا مگر ہرمزان قلعہ کے برج پر چڑھ گیا اور بآواز بلند پکارا کہ اس وقت بھی میرے پاس ایک سو تیر باقی ہیں جب تک ایک سو لاش خون میں تڑپتی ہوئی نظر نہ آئے گی مجھ پر کسی کا ہاتھ نہ اٹھ سکے گا۔ تاہم میں اس شرط پر خود کو تمہارے حوالے کرتا ہوں کہ مجھے اپنے خلیفہ (حضرت عمرؓ) کے پاس لے چلو۔ سپہ سالار حضرت ابوموسیٰ نے اس کی یہ شرط منظور کر لی۔ ہرمزان اپنے ملک کا بادشاہ تھا۔ شاہی کروفر کے ساتھ روانہ ہوا۔ وہی تاج جو (ان کے ہاں) آذین کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے سر پر رکھا۔ اطلس کی قبا زیب تن کی۔ شاہان عجم کے دستور کے مطابق زیور پہنے' کمر میں مرصع زرنگار شمشیر لگائی۔ دائیں بائیں وزیروں اور متصدیوں کا لاؤ لشکر۔ اس شان وشوکت سے ہرمزان اور اس کے وزیروں اور لشکر کا ایک مختصر دستہ مدینہ منورہ پہنچا ہرمزان مضطرب تھا کہ امیر المومنین کے دربار کا مینار نظر آئے۔ مگر مسلمان انہیں مسجد نبوی میں لے گئے۔ جہاں اس وقت حضرت عمرؓ زمین پر استراحت فرما رہے تھے۔ یہی ان کا شاہی محل تھا۔ آپ نے ہرمزان کی طرف دیکھا تو مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "یہ دنیائے دوں کی دلفریبیاں ہیں۔"۔۔۔ حضرت عمرؓ ہرمزان سے بے حد برہم تھے۔ کیونکہ وہ کئی دفعہ مسلمانوں سے صلح کر کے پھر گیا تھا۔ شوستر کے معرکہ میں دو بڑے مسلمان افسر اس کے ہاتھ سے شہید ہو چکے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ حضرت عمرؓ اس کے قتل کا ارادہ کیے بیٹھے تھے۔ مگر اسے اپنا بیان دینے کے حق سے محروم نہ رکھنا چاہتے تھے۔ ہرمزان نے کہا:

"اے عمرؓ! جب تک خدا ہمارے ساتھ تھا تم ہمارے غلام تھے آج خدا تمہارے ساتھ ہے ہم تمہارے غلام ہیں!"

یہ کہنے کے بعد فوراً پینے کے لیے پانی مانگا' جب پانی آ گیا' تو حضرت عمرؓ سے درخواست کی۔۔۔ "جب تک میں یہ پانی نہ پی لوں۔ مجھے قتل نہ کیا جائے۔"

جسے حضرت عمرؓ نے منظور کر لیا۔

ہرمزان نے پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور کہا۔

"۔۔۔میں پانی نہیں پیتا اور آپ مجھے شرط کے مطابق قتل نہیں کر سکتے۔"

حضرت عمرؓ ہرمزان کے اس مطلب پر حیران رہ گئے' مگر وعدہ کر چکے تھے۔ وفا لازم سمجھی اور چپ ہو گئے۔ ادھر ہرمزان نے کلمہ توحید پڑھا اور عرض کیا:"

"۔۔۔میں پہلے ہی اسلام لا چکا تھا' لیکن یہ تدبیر اس لیے کی کہ لوگ نہ کہیں کہ میں نے تلوار کے خوف سے اسلام قبول کر لیا ہے۔"

حضرت ہرمزان کو مدینہ منورہ رہنے کی اجازت دی گئی۔ امیر المومنین جناب عمرؓ بن الخطاب فارس اور اس کے اطراف و نواح کی جنگوں میں حضرت ہرمزان سے مشورہ لیا کرتے۔ (۱)

(۵۶) اُمیہ ابن خلف اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف دونوں کا وطن مکہ معظمہ تھا۔ جہاں کسی طرح باہم یہ معاہدہ ہو گیا کہ مکہ میں عبدالرحمٰن کی جان کی حفاظت اُمیہ کرے گا اور مدینہ میں حضرت عبدالرحمٰن اُمیہ کی جان کی حفاظت کریں گے۔۔۔ اب غزوہ بدر شروع ہو گیا۔ امیہ کافروں کی ٹولی میں نکلے اور عبدالرحمٰن مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ آئے۔ بدر میں طرفین کے لشکر شب میں سو گئے۔ مگر حضرت عبدالرحمٰن کو اپنے حلیف کا خیال نہیں بھولا۔ وہ اپنے خیمے سے نکلے' حضرت بلال کو ان دونوں کے اس معاہدہ کا علم تھا اور حضرت عبدالرحمٰن کی افتاد سے بھی جناب بلالؓ آگاہ تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو جگا دیا کہ عبدالرحمٰنؓ اپنے دوست امیہ کو بھگانے کے ارادہ سے جا رہے ہیں' یہ سن کر کئی مسلمان باہر نکل

۱۔ مقتبس از الفاروق۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے۔ مگر حضرت عبدالرحمنؓ نے اپنے حلیف کے اوپر گر کر انہیں اپنے نیچے چھپالیا۔ مسلمان حضرت عبدالرحمنؓ پر وار نہ کر سکتے تھے۔ مگر امیہ کو زندہ چھوڑنا بھی انہیں گوارا نہ تھا۔ وہ عبدالرحمنؓ کے پیروں کو بچا بچا کر امیہ کو تلواریں مارتے رہے اور آخر امیہ کو قتل کر ہی ڈالا مگر اس ایفائے عہد میں حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف کے پیر بھی بری طرح زخمی ہو گئے۔ (بخاری شریف)

ان وعدوں کے سوا ہمارے آپ کے روزمرہ کے وہ وعدے بھی اس حکم میں شامل ہیں۔ جن کی پابندی کے بغیر ہم اپنے اور اپنے گردوپیش رہنے والوں کی زندگی خوشگوار نہیں بنا سکتے!

(۵۷) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک وعدہ یاد آ گیا۔ آپ ہجرت کے ارادہ سے نکلے' تو کفار مکہ نے عام منادی کر دی کہ جو شخص محمد (صلوٰت اللہ علیہ) کو گرفتار کر لائے۔ اسے ایک سو اونٹ انعام ملے گا۔ بدوؤں میں سے ایک شخص جن کا نام سراقہ ہے۔ اسے دور سے ریت اڑتی نظر آئی۔ وہ سرپٹ گھوڑا دوڑاتے ہوئے آپؐ کے سر پر جا پہنچے۔ مگر وہاں تو مشیت کو اسی خاتم المرسلینؐ کے ذریعہ تکمیل دین کرنا تھی۔ ابوجہل اور ابولہب ہی مکہ کی دربندی نہ کر سکے تو غریب سراقہ ۔۔۔ کس شمار میں تھے۔ قہر خداوندی سے سراقہ ۔۔۔ کا گھوڑا رانوں تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ سمجھ گئے کہ یہ کلمہ سربلند ہو کر ہی رہے گا۔ عرض کیا۔ ''اس موقعہ پر میری جان بخشی کا وثیقہ لکھوا دیجئے۔'' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے یہ تحریر لکھوا دی اور ۔۔۔ فتح مکہ کا غلغلہ جس روز تمام وادی میں گونجا' سراقہ کے پاس ہر چند امان کا وثیقہ محفوظ تھا۔ مگر اس مجبوری کی حالت کے مقابلہ میں آج کی سطوت محمدیہؐ سے طرح طرح کے وسوسے اس کے دل میں پیدا ہونے لگے۔ سراقہ اسی برق رفتار گھوڑے پر مکہ معظمہ پہنچے اور ڈرتے ہوئے وہ ۔۔۔ وثیقہ پیش کیا۔ صاحب خلق عظیمؐ نے سراقہ کو پہچانا اور فرمایا ۔۔۔۔ "یوم وفاء وبر۔" (زادالمعاد ج ا ص ۳۰۹)

(میں اس تحریر کی تصدیق کرتا ہوں' آج کا دن ایفائے عہد اور عام معافی کا ہے)

۔۔۔ حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم مشہور صحابہ رسول سے ہیں۔

صدقے اس محمد کے جس نے دنیا بھر کے دلوں کو ایفائے عہد کا سبق دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی دنیائے حسن میں اے شوق!
تو نے ان سا بھی دلربا دیکھا!

عدل وانصاف

حق دار کا واجب حصہ نہ دینا بے انصافی ہے (عدل کے معنیٰ برابر کرنا اور انصاف کے معنیٰ مثلاً پورا نصف نصف حصہ کرنا ہے) مگر بے عدلی کا سب سے بڑا شکار ذاتِ خداوندی ہی کو بنا لیا گیا کہ جن چیزوں میں خدائی کی ذرہ برابر خوبی نہ تھی انہیں خدا کے برابر ٹھہرا دیا! جس سے دلوں میں ایسا خوف اور رُعب طاری ہوا کہ ایسے لوگوں کے تمام اعمال سراپا لغزش اور غلطیوں کا مجموعہ بن گئے۔

الحمدلله الذی خلق السموت والارض وجعل الظلمت والنور ثم الذین کفروا بربهم یعدلون ٥ (٦ : ١)

ہر قسم کی حمد اس ذاتِ خداوندی کے لیے زیبا ہے جس نے آسمان اور زمین خلق فرمائے پھر تاریکی اور روشنی پیدا کی، پھر بھی یہ لوگ منکر ہیں کہ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو برابر بنائے بیٹھے ہیں۔

یعنی دنیا جہاں کا خالق تو وہ پاک پروردگار ہے جو تمہاری پرورش تک کے سامان کر رہا ہے، (جنہیں تم دیکھ اور سمجھ رہے ہو) لیکن یہ خوبی اس ذات کبریا کی بجائے دوسروں کے پلے میں ڈال رہے ہو۔

یاایها الناس ضرب مثل فاستمعوا له ان الذین تدعون من دون الله لن یخلقوا ذبابا ولواجتمعوا له وان یسلبهم الذباب شیئا لا یستنقذوه منه ضعف الطالب والمطلوب ٥ ماقدروا الله حق قدره ان الله لقوی عزیز ٥ (٢٢ : ٧٤)

اے لوگو! (سنو!) ایک مثال بیان کی جاتی ہے (یعنی) بلاشبہ جو لوگ ذات باری کو چھوڑ کر دوسروں کی پوجا میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کے یہ سب معبود مل کر بھی تو مکھی جیسی حقیر شے پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ اگر مکھی ان سے کچھ لے اڑے تو سب مل کر وہ شے واپس نہیں لے سکتے۔

(پس) طالب اور مطلوب دونوں قاصر ہیں! (بات یہ ہے کہ) مشرکین نے اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ کی قدر ہی نہیں جانی' بے شک خداوند عالم صاحب اقتدار و غالب ہے۔

باہمی بے انصافی

جو شخص خدا تعالیٰ کی ذات وصفات شناخت کرنے میں قاصر ہے۔ ناممکن ہے کہ وہ باہمی معاملات کے اندر عدل میں پورا اترے۔ ایک طرف غیر ہے۔ دوسری طرف اس کے والدین یا قرابت دار یا بعض اوقات خود اس کا ذاتی معاملہ دوسروں سے ٹکرا رہا ہے۔ انصاف بھی اس کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے۔ اگر اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی عظمت اور برتری ہے۔ اس کی اتاری ہوئی کتاب پر یقین اور قرآن کے بتائے ہوئے سزا و جزا پر ایمان ہے تو اس کے ہاتھ سے ناانصافی ہونا مشکل ہو جائے گا۔ وہ اپنے والدین کے خلاف فیصلہ دے گا اور اس کے دل میں کوئی کسک نہ اٹھے گی۔ رشتہ داروں کے حقوق انصاف و عدل کے مقابلہ میں نظر انداز کر دے گا اور اسے ذرہ بھر ندامت نہ ہوگی۔ وہ اپنی ذات کو خطرے میں ڈال کر تامل نہ کرے گا کیونکہ اس کے سامنے انصاف و عدل کی عظمت ہوگی۔ جسے وہ اس قرآنی ارشاد کے مطابق سب سے بڑی جیت سمجھے گا۔ کہ:

یاایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھدآء اللہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولی بھما فلا تتبعوا الھوی ان تعدلوا وان تلوا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیراً ٥ (۴:۱۳)

اے مومنو! پوری طرح حق شہادت ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کو (اپنی شہادت) گواہ سمجھتے ہوئے! اگرچہ اس عدل (شہادت) میں خود تمہیں یا تمہارے والدین اور قرابت داروں ہی کو ضرر کیوں نہ پہنچ جائے ان میں سے ہر ایک کی تونگری اور محتاجی کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو۔ وہ دونوں کا نگہبان ہے۔ شہادت کے وقت اپنی خواہش سے دب کر عدل سے نہ پھر جاؤ۔ نہ بات کہتے وقت ذومعنی شہادت دو۔ نہ گواہی سے اعراض کرو! (کیونکہ) اللہ تعالیٰ تمہارے ہر معاملے کی حقیقت سے باخبر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انصاف کی کتنی پر تاثیر تلقین فرمائی قرآن کریم نے!

محتاج بوئے عطر نہ تھا جسم خوب یار
خوشبوء دلبری تھی جو اس پیرہن میں تھی

(۵۸) یہ تو اپنوں کے متعلق عدل کی ہدایت تھی۔ اب دشمنوں کے معاملہ میں انصاف کی فراوانی کا نقشہ ملاحظہ فرمائیے!

یاایھا الذین امنوا کونوا قوامین لِلّٰہ شھدآء بالقسط.... یہاں تک الفاظ آیت مذکور کے مطابق ہیں۔

(اب غیروں کے حق میں انصاف کا معاملہ پڑھئے)

.... ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھوا قرب للتقوی واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون○ (۸:۵)

(۔۔۔ اے مومنو!) اپنی دشمن قوم کی عداوت تمہیں ان کے معاملے میں کہیں عدل سے نہ ہٹا دے (نہیں! نہیں) ان کے ساتھ بھی عدل کرو۔ یہ (انصاف) عین تقویٰ ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک وہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

عدل کے چند واقعات

(۵۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ ذکر ہو رہا تھا۔ ایک صاحب نے کہا ''۔۔۔انشآء اللہ ورسولہ'' (اگر اللہ اور اس کا رسول چاہے) آنحضرتؐ نے اسے منع کرتے ہوئے فرمایا:

اجعلتنی للہ ندا قل انشاء اللہ وحدہ!

(ارے! تم نے تو مجھے اللہ کا شریک بنا لیا ایسا مت کہو! بلکہ یوں کہو اگر اللہ تعالیٰ اکیلا چاہے۔)

(٦٠) ایک غلام اپنے دو آقاؤں کا نصف نصف حصہ تھا۔ نصف حصہ کے ایک مالک نے اپنے حصہ کا غلام آزاد کر دیا۔ مگر وہ غریب اب بھی ویسا ہی پابند رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا کہ:

''خدا تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں' پھر غلام کے نصف کے مالک سے سفارش کر کے اس کے حصہ میں سے آزاد کرا دیا۔''

اب وہ غلام آزاد شہری تھا۔

(۶۱) ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاں ایک صاحب کئی روز تک مہمان کے طور پر رہے اور آپ سے شناسائی ہو گئی لیکن پھر وہی مہمان کسی مقدمہ میں فریق بن کر آئے۔ حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو فرمایا: اب آپ میرے ہاں سے تشریف لے جایئے ہم فریق مقدمہ کو اپنے ہاں مہمان نہیں بنا سکتے۔

(۶۲) حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے ایک یہودی اور مسلمان کا مقدمہ پیش ہوا اور حضرت عمرؓ نے فیصلہ یہودی کے حق میں دیا: وہ بے ساختہ کہہ اٹھا۔ آپ نے انصاف سے فیصلہ صادر فرمایا:

(۶۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمارؓ بن یاسر کو والی (گورنر) مقرر کیا۔ تو ایک صاحب نے عرض کیا۔ عمارؓ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ نے ان کو کہاں کا والی مقرر فرمایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے چند سوال کیے تو اعتراض صحیح نکلا اور آپؓ نے حضرت عمارؓ کو معزول کر دیا۔

(۶۴) حضرت عمارؓ کے بعد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا (کوفہ پر) تقرر فرمایا لیکن کوفہ والوں نے شکایت کی کہ (ابوموسیٰؓ) کا غلام تجارت کرتا ہے تو حضرت عمرؓ نے ان کو بھی کوفہ سے ہٹا لیا۔

(۶۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی کو عامل بناتے تو ہدایت فرماتے کہ عیش میں مبتلا نہ ہو جانا۔ اسی بنا پر ہر ایک (عامل) سے یہ وعدہ لیتے کہ:

(۱) ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوں گا۔

(۲) چھنا ہوا آٹا نہ کھاؤں گا۔

(۳) باریک پوشاک استعمال نہ کروں گا۔

(۴) دروازے پر دربان نہ رکھوں گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵) اہلِ معاملہ کے لیے اپنا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھوں گا۔

ایک روز (حضرت عمرؓ) کہیں جا رہے تھے۔ دفعتہً یہ آواز آئی۔

''اے عمر! کیا یہ معاہدے تمہیں نجات دلوا سکتے ہیں حالانکہ تمہارا عامل عیاض بن غنم باریک کپڑے پہنتا ہے اور اس کے محل پر دربان کمر بستہ کھڑا رہتا ہے۔''

آپ نے اسی وقت حضرت محمد بن مسلمہ کو بھیجا کہ عیاض جس حالت میں ہو اسے گرفتار کرلاؤ۔ وہ پہنچے تو واقعی ان کے دروازے پر دربان پہرہ دے رہا ہے۔ یہ بغیر دریافت کیے اندر چلے گئے دیکھا تو عامل صاحب نے باریک قمیص زیب تن فرما رکھی ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا ''چلیے! امیر المومنین کے حضور!'' عیاض نے درخواست کی ''قبا اوڑھنے کی اجازت ہے؟'' محمد بن مسلمہ نے کہا ''ہرگز نہیں امیر المومنین کا یہی حکم ہے کہ آپ جس حال میں ہوں اسی میں آپ کو گرفتار کرلیا جائے۔'' اور عامل صاحب اسی حالت میں حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوئے۔ اللہ رے انصاف! عمرؓ نے پہلے تو ان کی قبا اتروائی' اس کے بعد ان کا کرتہ اتروا دیا۔ اس کے بعد ایک عصا اور بکریوں کا گلہ منگا لیا اور عامل صاحب سے فرمایا:

''یہ کرتہ پہنو! یہ عصا ہاتھ میں لو اور یہ بکریاں چراؤ!''

عیاض بن غنم نے کہا کہ:

''ایسی زندگی سے تو موت بہتر ہے!''

امیر المومنین نے فرمایا ''گھبراتے کیوں نہ ہو! تمہارے باپ کا نام غنم اس لیے رکھا گیا تھا کہ وہ بکریاں چراتے تھے۔'' (عرب میں بکری کو غنم کہتے ہیں)

حضرت عمر نے عاملِ کوفہ کے محل کو آگ لگوادی

(۶۶) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ میں اپنے لیے ایک عالی شان محل بنوا لیا۔ امیر المومنین (حضرت عمرؓ بن الخطاب) نے سنا' کہ محل کی بلندی اور وسعت کی وجہ سے اہلِ معاملہ کی آواز عامل صاحب تک نہیں پہنچ سکتی۔ آپ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو کوفہ بھیج کر سعد کے محل میں آگ لگوادی!

(۶۷) حضرت عمرؓ نے جناب نعمانؓ بن عدیؓ کو میسان کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نگران کی بیوی ہمراہ نہ جاسکیں تو حضرت نعمانؓ نے بی بی کی طرف ایک خط لکھا جس میں کچھ اشعار تھے اور ان میں شراب سے محبت کے کنائے لیے گئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خط کا مضمون سنا تو شراب ۔۔۔ والا شعران کو بہت ناپسند آیا۔ اس کے بعد جناب نعمانؓ کو معزول کر دیا۔ حضرت نعمان مدینہ آئے تو حلف کے ساتھ کہا۔ یہ اشعار صرف زبان پر آ گئے تھے۔ ورنہ میں نے کبھی شراب نہیں پی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے یقین ہے کہ تم نے شراب کبھی نہیں پی، مگر ایک عامل کے لیے یہ زیبا نہیں کہ حرام شے کی تعریف شعروں میں کرے۔ اب میں تمہیں کبھی عامل نہ بناؤں گا۔"

(۶۸) عہدِ فاروقی میں ایک آقا نے غلام کو کسی کام کے لیے بھیجا مگر وہ سو گیا مالک واپس آیا۔ تو غصہ میں آ کر سوتے ہوئے غلام کے چہرے پر دہکتے ہوئے انگارے ڈال دیئے۔ غلام گھبرا کر اٹھا اور سوزش کی بے کلی سے کنوئیں میں کود پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو مالک کی اس بے رحمی پر اسے آزاد کرادیا۔

(۶۹) مصر میں حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالا خانہ تعمیر کرالیا۔ حضرت عمرؓ نے گورنر مصر جناب عمرو بن العاصؓ کو یہ فرمان بھیجا: "میں نے سنا ہے کہ خارجہ نے بالا خانہ بنالیا ہے جس سے وہ ہمسایوں کی پردہ دری کرنا چاہتا ہے۔ جس وقت میرا یہ خط آپ کو ملے، خارجہ کا بالا خانہ مسمار کرادیا جائے۔"

سخاوت

سخاوت ہے اپنے مال و دولت اور قوتِ بازو کو دوسروں کے لیے اس طرح بے دریغ خرچ کرنا کہ صرف ان کی بھلائی کا خیال مدِنظر ہو۔ قرآنی زندگی کا یہ سبق بے حد نمایاں ہے کہ افراد و ملت کی اجتماعی یا انفرادی ضرورت کے موقع پر ہر ایک قسم کی امداد ایک دوسرے پر واجب ہو جاتی ہے۔ کسی کی دولت اپنی دولت نہیں رہتی۔ بلکہ ضرورت مندوں کی ملکیت بن جاتی ہے۔ کسی کی جان اپنی جان نہیں رہ سکتی بلکہ انسانیت کی حفاظت کے لیے اسے قربان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا پڑتا ہے۔ البتہ قرآنی زندگی کے ثمرات میں عام روش سے ایک الگ شاہراہ ضرور ہے۔ دوسرے مذہبوں میں ملک وملت کے لیے اپنا مال و جان نثار کر دینے میں جو اعزاز حاصل ہے۔ بے شک وہ بہت بڑی عزت ہے لیکن قرآنی زندگی کے مطابق یہ اعزاز دنیا میں بھی ہے مگر اس کا ثمرہ یہیں تک ختم نہیں ہو جاتا بلکہ دنیا سے کہیں زیادہ ایک اور آنے والی زندگی میں حاصل ہے جسے عقبیٰ کہتے ہیں۔

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون . وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقرآن ومن اوفی بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذلک ھو الفوز العظیم○ (۹ : ۱۱۱)	بلاشبہ! مومنین کی جانیں اور اموال اللہ تعالیٰ نے ان سے جنت کے عوض خرید لیے ہیں۔ کیونکہ وہ اس کی راہ میں جہاد کر کے اپنی جانیں نثار کرتے اور دشمنانِ ملت کی گردنیں مارتے ہیں اور اللہ کا یہ وعدہ (اعطائے جنت) اس پر واجب ہے جیسا کہ توریت میں مذکور ہے۔ انجیل میں اس کا تذکرہ ہے اور قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے اور ایسا کوئی شخص ہے جو ایفائے عہد میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ پابند ہو۔؟

پس اے مسلمانو! تمہیں بشارت ہو۔ اس سودے کی جو تم (اللہ کے ساتھ) کر رہے ہو! اور یہ تمہارے لیے بڑی کامیابی ہے۔

(۷۰) جب مسلمان دین کی خاطر مکہ چھوڑ کر ہجرت پر مجبور ہوئے۔ تو انصارِ مدینہ نے۔

سامنے مہمان کے جو کچھ تھا حاضر رکھ دیا

حضرت سعد بن ربیع (انصاری) رضی اللہ عنہ نے جناب عبدالرحمٰن بن عوف کو اپنے گھر لے جا کر فرمایا:

"اہل مدینہ سمجھتے ہیں کہ میں بڑا مالدار ہوں، لیجیے اس گھر کی تمام چیزوں کا نصف اٹھا لیجیے اور دیکھئے میرے گھر میں دو بیویاں ہیں اور آپ اللہ کے لیے ہجرت کر کے ہمارے ہاں تشریف لائے ہیں۔ ان دونوں میں سے جسے آپ فرمائیں میں طلاق دے دوں اور عدت گزرنے کے بعد آپ اس سے عقد فرمالیں۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح رہے کہ یہ پردہ کا حکم آنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اور مدینہ منورہ میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار میں جو بھائی چارہ اس صورت میں قائم فرمایا تھا کہ ایک مہاجر اور ایک انصار دونوں کو بھائی بھائی بنا دیا اس کے مطابق حضرت سعد بن ربیع اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما بھائی بھائی بنائے گئے تھے۔ پس حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی جناب سعد بن ربیع ؓ سے فرمایا: ''آپ کا گھر اور مال آپ کو مبارک ہو۔ مجھے ''قینقاع'' کی منڈی کا راستہ بتا دیجئے۔ ایسے اہل سخاوت مدینہ والوں کے لیے یہ آیت نازل ہوئی:

والذین تبوو الدار والایمان من قبلهم یحبون من هاجر الیهم ولا یجدون فی صدورهم حاجة مما اوتوا ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة ومن یوق شح نفسه فاولئک هم المفلحون.ο (۹:۵۹)

اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں میں بحالتِ ایمان مقیم ہیں لیکن جو شخص ان کے ہاں ہجرت کر کے آ جائے اس کے لیے بلا تنگی دل مال و دولت صرف کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ آنے والوں کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے ہیں اور جو شخص بخل سے محفوظ رہا وہی کامیاب ہے۔

(۷۱) اہلِ مدینہ کی سخاوت دیکھئے کہ مہاجرین مکہ کی پرورش ہی نہیں۔ ان کی باقاعدہ آبادکاری کے لیے اپنے ذاتی باغات انہیں سونپ دیئے چہ جائیکہ تارکینِ وطن کی متروکہ املاک تک دینے دلانے میں حیلے بہانے کیے جاتے ہیں۔

پھر جب مدینہ منورہ سے یہود کے قبیلہ بنونضیر کا اخراج ہوا تو انصار مدینہ نے اپنی سخاوت کو اور بھی زیادہ کر دیا۔ بنونضیر کے باغات واراضی عام مسلمانوں پر تقسیم ہونا تھی۔ مگر انہوں نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

''یارسول اللہ! ہمارے مکہ والے بھائی بڑی تکلیف میں ہیں۔ ان باغات و زمین سے ہمارا حصہ بھی انہی کو دے دیجئے اگر خود چاہیں تو ہمارے باغ ہمیں واپس عنایت فرما دیں۔''

یہ ہے سخاوت جو نام آوری کے لیے نہیں بلکہ قوم کی ضرورت کے موقعہ پر کی جا رہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ پس ہر وہ شے جو دوسروں کی منفعت کے لیے خرچ کی جائے۔ وہ زکوٰۃ ہو یا فطرہ ہو یا بطور سخاوت اسے لٹایا جائے ہر ایک قسم پر بقدر رحمت و وسعت قرآنی تعلیم و ارشاد کے مطابق یہ ثمرات ہیں:

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ ۝ واللہ یضاعف لمن یشاء واللہ واسع علیم ۝ (۲:۲۶۱)	اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ایسا ہے جیسے ایک دانہ بو دیا جائے اس میں سے سات خوشے پھوٹیں اور ہر ایک خوشہ میں ایک سو دانے نکلیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ اضافہ فرما دیتا ہے اس کے ہاں فراخی کی تو حد ہی نہیں۔

لیکن خیال رہے کہ سخاوت اس مال سے علیحدہ ہے جو قرآنی ہدایت کے مطابق زکوٰۃ کے نام سے ہے اور جس کی مقدار بہت ہی کم ہے بلکہ سخاوت وہ ہے جو امام حسن رضی اللہ عنہ نے کر دکھائی۔

(۷۲) ایک شخص مسجد میں بیٹھا ہوا دس ہزار درہم کے لیے دعا مانگ رہا تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی آواز سن لی۔ دولت خانہ پر تشریف لائے اور دس ہزار درہم کی تھیلیاں اس شخص کو بھجوا دیں۔

(۷۳) اور سخاوت یہ ہے جیسا کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے ابوذر! مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور تیسرے دن تک اس میں سے ایک اشرفی بھی میرے پاس بچ رہے۔ بجز اس غرض کے جو کسی شخص کا مجھ پر قرض ہو اور قرض ادا کرنے کی نیت سے اس میں سے اتنا مال اپنے پاس رکھ لوں۔ تو اے ابوذر! میں اس مال کو دونوں ہاتھوں سے خدا کی مخلوق میں تقسیم کر کے اٹھوں گا۔"

(۷۴) آنحضرت صلوات اللہ علیہ ہی کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیے! یہی وہ صفات تھیں جن کی وجہ سے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر روز ترا ذکر ہے ہر شب ہے تری یاد
یہ جانِ تمنا ہے وہ جانانِ تمنا

رسول کریمؐ کی بکریوں کا ریوڑ دیکھ کر ایک غریب الحال شخص نے اپنی ضرورت پیش کی اس پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ریوڑ اسے ہانک دیا۔ یہ صاحب جب اپنے قبیلہ میں واپس آئے تو ان الفاظ سے آنحضرتؐ کا ذکر کیا:

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس قدر فیاض ہیں کہ سخاوت کرتے وقت اپنے مفلس ہو جانے کا خیال بھی نہیں کرتے۔"

بے شک سخاوت یہی ہے کہ بخشش کرنے والا اپنی ضرورت کو بھول جائے۔ اسی قسم کی سخاوت میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے واقعات ہیں۔

(۷۵) جناب صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ عسرہ میں امداد کرنے کے لیے صرف خدا اور رسولؐ کی محبت گھر میں رکھ کر تمام مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا۔

(۷۶) حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ یہودی کے باغ میں شب بھر پانی کھینچ کر مزدوری کے جولائے۔ تو ان کے تین حصے کر کے یکے بعد دیگرے حضرات حسنین وسیدہ (علیہم السلام) کو کھلانے بیٹھے۔ تو ہر سہ مرتبہ یہ کھانا اپنے بچوں کے آگے سے اٹھا کر سائلوں کو دے دیا اور خود سب کے سب بھوکے رہ گئے۔

دوستو! یہ ہیں سخاوتیں جن سے اسلام کے درخت میں پھل لگا۔

(۷۷) اہل عرب کی غربت کس حد تک پہنچ چکی تھی۔ اس کے باوجود حضرت سعد بن عبادہ (انصاری) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فیاضی کا یہ حال تھا کہ ہر شام کو مدینہ منورہ کے ایک ٹیلے پر سے منادی کراتے۔ کہ "جس شخص کو گوشت اور چربی کی ضرورت ہے میرے ہاں آجائے!" اس وقت کا معیارِ آمدنی اور حضرت سعدؓ کی سخاوت کا موازنہ کیجئے۔

(۷۸) اصحاب صفہ: وہ مشہور صحابۂ رسول ہیں۔ جن کی زندگی عبادت کے لیے وقف تھی۔ مسجد نبویؐ میں ان کا قیام رہتا۔ ان لوگوں کی آمدنی کا کیا سوال! دوسرے صحابہؓ ان میں سے دو دو ایک ایک صاحب کو مہمانی کے لیے اپنے گھر لے جاتے مگر حضرت سعد بن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادہ ان میں سے (۸۰) آدمیوں کو کھانا کھلانے کے لیے لے جاتے۔

(۷۹) حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا اس قدر سخی تھیں کہ اپنے حصہ کا جو مال آتا۔ صدقہ فرما دیتیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ان کے بھانجے ہیں (حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کے صاحبزادے) انہوں نے ام المومنین کو منع کیا تو آپ ان سے ناراض ہوگئیں۔

(۸۰) صحابی رسول حضرت منکدر بن عبداللہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ام المومنین نے دریافت فرمایا ''تمہارے کوئی بیٹا بھی ہے!'' حضرت منکدرؓ نے عرض کیا۔ ''میرے ہاں کوئی بیٹا نہیں!'' فرمایا ''اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو میں آپ کو پیش کر دیتی!''

عجیب اتفاق ہوا۔ اسی شام کو امیر معاویہؓ نے دس ہزار درہم ام المومنین کی خدمت میں بھجوائے۔ آپ نے اس وقت حضرت منکدر بن عبداللہ کو بلایا اور دس ہزار درہم ان کے حوالے فرما دیئے۔ انہوں نے اس رقم سے ایک لونڈی بھی خرید لی۔ جس کے بطن سے خداوند عالم نے کئی فرزند عطا فرمائے اور حضرت ام المومنین کے اس اشارہ کی تعبیر پوری ہوگئی۔

(۸۱) حضرت سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت اور بھی حیرت انگیز ہے۔ اگر کسی ضرورت مند نے آپ سے معاملہ عرض کیا اگر اس وقت کچھ پاس ہے تو اسے عنایت فرما دیا۔ ورنہ اس کے نام قرض کا تمسک لکھ دیتے۔ حضرت سعید نے انتقال فرمایا تو اسی ہزار اشرفی جناب پر قرض تھا۔ صاحبزادے نے نزع سے قبل دریافت کیا کہ اتنا قرض آپ پر کیسے ہوگیا؟ فرمایا:

> ''کسی شریف کی عزت بچاتے ہوئے یا کسی حیادار آدمی کو اس کے سوال کرنے سے قبل دینے کی خواہش نے مجھ پر یہ قرض کرا دیا۔''

آج کے متمدن اور قوم پرست ملکوں میں دوسروں کی مدد کے ذرائع بے شک بہت عجیب ہیں۔ لیکن حضرت سعید بن عاصؓ کی مثال تمام یورپ اور پورے امریکہ میں نہ ملے گی۔

(۸۲) حضرت سعید بن عامر (صحابی) رضی اللہ عنہ حمص کے گورنر تھے لیکن اپنی پوری تنخواہ غریبوں میں تقسیم کر دیتے اور خود معمولی حالت میں رہتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنہ ان کے پاس آئے۔ تو لوگوں سے پوچھا۔ ''یہاں کے غریبوں کی فہرست لاؤ۔ میں ان میں کچھ مال تقسیم کروں گا۔'' لوگوں نے کہا۔ ہمارے گورنر سعید بن عامر سب سے زیادہ محتاج ہیں۔۔۔ حضرت عمرؓ نے کہا انہیں تو خاصی تنخواہ ملتی ہے۔ جب اصل حال معلوم ہوا تو ایک ہزار اشرفی کا توڑا ان کے پاس بھیجا۔ مگر سعید بن عامر نے وہ بھی غریبوں کو بلا کر تقسیم کر دیا۔۔۔ ہمارے حکمران یہ تھے اور ترقی یافتہ ملکوں کے فرماں رواؤں کی طرف دیکھ لیجئے۔

۸۳۔ سخاوت کی عجیب مثال

قرآن میں غلاموں کو آزاد کرنے کے متعلق ہدایات ہیں اور بعض دیگر ایسے اشارات' جن کا منشا یہ ہے کہ قرآن مجید طبعاً اس ملکیت کو ختم کرنا چاہتا ہے۔

قسم اول: غلاموں کی مستقل آزادی کے متعلق۔

ا۔ جھوٹی قسم کھانے پر ایک غلام آزاد کیا جاتا ہے۔

لایؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام ٥ (۵: ۸۹)

جو قسمیں تم عادتاً کھاتے ہو۔ ان پر مواخذہ نہیں ہے۔ لیکن جو قسمیں تم مضبوط طریقہ پر کھاؤ۔ ان پر یہ مواخذہ ہے کہ ان کے کفارہ میں یا تو اپنے کھانے جیسا کھانا دس مسکینوں کو دو۔ یا اسی قدر لباس دو یا ایک غلام آزاد کرو اور اگر ان میں سے کسی چیز کی ہمت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھنا واجب ہیں۔

ب۔ قتل انسان پر غلام آزاد کیے جائیں اور اس کی تین صورتیں ہیں (سورۂ النساء ۱۳ واں رکوع ''وما کان لمؤمن ان یقتل مؤمنا الا خطاء'' سے پڑھئے۔ اس میں یہ تینوں صورتیں موجود ہیں۔ بخوف طوالت صرف حوالہ پر اکتفا کیا جاتا ہے)۔

ج۔ ظہار۔ ایک قسم کی کنائی (اشارۃ) طلاق پر۔ مثلاً کسی نے بیوی سے یہ کہہ دیا کہ ''تو میری ماں ہے'' اب یہ ایسی طلاق تو ہے نہیں جو حرمت کے قریب پہنچ جائے لیکن بیویوں کے معاملہ میں بے راہ روی سے مسلمانوں کو روکنا ضروری تھا اور ایک دوسری صورت میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پابند انسانوں (غلاموں) کو آزاد کرانا مقصود! اس لیے ایسی کنائی طلاق پر بھی غلام آزاد کرنے کی تاکید فرمائی گئی:

والذین یظاھرون من نسآئھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبة من قبل ان یتماسا ○ ذالکم توعظون به والله بما تعملون خبیر○ (۵۸:۳)

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے اظہار کرنے کے بعد پھر رجوع کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے ان پر ایک غلام آزاد کرانا واجب ہے۔ یہ تمہیں نصیحت دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

ہ۔ آزاد انسانوں کو اپنا وقار بڑھانے کے لیے غلام کا آزاد کرنا۔

غلاموں کی آزادی کے لیے کسی ارتکابِ معصیت کے بغیر بعض صراحتیں ایسی موجود ہیں جن کا مبنیٰ کوئی گناہ یا غلطی نہیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ غلاموں کو پستی کی حالت سے نکالا جائے۔ اس سے ان لوگوں کا اپنا وقار بھی بڑھے گا جو انہیں آزاد کریں گے اور یہ آزاد کرنا سخاوت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

.....فلا اقتحم العقبة ○ وما ادراک ما العقبة فک رقبة.... (۹۰:۱۱ تا ۱۳)

ابھی وہ دین کی کٹھن گھاٹی تو پار کر ہی نہیں سکا۔ وہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی اسیر گردن کی رستگاری ہے۔

(۸۴) رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے ایک غلام آزاد کیا اس نے اپنی گردن سے دوزخ کا عذاب ہٹا دیا۔''

اس معاملہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ذوقِ سخاوت کس حد تک انوکھا ہے۔ آپ کے پاس کئی غلام تھے اور جو غلام اچھا کام کرتا۔ آپ اس کے صلہ میں اسے آزاد فرما دیتے۔ آپ کی سخاوت کا یہ عالم دیکھ کر آپ کے بعض غلاموں نے مسجد نبوی میں رہنے اور عبادت کرنے کی مہم شروع کر دی اور حضرت ابن عمرؓ نے اس پر انہیں آزاد کرنا شروع کر دیا۔ اس پر آپ کے دوستوں نے عرض کیا: ''یہ غلام آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔''

حضرت عبداللہ نے فرمایا ''خدا تعالیٰ کے ذریعے سے جو لوگ ہمیں دھوکا دیتے ہیں ہم ان کے دھوکے میں آ ہی جاتے ہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاچکا سر سے مرے عشقِ بُتاں کا سودا
اب کوئی لاکھ بھی سمجھائے تو کیا ہوتا ہے

صدقات

زکوٰۃ ایک معین حصہ ہے۔ نقدی میں پیداوار کی ان قسموں میں جو ذخیرہ کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً ہر ایک قسم کے غلے میں خشک میووں میں جیسے بادام' اخروٹ' منقیٰ وغیرہ۔ مگر سبز پھلوں میں کسی پھل پر زکوٰۃ نہیں۔ معدنیات وخزائن پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کا وقت بعض چیزوں میں ایک سال بعد ہے بعض میں صرف ایک مرتبہ ہے۔ مثلاً جواہرات اور ان کی قسم پر ایک ہی مرتبہ زکوٰۃ واجب ہے اور وزن یا ناپ وغیرہ کے ساتھ زکوٰۃ میں پابندی ہے اور یہ زکوٰۃ بھی صدقہ ہی ہے۔

مقررہ زکوٰۃ کے ماسوا صدقات وہ خیرات ہیں۔ جن کا کوئی موسم اور مقدار معین نہیں۔ قوم اور ملک کی ضرورت ہی ان صدقات کا وقت اور نصاب ہے۔ مثلاً وبا مسلط ہوگئی۔ سیلاب نے بستیاں تباہ کر دیں۔ دشمن حملہ آور ہونے کو ہے۔ اب صدقات کا نہ کوئی نصاب ہے۔ نہ وقت کی پابندی ہے۔ قوم اور وطن کو جس شے کی ضرورت ہے۔ اس کی حوالگی مومن کا فرض ہے اور اس قسم کی امداد واعانت کا نام صدقہ ہے۔ اس پر قرآن مجید فرماتا ہے:

۱ . ومما رزقنھم ینفقونo (۲ : ۲) مومنین وہ ہیں۔ جو ہمارے عطا کردہ مال میں سے دوسروں پر خرچ کرتے ہیں۔

ان احکام کی آیات کہاں تک لکھئے' زکوٰۃ مقررہ اور عام صدقات دونوں کی چند آیات تلاوت فرمائیے!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ یاایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض۔ ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ واعلموا ان اللہ غنی حمیدo (۲:۲۶۷)

اے مومنین! اپنی حاصل کردہ پاکیزہ دولت سے خرچ کرو اور زمین کی پیداوار میں سے بھی اس راہ میں دو! مگر گھٹیا مال مت دو! آخر تمہیں بھی اگر کوئی شخص نکما مال دے تو تم کیونکر خوش دلی سے قبول کرلو گے۔ اللہ کے بے نیاز اور قابلِ تعریف ہونے کو تم بھی جانتے ہو۔

۳۔ الذین ینفقون اموالھم بالیل والنھار سراً علانیۃ فلھم اجرھم عندربھم ولاخوف علیھم ولا ھم یحزنونo (۲:۲۷۴)

جو لوگ آٹھوں پہر خیرات کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ وقت آیا تو کھلے بندوں کسی کو عنایت کر دیا۔ موقعہ دیکھا تو درپردہ کسی کی اعانت کر دی۔ ایسے لوگوں کے لیے ان کے پروردگار کے ہاں اجر ہے اور یہی لوگ ہیں جو آخرت کے غم واندوہ سے آزاد رہیں گے۔

۴۔ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون o وما تنفقوا من شئی فان اللہ بہ علیم o (۳:۹۲)

تم کیونکر نیکی حاصل کر سکتے ہو جب تک کہ اپنے بہترین اور دل پسند اموال اللہ کی راہ میں صرف نہ کرو! پروردگار تو پوری طرح باخبر ہے۔

(۸۵) جیشِ عسرہ کی تیاری کے لیے رسول اللہؐ نے تحریک فرمائی تو حضرت عثمانؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا:

''اے رسولؐ خدا! ایک سو اونٹ مع تکیل و پالان اللہ کی راہ میں قبول فرمائیے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریک فرمائی۔ اس مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر عرض گزار ہوئے:

''اے رسولؐ خدا! ان ایک سو کے علاوہ اور ایک سو اونٹ مع تکیل و پالان اس راہ میں حاضر ہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنابِ رسول کریمؐ نے پھر یہی تحریک فرمائی۔ اس مرتبہ حضرت عثمانؓ نے یوں پیش کش کی۔

''اے رسول کریمؐ! ان دوسو اونٹوں کے علاوہ ایک صد اونٹ نکیل و پالان سمیت اس ضرورت کے لیے حاضر ہیں!''

(۸۶) جنگِ عُسرہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بہت سا سامان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ''اے ابوبکر! گھر میں تم کتنا سامان چھوڑ آئے ہو؟'' حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا ''یارسول اللہؐ! صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت باقی ہے۔''

(۸۷) اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھر کے پورے سامان میں سے نصف سامان حاضر کر دیا۔ حتیٰ کہ کفش پا میں سے ایک پوائی لے آئے اور دوسری کو گھر چھوڑ آئے۔

(۸۸) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر تھے۔ پانچ ہزار ماہانہ وظیفہ مقرر تھا لیکن جونہی وظیفہ بیت المال سے وصول ہوتا۔ آپ اسے مساکین میں تقسیم فرما دیتے۔ مگر اپنی ضروریات کے لیے چٹائی بن کر کماتے۔

(۸۹) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔۔۔''اے رسولِ خداؐ! رب العالمین فرماتا ہے۔ "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون." (تمہیں ہرگز ثواب نہ ملے گا جب تک کہ اپنی عزیز ترین دولت اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو!) اس لیے میرا محبوب ترین مال بیرحا (ایک کنوئیں کا نام) ہے۔ جسے میں اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔

(۹۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حج کے لیے سانڈنی پر سوار جا رہے تھے کہ آپ کو اپنی سانڈنی کی چال پسند آ گئی۔ نیچے اُتر کر اپنے غلام حضرت نافعؒ سے فرمایا ''اسے قربانی کے جانوروں میں داخل کر دو۔'' یعنی اپنا پسندیدہ مال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں صرف کرنا!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کی اس دور کی غربت میں اگر اصحاب رسولؐ اس طرح سے خیرات نہ کرتے تو عوام کی پرورش کیونکر ہو سکتی۔ کیا آج دولت مندوں کو ادائے زکوٰۃ کے سوا اس قسم کے صدقات پر توجہ کرنا ضروری نہیں! جب کہ:

چہرۂ عاشقی ہے پژمردہ
کیا ہوئے وہ مئے شباب کے رنگ

۹۱۔ پوشاک اور زیورات کے صدقات

قبیلہ مضر کے نادار لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی حالت دیکھ کر رسول کریم کو بہت دکھ ہوا۔ نماز کے بعد صرف اس ضرورت کے لیے خطبہ ارشاد فرمایا۔ صحابۂ رسولؐ نے پوشاک اور غلے کے ڈھیر لگا دیئے۔ ایک صحابی نقدی کی اس قدر وزنی تھیلی لائے کہ از خود ان کو اُٹھانا دوبھر تھی۔ دوسروں کے سہارے یہ تھیلی اُٹھائی اور رسول اللہ کے حضور پیش کی۔

(۹۲) ایک مرتبہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں میں وعظ فرما رہے تھے۔ یہ وقت بھی مسلمانوں کے لیے نازک تھا اور رسول اللہ کی وفات تک فراغت نصیب ہی کب ہوئی۔ اُدھر مہاجرین نے گھر بار چھوڑا۔ انصار نے مال و اراضی سے ان کی مدد کی۔ تو وہ خود غریب ہو گئے۔ پھر آئے دن غزوات کا بار بیبیوں میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے رسول کریمؐ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا اور وہ دامن پھیلا کر مستورات کے حلقہ میں پہنچے۔ ۱۰۰ بیبیوں نے کان کی بالیوں' گلے کے ہار اور انگلی کے چھلوں سے حضرت بلالؓ کی جھولی بھر دی۔

ایسے نازک موقع پر مہاجرین و انصار کے صدقہ کی یہ حالت تھی اور صدقہ بھی واجب نہیں بلکہ قوم و ملک کی ضرورت کے لیے۔

یا آج یہ وقت ہے کہ امیروں کی دولت ایک اتھاہ سمندر ہے۔ ادھر مہاجرین کی تباہی اس قدر الم انگیز! صرف اسلام' اسلام! زبان سے پکارنا اور وقت کے مطابق نہ چلنا کب تک سہارا دے سکتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توکل

تدبیر سے غافل پڑے رہنا اور خدا کے فضل و کارسازی کا انتظار کرنا یہ توکل نہیں غفلت وکاہلی اور سستی ہے۔ جس کے نتیجہ میں کامیابی تو کجا اُلٹی تباہی و ہلاکت ہے۔ بلکہ توکل یہ ہے کہ اپنے کام میں جان و دل سے لگے رہیے اور اس کے پورا ہونے کا آخری بھروسہ اس قادر مطلق پر رکھئے جس کے قبضہ میں زمین' آسمان' سورج' چاند' ستارے' ہوا' بادل اور انسان کا دل و دماغ سب کچھ ہے۔ کام کی تکمیل کے سامان اس کی مرضی سے بہم پہنچ سکتے ہیں۔

حضرات انبیائے کرام (علیہم السلام) کی برتری پر کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی یکتائی منوانے کے لیے انہیں پیغمبری بخشی۔ ان میں سے ایک ایک کو توکل کا کامل نمونہ بنایا گیا مگر تدبیر سے غافل رہنے پر ان کو بھی کسی کامیابی کی امید نہ دلائی گئی۔

(۹۳) حضرت نوح علیہ السلام کے واقعات سب کو معلوم ہیں۔ نبیؑ جو کچھ کرتے ہیں اللہ کے حکم سے کرتے ہیں۔ طوفان آنے کو تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح اور آپ کے ساتھیوں کو بچانا ہی تھا۔ مگر حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان سے بچنے کی تدبیر سے غافل نہ ہونے دیا اور انہیں فرمایا:

واصنع الفلک باعیننا ووحینا ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون○ (۱۱:۳۷)

(اے نوح!) آپ ہماری بجھائی ہوئی۔ تدبیر کے ساتھ کشتی بنا لیجئے اور مجھ سے ان ظالموں کے متعلق دعا نہ کیجئے۔ یہ تو اپنی بداعمالی کی وجہ سے ڈوبنے ہی کو ہیں۔

کہنا یہ تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی اس تدبیر کے ساتھ اللہ کا سہارا بھی نہ چھوڑا یعنی نہ صرف تدبیر پر تکیہ تھا اور نہ محض توکل پر بھروسہ۔ دونوں کام ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ سنیئے!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واتل علیھم نباء نوح اذقال لقومه یاقوم ان کان کبر علیکم مقامی وتذکیری بایات الله فعلی الله توکلت فاجمعوا امرکم وشرکاؤکم ثم لایکن امرکم علیکم غمة ثم اقضوا الی ولا تنظرون ٥ (۱۰:۱۷)	(اے پیغمبر) اپنی امت کو حضرت نوحؑ کا واقعہ سنایئے جب انہوں نے کہا۔ اے میری قوم! اگر تمہیں میرا پیام ناگوار ہے اور میں جن جن الٰہی نشانیوں کے ساتھ تمہیں بیدار کرتا ہوں۔ وہ تمہیں ناپسند ہیں تو پھر تمہیں اپنی طاقت یک جا کر کے بغیر انتظار مجھے ہلاک[1] کر دینا چاہیے اور میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے۔

اسے بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔ توکل علی اللہ کا نتیجہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے لیے کس قدر کامیاب رہا اور انکار کرنے والے کس طرح فنا کے گھاٹ اترے!

۹۴۔ اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام نے توکل علی اللہ کیا اور کامیاب ہوئے۔

انی اشھد الله واشھدوا انی بری مما تشرکون من دونه فکیدونی جمیعاً ثم لا تنظرون ٥ انی توکلت علی الله ربی وربکم مامن دابة الا ھوا خذبنا صیتھا ان ربی علی صراط مستقیم ٥ (۱۱: ۵۴.۵۶)	(حضرت ہود نے اپنی قوم سے فرمایا) میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں ان سے بیزار ہوں۔ جن کو تم خدا کا شریک بنائے بیٹھے ہو۔ اب تم جو کچھ میرے خلاف کر سکتے ہو کر دیکھو اور مجھے ذرا مہلت نہ دو۔ میں اس اللہ پر توکل کیے ہوئے ہوں۔ جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ زمین پر ایسا کوئی جاندار نہیں جس پر اس کا قبضہ نہ ہو۔ بے شک میرا رب ہر معاملہ میں راستی پر ہے۔

۹۵۔ یہی توکل حضرت شعیب علیہ السلام کا دستورِ زندگی تھا۔ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا:

۱۔ ہلاک کے معنی تفسیر جامع البیان سے لیے گئے ہیں یعنی "علی کیدی واھلاکی" (تفسیر سورہ یونس ص ۱۷۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب o (۱۱:۸۸)	جب تک میرا بس ہے۔ میں کاموں میں اصلاح چاہوں۔ مگر میرا مددگار اللہ ہی ہے اسی پر میرا توکل ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

۹۶۔ یہی طریقہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا تھا۔ انہوں نے فرمایا:

ان الحکم الا للہ علیہ توکلت وعلیہ فلیتوکل المتوکلون o (۱۲:۶۷)	بادشاہت اللہ ہی کو زیبا ہے میرا توکل بھی اسی پر ہے اور اسی پر ہر شخص کو بھروسہ کرنا چاہیے۔

۹۷۔ یہی تعلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (اپنی قوم کو) ارشاد فرمائی:

یاقوم ان کنتم امنتم باللہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین o (۱۰:۸۴)	میرے ساتھیو! اگر تم خدا پر ایمان لاتے ہو تو اس پر توکل بھی کرو! اگر تم مسلمان ہو!

۹۸۔ یہی عمل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔ بارگاہِ الٰہی میں بھی عرض کیا:

ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر۔ o (۶۰:۴)	اے ہمارے پروردگار! تجھ ہی پر ہمارا بھروسہ ہے۔ تیری ہی طرف ہماری توجہ ہے اور تیرے ہی سامنے ہمیں پھر حاضر ہونا ہے۔

۹۹۔ اور یہی ارشاد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا:

فاعبدہ وتوکل علیہ o (۱۱:۱۲۳)	اے رسول! اللہ کی عبادت کیجئے اور اس پر توکل رکھئے!

پس جس نے اپنی تدبیر کے **ساتھ** ساتھ رب العالمین پر توکل رکھا وہ اس کے لیے کافی ہو گیا۔ (فرمایا)

من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ.o (۶۵:۳)	**جو شخص اللہ پر بھروسہ رکھے گا**۔ وہ ذاتِ رحیم **اس کے لیے کافی ہے**۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۰۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بدو (رضی اللہ عنہ) حاضر ہوا۔ وہ اونٹ پر سوار ہو کر آیا تھا۔ اس نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! میں اپنے اونٹ کو یونہی کھلا چھوڑ کر خدا پر توکل کر لوں تو میرا اونٹ مجھ کو مل جایا کرے گا؟ یا اسے باندھ بھی رکھوں اور خدا پر بھی توکل کروں؟'' فرمایا ''اونٹ کو باندھ کر رکھو اور خدا پر بھی تمہارا توکل رہے۔'' (ترمذی شریف)

گفت پیغمبر بہ آواز بلند
برتوکل زانوائے اشتر ببند

۱۰۱۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ایک مرتبہ بہت سا مال آ گیا۔ آپ نے حسب معمول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان کا حصہ دینا چاہا۔ مگر حضرت علیؓ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس وقت مسلمانوں کی حالت بہت زبوں ہے۔ آپ میرا حصہ بھی انہی میں تقسیم فرما دیجئے!

۱۰۲۔ عبدالعزیز بن مروان نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف خط لکھا کہ ''جو ضرورت ہو اس کی درخواست میرے حضور کیجئے! میں آپ کی ضرورت پوری کر دوں گا۔'' حضرت عبداللہؓ نے جواب میں لکھا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اوپر کا ہاتھ (بخشش کرنے والے) نیچے کے ہاتھ (قبول کرنے والے) سے بہتر ہے۔ اے عبدالعزیز! آپ اپنی خیرات اس شخص کو دیجئے۔ جس کے آپ سرپرست ہیں۔ میں نہ تو آپ سے مانگتا ہوں اور نہ اس رزق کو واپس کرتا ہوں۔ جو اللہ تعالیٰ مجھے آپ سے بغیر میری خواہش وطلب کے دلوا دے۔''

۱۰۳۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ امیر معاویہؓ کے پاس آئے۔ انہوں نے آپ کا استقبال نہایت تپاک سے کیا اور ایک گراں قدر عطیہ پیش کیا۔ لیکن حضرت وائل نے یہ کہہ کر انکار فرمایا ''**مجھے اس چیز کی ضرورت نہیں۔ جو لوگ ہم سے زیادہ** مستحق ہوں۔ وہ اسے قبول کر سکتے ہیں۔''

۱۰۴۔ حضرت عثمان نے جناب عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہما کو تیس ہزار درہم دینا چاہے۔ مگر انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ صحابہ کرام کا یہ زمانہ **تونگری کا نہ تھا۔** مگر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرے کی چیز پر نظر رکھنا اور کسی نہ کسی حیلے سے اسے حاصل کرنے کو وہ اسلام کے خلاف سمجھتے تھے۔ وہ اپنے کام کی تدبیر میں مصروف رہتے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے۔ سچ تو یہ ہے کہ جس طرح ان (صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین بہتر تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دیکھتے ہی دیکھتے ان کی دنیا سجادی اور تو اور قیصر وکسریٰ کے خزانے ان کے قدموں میں روندے گئے۔ ہمت وتوکل دونوں ان میں تھے اور یہ دونوں انسان کی بہت بڑی دولت اور آسائش ہیں۔

زکوٰۃ

نماز کے بعد دین میں دوسرا فریضہ زکوٰۃ ہے۔ جسے اکثر مرتبہ قرآن مجید میں نماز کے ساتھ) دوہرایا گیا ہے۔

اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ (سیکڑوں آیات ہیں) — نمازیں پوری طرح قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔

انبیائے سابقین علیہم السلام کے تذکروں میں حضرت اسماعیلؑ کے ذکر مبارک میں فرمایا:

وکان یامر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وکان عند ربہ مرضیاo (۱۹:۵۵) — (حضرت اسماعیلؑ) اپنے اہل کو نماز اور زکوٰۃ کی تاکید فرماتے۔ وہ تو اپنے پروردگار کے نزدیک بہت ہی پسندیدہ ہستی تھے۔

اور اس آیت کے بیان کا منشا یہ ہے کہ ہم خود ادائے نماز و زکوٰۃ کے ساتھ اپنے اہل وعیال کو بھی ان کی تاکید جاری رکھیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں فرمایا کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیاo (۱۹:۳۱) — اللہ نے مجھے زندگی بھر نماز اور زکوٰۃ کی تاکید فرمائی ہے۔

اگرچہ زکوٰۃ کی منفعت کا تعلق افراد سے ہے کہ اس سے ان کی معاشی حالت سنبھل جاتی ہے اور وجوبِ زکوٰۃ سے اسلام کا یہی منشا ہے کہ غریب لوگوں کے پاس بھی اپنے کاموں کی اصلاح کے لیے کچھ فراہم ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ کے اس کرم پر کس قدر تعجب آتا ہے کہ جو اموال ہم اپنے ہی قرابت داروں' عزیزوں اور دینی بھائیوں کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ خدائے قدوس ان مالوں کو اپنی ذاتِ گرامی پر قرض سمجھتا ہے:

واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ واقرضوا اللہ قرضاً حسناً وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عنداللہ ھو خیراً واعظم اجراً o (۷۳: ۲۰) — (مسلمانو!) نماز پابندی سے ادا کرو! زکوٰۃ دو اور اللہ کو بہتر قرض دو۔ جو کچھ بھی تم اپنے لیے بطور توشہ آگے بھیجو گے اس سے بہتر بدل پاؤ گے۔ (کیونکہ) اللہ تعالیٰ تو بہت زیادہ اور اچھا معاوضہ دینے والا ہے۔

(اللہ تعالیٰ کو قرض دینا یہ ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ ضروری موقعوں اور انسانوں کی مصیبتوں پر کچھ اور مال دیں) پھر زکوٰۃ ہر روز ادا کرنے کا صدقہ نہیں۔ کہ آپ اس میں اپنے مال کا نقصان سمجھ لیں بلکہ سال میں ایک مرتبہ دی جائے گی۔ آپ کے پاس ایک سو روپیہ مالیت کا سونا اور چاندی ہے جو ایک پورا سال آپ کے پاس رہ چکا ہے۔ اگر اس میں سے صرف اڑھائی روپے کی مالیت کا آپ نے کسی مسکین یا مسافر یارہ گزر یا قومی ضرورت کے لیے دے دیا تو آپ کے مال میں کیا کمی آ گئی۔ سدا کی بادشاہت صرف اللہ کے لیے ہے۔ دولت تو چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ جو آج آئی کل گئی۔ اس پر یوں قبضہ جمائے رکھنا کبھی مفید نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر نظر کیجیے کہ اس کے ہاں صدقات کے اموال یوں بھی بابرکت ہیں۔ (جس طرح سودی نفع ہمیشہ بے برکت ہے)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یمحق اللہ الربا ویربی الصدقات واللہ لایحب کل کفار اثیم○ (۲:۲۷۶)

جن اموال سے صدقہ ادا ہو۔ اللہ تعالیٰ ان میں برکت فرماتا ہے اور سودی مالوں پر تباہی برسا دیتا ہے کیونکہ سود خواری کفر اور عصیان ہے۔

۱۰۵۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اس معاملہ میں بھی احکامِ الٰہی کی تعظیم کا اس قدر اثر تھا کہ وہ کھجوروں کی فصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صدقہ کی کھجوروں کے ڈھیر لگا دیتے۔

۱۰۶۔ حضرت عدیؓ بن حاتم رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی زکوٰۃ جمع کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو رسولؐ اللہ اور صحابہ کے چہرے خوشی سے تمتما اٹھے۔ (جو شخص اس طرح رسولؐ اللہ کو خوش کرے۔ اس کی دولت مندی کس قدر قابلِ رشک ہے)

۱۰۷۔ ایسے لوگوں کے لیے رسول کریم صلعم دعائے خیر فرماتے اور جس حکم کی تعمیل پر نبی کریم دعا فرمائیں اس پر عمل کرنا کتنی خوش نصیبی ہے۔

۱۰۸۔ صحابۂ کرام کو صدقہ کرنے میں اس قدر لطف حاصل ہوتا کہ (بعض اصحاب کرام رضی اللہ عنہم) مدینہ کے بازاروں میں مزدوری کرتے اور اس مزدوری میں سے صدقہ بھی دیتے۔

غلام کا صدقہ میں دینا

قرآن مجید نے صدقہ کی ایک قسم غلام کا آزاد کرنا بھی فرمایا ہے۔ جس کا ذکر سورۂ البلد (پ۳۰) میں آتا ہے:

.... فلا اقتحم العقبة. وما ادرک ماالعقبة . فک رقبة. ○ (سورہ البلد) ۹۰۔۱۱۔۱۳)

انسان اعلیٰ درجات کیونکر حاصل کرسکتا ہے؟ اس نے خود تو ابھی اس مشکل گھاٹی کو عبور کیا ہی نہیں؟ جو کسی غلام کے صدقہ کرنے کے بغیر طے نہیں ہوسکتی؟

صحابہ کرام نے صدقہ کے اس شعبہ میں بھی اپنا نظیر نہ چھوڑا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۹۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان غلاموں کو مشرکوں سے خرید کر صدقہ (آزاد) کر دیا۔ جو اسلام لا چکے تھے۔ اور ان کے کافر مالک انہیں ستانے میں لطف حاصل کرتے تھے۔ ان میں حضرت بلالؓ ہیں۔ حضرت عامرؓ بن فہیرہ ہیں۔ بیبیوں میں جناب نذیرہؓ ' حضرت جادیہؓ بن موئل' حضرت نہدیہؓ اور ان کی صاحبزادی ہیں۔ (رضی اللہ علیہم اجمعین)

۱۱۰۔ ذکرِ حسنؓ

جس طرح حضرت ابوبکرؓ نے ایک مرتبہ اپنا تمام مال راہِ خدا میں رسول کریمؐ کے قدموں میں ڈال دیا اور جناب عمرؓ نے اپنے پورے مال کا ایک نصف! حتیٰ کہ پاؤں کے جوڑے کی ایک پوائی بھی' نبی رحمتؐ کے سامنے حاضر کر دی۔ اسی طرح امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنا پورا مال اور ایک دفعہ نصف مال حتیٰ کہ جفتِ مبارک کی ایک پوائی تک راہِ خدا میں صدقہ فرما دی۔

۱۱۱۔ اور ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک شخص حضرت حسنؓ کی خدمت میں سائل بن کر حاضر ہوا۔ جو پہلے غنی تھا۔ مگر مقدر نے اسے اس حال میں مبتلا کر دیا۔ حضرت حسنؓ نے اس سے فرمایا۔ آپ کے سوال کی نوعیت میں جانتا ہوں۔ افسوس کہ میرے پاس اس قدر مال نہیں۔ مگر جو کچھ ہے پیش کیے دیتا ہوں اور غلام کو حکم دیا۔ وہ پچاس ہزار درہم لے کر حاضر ہوا۔ حضرت حسنؓ نے غلام سے فرمایا کہ ''وہ پانچ سو اشرفیاں اس میں کیوں نہیں؟'' غلام نے عرض کیا ''یا ابن رسول اللہ! میں بھول گیا' وہ بھی موجود ہیں۔'' اور اس نے حاضر کر دیں۔ حسنؓ بن علیؓ نے سب کچھ سائل کے حوالے کر کے حمال کو بلایا اور اس سے فرمایا ''یہ تمام رقم ان کے ہاں اس چادر میں بھر کر لے جاؤ اور یہ چادر تم اپنی مزدوری میں اپنے پاس رکھ لینا۔''

(شمس التواریخ جلد ۴ ص ۱۳۱۰)

دوستو! اپنے گرد و پیش کچھ لوگ آپ کی دعا کے مستحق ہیں اور بعض آپ کے صدقہ کے حق دار ہیں۔ آپ کو سب کچھ کرنا ہے تا کہ یہ دنیا فلاح و بہبود سے بھر جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اطاعتِ والدین

والدین سے بڑھ کر انسان کے لیے اور کون سی نعمت ہے! ماں کی مامتا ہے کہ بچے پر جان چھڑک رہی ہے۔غریب نے کس مشقت سے اسے پالا۔ دودھ پلانے کا زمانہ کتنا نازک ہے۔ ذراسی تیز ہوا نصیبِ دشمناں بچے کو گم سم کر دیتی ہے۔اس وقت ماں کی مامتا اور بھی سوا ہو جاتی ہے۔ہمیں تو اپنا وہ زمانہ بھول گیا مگر اپنے بچوں کو ان کی ماؤں کی گود میں دیکھتے ہی ہیں۔ خداوندا! تو نے ماؤں کے دلوں میں کیا سمو دیا ہے! بچہ ہنس رہا ہے تو ماں کا دل بھی باغ باغ ہوا جاتا ہے۔ وہ رونے لگا تو ماں بھی پارے کی طرح تھرا اُٹھی! بچے کے ساتھ محبت کرنے میں باپ کا ربط ماں سے ذرا کم سہی۔مگر اس کی پریشانیاں بھی اس قدر ہیں کہ دنیا میں دوسرا کوئی اور کسی کے لیے برداشت نہیں کر سکتا۔ اولاد کی پرورش، اصلاح اور تعلیم وتربیت کے لیے باپ ہی تو کوشش کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے دلوں کو اس کی محبت سے کس طرح بھر دیا ہے!

وقت کے ہاتھوں اب والدین کی محتاجی کا زمانہ آنے لگا۔ بچہ جوان ہوا اور ماں باپ کو بڑھاپے نے آلیا۔ آج ماں باپ کا رواں رواں اولاد کا محتاج ہے۔قرآن مجید میں فرمایا:

اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریماً ٥ (۱۷:۲۴)	(اے مومنو!) اگر والدین میں کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے تک آ پہنچے ہوں۔تو خیال رہے کہ انہیں اف تک نہ کہنا اور نہ کبھی انہیں جھڑکنا۔

۱۱۲۔ حضرت ابوہریرہؓ کی ماں جب تک کافرہ تھیں۔ وہ انہیں ہمیشہ اسلام کی دعوت دیتے مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوتا۔اس حالت میں ان کی والدہ نے حضرت ابوہریرہؓ کی تبلیغ پر رسولِ خدا کے متعلق کچھ نامناسب الفاظ کہہ دیئے۔ انہوں نے والدہ سے تو کچھ نہ کہا۔مگر روتے ہوئے رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا"دعا کیجئے۔ خدا میری والدہ کو ہدایت فرمائے اور وہ اسلام لے آئیں۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۳۔ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (مقام) ذوالحلیفہ میں مقیم تھے اور آپ کی والدہ دوسرے خیمہ میں تشریف فرما تھیں۔ وہ جب بھی اپنے خیمے سے نکلتے اپنی والدہ کے خیمے کے دروازے پر کھڑے ہو کر آواز کہتے ''اے میری ماں! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' یہ سن کر ان کی والدہ جواب دیتیں ''اے میرے بیٹے! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' یہ سن کر پھر حضرت ابوہریرہ کہتے۔ ''خدا تم پر اسی طرح رحم کرے جس طرح تم نے مجھ پر رحم کیا۔''

جیسا کہ ذیل کی آیت میں فرمایا:

ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا ○ (۸:۲۹)	ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کی ہدایت فرمائی۔

بے شک ماں باپ اور اولاد کا رشتہ بہت مضبوط ہے۔ قرآن یہ بھی فرماتا ہے:

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا○ (۴:۳۶)	اللہ کی عبادت میں کسی اور کو ساجھی نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا مت بھولو!

۱۱۴۔صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین والدین کی خدمت اور تابعداری میں کس قدر پیش پیش تھے! یہ اس واقعہ سے ظاہر ہوگا:

ایک صحابی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے پاس دولت تو ہے مگر میرا باپ غریب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اور تمہاری دولت دونوں تمہارے باپ کے لیے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

''سب سے زیادہ نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے باپ کے دوست سے تعلق قائم رکھے۔''

۱۱۵۔ چنانچہ ایک سفر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے راہ میں ایک بدو کو دیکھا تو اپنا عمامہ اتار کر اس کے سر پر رکھ دیا اور اسے اپنے گدھے پر سوار کرایا۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا ''جناب! یہ تو بدو ہے' جو ذرا سی چیز میں راضی ہو جاتے ہیں۔'' حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ یہ میرے باپ حضرت عمر بن الخطاب کا دوست ہے اور رسول اللہ صلی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اپنے باپ کے دوست کے ساتھ سلوک کرنا بڑی نیکی ہے۔"

۱۱۶۔ حضرت ابوالدرداء (صحابی) رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو اس وقت جناب یوسف ابن عبداللہ بن سلام ایک دور دراز جگہ سے سفر کر کے ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ حضرت ابوالدرداء نے آپ سے اس تکلیف فرمائی کا سبب پوچھا تو حضرت یوسف نے فرمایا۔۔۔۔ "مجھے اور تو کوئی ضرورت نہ تھی مگر آپ میرے والد کے دوست ہیں۔ اس لیے آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہونا ضروری سمجھا۔"

۱۱۷۔ والدین کا حق اس قدر فائق ہے کہ ان کی وفات کے بعد بھی اولاد پر باقی رہ جاتا ہے۔ چنانچہ ایک صاحب نے رسول اللہ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! میرے والدین وفات پاچکے ہیں۔ کیا ان کا کوئی حق میرے ذمہ اب بھی باقی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کئی قسم کے حقوق کی ادائیگی ہنوز تمہارے ذمہ ہے۔ ازاں جملہ یہ کہ:

(۱) ہمیشہ ان کی مغفرت کی دعا کرتے رہو۔

(۲) انہوں نے اپنی زندگی میں دوسروں سے جو وعدے کیے اور ان میں سے کوئی اقرار وہ پورا نہ کر سکے۔ اسے تم پورا کرو۔

(۳) ان کے عزیزوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے رہو۔

(۴) ان کے دوستوں کی تعظیم و تکریم کا ہر وقت خیال رکھو۔

اور والدین کے اس حق کی تاکید خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں فرما دی کہ ان کی وفات کے بعد ہمیشہ ان کے لیے ان الفاظ میں دعا کرتے رہو:

رب ارحمهما كما ربياني صغيرا٥ (۱۷: ۲۴)	اے میرے پروردگار جس طرح میرے والدین نے میرے بچپن میں میری نگہداشت کی اسی طرح اب تو ان پر کرم فرما۔

تربیتِ اولاد

اگر والدین کے حقوق اولاد کے ذمہ ہیں تو اولاد کے حقوق بھی والدین پر عائد ہوتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ قرآن کریم میں دونوں کے ایک دوسرے پر واجبات (حقوق) کی اہمیت اس قدر پرمعنی انداز میں بیان فرمائی گئی ہے کہ اگر اسی آیت پر اکتفا کر لیا جائے تو دونوں کے حقوق کی توسیع کے لیے پوری تفصیل معلوم ہوسکتی ہے۔

وہ آیت سورۂ بلد (پارہ ۳۰) کی ہے۔ واقعہ مشہور ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظّمہ سے ہجرت کے بعد بیت اللہ کی مفارقت میں اکثر مغموم رہتے مگر خداوند عالم کے علم وقدرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں لوٹ کر تشریف لانا فاتحانہ شان سے مقدر تھا۔

برنگِ شمع جس نے دل جلایا تیری دوری میں
تو اس سے منزلِ مقصود کو زیرِ قدم پایا

اللہ تعالیٰ نے رسول پاکؐ کے مکہ معظّمہ میں وارد ہونے کی بشارت پر باپ اور اولاد دونوں کی قسم کھائی۔

لااقسم بھذا البلد o وانت حل بھذا البلد o و والد وما ولد o (۹۰: ۱تا۳)	ہمیں اس پرعظمت بستی (مکہ معظّمہ کی) قسم ہے آپ ضرور وہاں داخل ہوں گے اور والد اور اولاد دونوں کی قسم ہے (کہ ایسا ہی ہوگا)

اسی فتح مکہ اور اس کے عظیم الشان نتائج پر خداوند عالم نے باپ اور بیٹے دونوں کی قسم کھائی۔ بے شک اللہ تعالیٰ اسی شے کی قسم کھاتا ہے۔ جس کی نگہبانی یا پاسداری اسے منظور ہو۔ اولاد کے لیے والدین کے ساتھ وفا کا ارشاد ہے۔ تو والدین کے لیے اولاد کی تربیت اور نگہداشت کا حکم بھی ہے۔

نزول قرآن سے پہلے لڑکیوں پر تو اس لیے عتاب تھا کہ آخر وہ دوسرے کے گھر کی زینت بنیں گی۔ ہم انہیں کیوں کھلائیں۔ دوسروں کو داماد بنانا کتنی شرم کی بات ہے۔ جنگ میں جب عورتیں گرفتار کر لیتے ہیں تو یہ بھی ہمارے لیے مرمٹنا ہے۔۔۔ جہاں کسی کے گھر میں یہ وقت آیا۔ وہ گھر سے روپوش ہوگیا۔ اگر انہیں یہ معلوم ہوا کہ فرزند تولد ہوا ہے تو خوشی مناتے ہوئے سب کے سامنے تشریف لے آئے اور اگر کہیں لڑکی پیدا ہونے کی خبر سنی تو:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واذابشر احدھم بالانثی ظل وجھہ مسودا وھو کظیم یتواری من القوم من سوء ما بشربہ ایمسکہ علی ھون ام یدسہ فی التراب۔ (۱۵: ۵۹.۵۸)

اور جب ان میں سے کسی کو اس کے گھر لڑکی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو مارے غم کے اس کا منہ سیاہ پڑ جاتا ہے۔ وہ غمزدہ ہر ایک سے چھپتا پھرتا ہے اور اس سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ بیٹی کو زندہ رہنے دے یا مٹی میں گاڑ دے۔

عرب میں بیٹیوں کو قتل کرنے کے مختلف طریقے

(۱) پیدا ہوتے ہی زمین میں دفن کر دینا۔

(۲) لوگوں میں اپنی غیرت کا اشتہار دینے کی غرض سے اس کے بلوغ تک انتظار کرنا' جونہی یہ زمانہ آیا اسے سہاگ کا لباس پہنا کر اس کا باپ بچاری کو جنگل میں لے جاتا' جہاں پہلے سے گڑھا کھود رکھا تھا اور غریب کو اس میں دفن کر دیتا۔

(۳) پہاڑ کی چوٹی سے دھکیل کر ہلاک کر دینا۔

(۴) ذبح کر دینا۔

اب قرآن مجید نازل ہوا۔ جس کے حکیمانہ اقوال کا ہر شخص شیدائی نکلا۔ پہلے تو اس (قرآن) نے اولاد کے حقوق زندگی پر فرمایا:

واذا المؤدۃ سئلت ٥ بای ذنب قتلت٥ (۸۱. ۸. ۹)

(اے لوگو!) اس وقت سے ڈرو جب زندہ درگور لڑکیوں سے سوال ہوگا کہ تمہیں کیوں قتل کیا گیا تھا۔

ولاتقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم وایالم ان قتلھم کان خطاء کبیرا ٥ (۱۷: ۳۱)

"(اے مسلمانو!) غریبی کی وجہ سے اولاد کو قتل مت کرو۔ انہیں بھی اور تمہیں بھی رزق دینے والے تو ہم ہیں (خیال رکھ کہ) اولاد کا قتل کرنا بہت بڑا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گناہ ہے۔'' (۳۱:۱۷)

افسوس انسانوں نے کیسے کیسے تصورات ذہن میں قائم کر رکھے تھے۔ وہی شاخ جس کا وہ خود بھی پھل تھے۔ اس لیے اسے کاٹنا شروع کر دیا کہ میں کسی کا سالا اور سسرا کیوں کہلواؤں۔

اور اس خیال کی ابتدا کیسے ہوئی؟

اہلِ عرب عورتوں کے معاملہ میں نہایت غیور واقع ہوئے تھے۔ قبل از اسلام نعمان بن منذر کی فوج بنو تمیم کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے لے گئی اور جب بنو تمیم نے ان سے عورتوں کی رہائی کی گفتگو کی تو فریقین کی رضامندی سے یہ قرار پایا کہ جو ''عورت از خود اپنے شوہر کے ہاں جانا پسند کرے اسے رہا کر دیا جائے۔'' لیکن ان گرفتار شدہ عورتوں میں سے قیس بن عاصم کی لڑکی نے واپس آنے سے انکار کر دیا۔ اس پر قیس نے غصہ میں آ کر عہد کر لیا کہ ''اب جو لڑکی میرے ہاں پیدا ہوگی اسے زندہ درگور کر دوں گا'' اسی طرح قیس نے دس لڑکیاں دفن کیں۔ بعد میں دوسرے قبیلے بھی اس کی پیروی کرنے لگے۔ بعض لوگ صرف اتنا کرتے کہ سیاہ رنگ' برص والی' لنگڑی اور کرنجی آنکھوں والی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے کیونکہ عرب میں یہ علامت نحوست سمجھی جاتیں۔

اب نبی رحمت کا ظہور ہوا۔ بیٹیوں کو ترکہ ملنا شروع ہوا اور قرآنی تعلیم کے اثر سے لوگ اپنے گزشتہ سیاہ کارناموں پر دستِ حسرت ملنے لگے۔ جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''۔۔۔ اگر اب بھی تم ان معاملات میں اپنے اعمال درست کر لو تو اللہ تعالیٰ تمہارے پہلے گنہ معاف فرما دے گا۔''

حضرت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اولاد پر شفقت اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں خود بھی نمونہ قائم فرما دیا۔

۱۱۸۔ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ حاضر خدمت تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے حضرت حسنؓ کا بوسہ لیا۔ حضرت اقرعؓ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! میرے دس لڑکے ہیں مگر میں نے کبھی ان میں سے کسی کا بوسہ نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیا!'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص رحم نہیں کرتا۔ اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔'' یعنی اولاد سے پیار کرنا اور ان کا منہ سر چومنا یہ بھی اولاد کے حقوق میں داخل ہے۔

۱۱۹۔ حضرت فاطمہ زہرہؓ حاضر ہوتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اظہارِ شفقت کے لیے استقبال میں کھڑے ہو جاتے۔

۱۲۰۔ بدو حضرات بُعدِ مسافت اور زندگی کی مصروفیتوں کی وجہ سے زیادہ تر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکتے۔ انہیں آپؐ کے بعض کام دیکھ کر تعجب ہوتا۔ ایک مرتبہ کئی بدو (دیہاتی) حاضرِ خدمت تھے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا ''کیا تم لوگ اپنے بچوں کا پیار لیتے ہو؟'' انہوں نے عرض کیا ''ہم تو یہ چیز جانتے تک نہیں یا رسول اللہ!'' فرمایا۔ ''اگر تمہارے دل اولاد کی محبت سے خالی ہو چکے ہیں تو میں ان میں یہ وصف کیسے سمو سکتا ہوں!''

۱۲۱۔ ایک صاحب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا ''یا رسول اللہ! قرآن مجید اترنے سے قبل ہم لوگوں میں اس قدر بے رحمی تھی کہ ہم اپنی اولاد کے قتل میں بھی تامل نہ کرتے۔ میری ہی داستان ہے۔ خدا نے مجھے ایک لڑکی عنایت فرمائی۔ جو مجھ سے اس قدر محبت کرتی کہ میں بات کرتا تو وہ باغ باغ ہو جاتی۔ جب ذرا بڑی ہو گئی تو جاہلیت کا یہ بھوت میرے سامنے آنے لگا کہ اب میں کسی کو اپنا داماد بناؤں گا! اور میں اپنی بیٹی کو بہلا کر جنگل کی طرف لے گیا۔ میرے ایک ہاتھ میں پھاوڑا تھا۔ دوسرے میں ڈلیا تھی اور میں نے اپنی زمین کے ایک اندھے کنوئیں میں اسے ڈھکیل کر اوپر سے مٹی ڈالنا شروع کر دی۔ غریب بچی پہلے تو یہ سمجھی کہ میں اس سے لاڈ کر رہا ہوں۔ وہ بھی مٹی سے کھیلتی رہی لیکن جونہی وہ دکھیا مٹی کے اندر گرنے لگی تو فریاد کے لہجہ میں بے تحاشہ چلانے لگی۔ اے میرے باپ! اے میرے باپ! حتیٰ کہ یہی کہتے کہتے اس کی آواز ہمیشہ کے لیے بند ہو گئی۔ مگر مجھے ذرا ترس نہ آیا۔''

یہ سن کر رسول کریمؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ حاضرین میں سے ایک صاحب اس شخص کو ملامت کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خاموش کراتے ہوئے فرمایا ''ایک مرتبہ اور یہ واقعہ سناؤ'' اس شخص نے دوبارہ اسے دہرایا تو رسول اللہ کے آنسو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رخساروں سے نکل کر ریش مبارک تک آ پہنچے اور فرمایا ''اب بھی تم اپنے اعمال کو درست کر لو تو پہلے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔''

۱۲۲۔ صحابہ کرام اس شخص کو بہت ملامت کرتے جو اولاد سے محبت نہ کرتا۔ ایک صاحب کے ہاں بہت سی لڑکیاں تھیں۔ اس نے ان کی موت کی خواہش کی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے سخت برہم ہو کر فرمایا ''کیا آپ ان بچیوں کے روزی رساں ہیں؟''

۱۲۳۔ ایک بی بی حضرت عائشہ کے پاس آئیں۔ آپ نے اسے تین کھجوریں دیں۔ اس نے ایک ایک کھجور دونوں بچیوں کو دے کر ایک اپنے لیے رکھ لی۔ بچے اپنی اپنی کھجور کھا کر ماں کی طرف دیکھنے لگے۔ اس نے اپنے حصے کی کھجور میں سے بھی دو ٹکڑے کر کے ایک ایک ٹکڑا ان دونوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا ''اس میں تعجب کیا ہے۔ ماں کے اس رحم کے بدلہ میں جو اس نے اپنے بچوں پر کیا ہے۔ خدا نے اس پر بھی رحم فرمایا ہے۔''

۱۲۴۔ امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے معاملہ میں شفقتِ پدری کا عجیب پہلو

معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسنینؓ سے کس قدر محبت تھی اور ان دونوں کی تربیت میں آپ نے کیا توجہ فرمائی۔ اس کا اثر ان دونوں حضرات کا وہ عمل ہے جس کا چرچا مٹانے سے بھی نہ مٹ سکا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل ناحق کے بعد کا واقعہ ہے جس سے امام بخاری نے اپنی صحیح کو زینت بخشی۔ یعنی:

''۔۔۔ واقعۂ کربلا کے بعد مدینہ شریف میں ایک صاحب آئے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ ''مچھر کا مارنا جائز ہے یا نہیں؟'' ابن عمر نے اس شخص سے دریافت فرمایا ''آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟'' سائل نے کہا ''عراق سے حاضر ہوا ہوں!'' فرمایا ''ارے تمہارا منہ کالا ہو! تم سبطِ نبیؐ (حسینؓ) کے خونِ ناحق کا مسئلہ نہیں پوچھتے۔ جن دونوں بھائیوں کے متعلق رسول اللہؐ نے فرمایا ''یہ دونوں میری دنیا کی خوشبوئیں ہیں۔''

(بخاری شریف ج۲ ص ۸۸۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ

عجمی بادشاہوں کی رسم کے مطابق ہمارے ملک کے امیر گھرانوں میں جو رواج ہے کہ ریاست (یا زمینداری) کا مالک سب سے بڑے لڑکے کو بنا دیا جاتا ہے۔ جس کے دوسرے بھائی اس کے وظیفہ خوار ہوتے ہیں۔ وہ جس قدر چاہے انہیں از رہِ بخشش کچھ دیتا رہے اور جب چاہے اپنا ہاتھ روک لے۔

یہ رسم قرآنی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ اولاد میں ہر بیٹے کو برابر حصہ ملے گا اور لڑکیوں میں بھی سب کا حصہ مساوی ہوگا۔ یوں دو لڑکیوں کا حصہ ایک بھائی کے حصہ کے برابر ہے۔ فرمایا:

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین. لاتدرون ایھم اقرب لکم نفعاً. (۴: ۱۱)	(مسلمانو!) اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت فرماتا ہے کہ تمہاری اولاد میں ایک لڑکے کا حق مساوی ہے دو لڑکیوں کے حصے کے تم نہیں جانتے کہ تمہاری اولاد میں تمہارے لیے کون نفع مند ہے۔

۱۲۵۔ اور اس عدل کا اندازہ سید الناس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس احتیاط سے کیجئے کہ ایک صحابی رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا ''میں اپنے لڑکے کو ایک غلام ہبہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اس پر اپنی شہادت ثبت فرما دیجئے!''

فرمایا ''کیا تو نے ہر ایک بیٹے کو ایک ایک غلام ہبہ کیا ہے' یا صرف اس ایک لڑکے کو؟''

اس نے عرض کی۔ ''یا رسول اللہ! اسی ایک لڑکے کے لیے ہبہ کر رہا ہوں۔'' فرمایا ''میں ایسے ظالمانہ عطیہ پر اپنی گواہی نہ کروں گا۔''

حقوقِ اولاد کے مطابق کسی قسم کی ترجیح ازروئے اسلام منع ہے۔

قرآنِ مجید نے اولاد کی تربیت پر توجہ فرماتے ہوئے والدین کو ان کی اصلاح پر دعا کے لیے بھی ہدایت فرمائی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین. (۲۵:۷۴)

(اور جنت کے حق دار وہ لوگ ہیں) جو دعاؤں میں کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی رکھیو۔

اور یہ دعا کرنے کا ارشاد فرمایا:

واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین ○ (۴۶:۱۵)

(یا اللہ) میرے لیے میرے کام میں میری اولاد کو صلاحیت بخش میں اپنے گناہوں سے تیری طرف لوٹ کر آ گیا ہوں اور میں تیرا فرمانبردار ہوں۔"

صِلۂ رحمی

قرابت داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا صلۂ رحمی ہے اور اس میں کئی درجے ہیں۔ ہر انسان کے لیے کچھ لوگ زیادہ قریب کے رشتہ دار ہیں۔ یہ تمام عالم سے زیادہ نیک سلوک کے مستحق ہیں۔ پھر دور کے رشتے ناطے والے ہیں۔ ان کے بعد ہر ایک انسان کسی معنیٰ میں رشتہ داری کے درجہ پر ہے کہ آخر تو سب انسان ایک ہی (حضرت) آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی اولاد سے ہیں۔

یاایھا الناس اتقو ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساء واتقوا اللہ الذی تساء لون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیباً○ (۴:۱)

اے لوگو! اللہ سے ڈرو جو تم سب کا پالنہار ہے اسی نے تو تم سب کو ایک حضرت آدم سے پیدا کیا پھر تمہارے جوڑے بنا دیئے مردوں کے غول پیدا کیے۔ عورتوں کی جماعتیں بنا دیں، تم بھی اس خالق سے ڈرو جس کا نام لے لے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داریاں قطع مت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کا نگران ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت سے ثابت ہوا کہ صلہ رحمی کے لیے تمام انسان مساوی ہیں۔ البتہ اس کا جو حصہ غیر مسلم کے ساتھ ہے۔ اس میں دین کا لحاظ ضروری ہے۔ اگر ایک کافر مسلمان کے ساتھ دین کی وجہ سے عداوت کر رہا ہے تو تمام مسلمانوں کو اس (کافر) سے نفرت کرنا چاہیے اور قرابت داروں ہی میں اگر کوئی شخص کافر ہے تو اس کے واجبی حقوق کی نگہداشت مدنظر رہے۔ جس کے صلۂ رحمی کا درجہ خاص قریبی رشتہ داروں کے ساتھ ہے۔ ان میں والدین ہیں بھائی اور بہنیں ہیں اور والد اور والدہ کے قرابت دار ہیں۔ قرآن مجید نے قریبی رشتہ دار کے حقوق کی نگہداشت تمام مذہبوں سے زیادہ فرمادی کسی اور مذہب میں میت کے ترکہ کی تقسیم اس طرح نہیں جس طرح اسلام میں ہے۔ دوسروں نے تو یہ کیا کہ باپ مر گیا۔ اگرچہ اس کے بھائی' بہنیں اور بیٹیاں کتنی ہی محتاج کیوں نہیں مگر ترکہ میں سوا فرزندوں کے کسی اور کا حصہ تک نہ رکھا۔ یہ اصول صلۂ رحمی کے کس قدر خلاف تھا۔ اس کے مقابلہ میں اسلام کی رحمت کا نقشہ ملاحظہ ہو۔ جس کے مطابق ہر ایک قریبی رشتہ دار کا ایک شخص کے چھوڑے ہوئے مال میں حصہ ہے۔ مال چھوڑنے والا مرد ہو یا عورت مساوی ہیں۔ ملاحظہ ہو آیتِ مبارکہ:

> ''اے نبی! آپ سے لوگ قرابت داروں کے ترکہ میں فتوے دریافت کرتے ہیں۔ انہیں فرمایئے کہ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر مرد کے مرنے کے بعد کوئی بیٹا نہ ہو اور صرف بہن ہو تو تمام ترکہ کا نصف اسے دیجئے اور اگر بھائی ہے اور اس کی کوئی اولاد نہیں تو بھائی وارث ہے۔ دو بہنیں ہیں تو ان کا دو تہائی حصہ ہے اور اگر مرد بھی اور عورتیں بھی ہیں تو دونوں قسمیں شریکِ ترکہ ہیں۔ اس طرح کہ مرد کے حصہ کا نصف ایک عورت کے لیے ہوگا۔ اللہ نے یہ تفصیل تمہیں لغزشوں سے بچانے کے لیے سمجھا دی ہے۔ وہ ذات قدوس ہر شے کا جاننے والا ہے۔'' (۴:۱۷۶)

یہ ترکہ کا حکم ہے جو کسی کی وفات پر صرف وارث کو ملتا ہے۔ مگر اس حکم (ترکہ) کے سوا عام رشتہ داروں کے لیے قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولایاتل اولوا الفضل منکم والسعة ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمھاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم.o (۲۲:۲۴)

متمول لوگ ایسی قسمیں نہ کھائیں کہ "ہم قرابت داروں' مسکینوں اور مہاجروں کو خیرات نہ دیں گے۔ بلکہ وہ ان کی غلطیاں معاف کر کے ان سے درگزر کریں۔ آخر تم بھی تو اپنے لیے خداوند عالم سے امیدِ مغفرت رکھتے ہی ہو اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کنندہ ہے۔

ایسے واقعات عہدِ صحابہ میں

۱۲۶۔ اس حکم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توبہ کر کے یہ قسم اٹھائی کہ میں مسطح کی اعانت ضرور کرتا رہوں گا اور ان کا دائمی وظیفہ مقرر کر دیا۔ مسطح اس جماعت میں شریک تھے جنہوں نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر وہ الزام لگایا۔ جس کے زبان خامہ پر لانے میں بھی شرم دامن گیر تھی۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے مسطح وغیرہ کی مالی امداد سے انکار فرمادیا۔ جس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۱۲۷۔ ایک صحابی جو اپنے قرابت داروں کے ساتھ صلۂ رحمی فرماتے اور ہمیشہ ان پر احسان کرتے۔ مگر ادھر سے ان کے احسانوں کا اُلٹا جواب ملتا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ "جب تک تم ان کے ساتھ صلۂ رحمی کرتے رہو گے۔ خدا کی طرف سے ان کے مقابلہ میں تمہارا ایک مددگار رہے گا۔ یعنی صلۂ رحمی کا بدلہ قرابت دار نہ دیں گے تو اس کی ادائیگی رب العالمین کے ذمے ہوگی!

۱۲۸۔ اُم المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ اس قدر بہتر سلوک فرماتیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ان کے بارے میں فرمایا "میں نے زینب سے زیادہ دین دار' زیادہ پرہیزگار' زیادہ سچی اور زیادہ صلۂ رحمی کرنے والی دوسری بی بی نہیں دیکھی۔"

(خیال رہے کہ حضرت زینب بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں شامل تھیں۔)

۱۲۹۔ حضرت اسماء بنتِ حضرت ابوبکر صدیق کو ام المومنین حضرت عائشہ کے ترکہ میں ایک جائداد ملی۔اس کے سوا امیر معاویہؓ نے بھی جناب اسماء کو ایک لاکھ کی رقم پیش کی۔ لیکن انہوں نے یہ جائداد اور تمام رقم اپنے دو عزیزوں حضرت قاسم بن محمد اور ابن ابی عتیق کو ہبہ کر دی حضرت اسماء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ جناب عبداللہ بن زبیر انہی کے صاحبزادے ہیں رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ اور صلۂ رحمی صرف رشتہ داروں تک محدود نہیں۔ چنانچہ۔

۱۳۰۔ حضرت اسماء (بنتِ جناب حضرت ابوبکرؓ صدیق) مکہ معظّمہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائیں۔تو ان کی والدہ (جو کافرہ تھیں) آپ کے پاس آئیں۔ حضرت اسما نے رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ''کیا میں اپنی کافرہ ماں کے ساتھ بھی صلۂ رحمی کر سکتی ہوں؟'' آپ نے فرمایا ''کیوں نہیں؟''

۱۳۱۔ صلۂ رحمی کی اہمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس قدر اہم تھی کہ جب بھی اہلِ وطن۔۔۔(منکرین محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف خط لکھواتے تو ان میں یہ جملہ بھی قلم بند کراتے ننـاشـدك الـلـه و الرحم (ہم تمہیں اللہ تعالیٰ اور قرابتِ باہمی کا واسطہ دلاتے ہیں)

۱۳۲۔ جناب رسول خدا پر پہلی بار قرآن مجید نازل ہوا اور آپ نے اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کرتے ہوئے آئندہ مشکلات پر اشارہ فرمایا تو حرم پاک (جناب خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے عرض کیا۔ ''واللہ مایخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم...'' (اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ناکام نہ کرے گا کیونکہ آپ صلۂ رحمی کے عادی ہیں)

عفو

اپنے بیگانے ہر ایک کی غلطیوں سے درگزر کرنا عفو ہے۔ جس سے انسانی تہذیب و تمدن میں ترقی ہوتی ہے اور جسے معاف کر دیا جائے۔ وہ اپنے معاف کر دینے والے کا دل سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدر دان ہو جاتا ہے۔ یوں کوئی معاف نہ کرے تو اس پر جرم بھی نہیں لیکن قرآنی تعلیم سے معلوم ہوتا ہے کہ معاف کرنے والوں کے درجات میں بلندی یقینی ہے۔ دنیا اور عاقبت دونوں میں۔

ان تبدوا خیرا او تخفوہ او تعفوا عن سوء فان اللہ کان عفوا قدیرا۰ (النساء:۲۱۔ع)

نیکی برملا کر دنیا اور پردہ دونوں کا اجر ہے اس طرح اگر کسی کی برائی معاف کر دو تو اس میں یہ اجر ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے معافی کا دروازہ کھول دے گا۔ وہ بڑا قدرت والا ہے۔

کسی بھائی کی زیادتی پر عفو سے کام لینا خدا تعالیٰ کے ہاں اس قدر پسندیدہ ہے کہ دنیا میں دوسروں کو معاف کر دینے کا صلہ عقبیٰ میں اس کی خطاؤں کی معافی کا سبب ہے۔

وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفوا عن السیئات ویعلم ماتفعلون۰

وہ خدائے مہربان! بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ ان کے گناہ معاف کرتا ہے اور وہ انہیں اچھی طرح جانتا پہچانتا ہے۔

(الشوریٰ۳ع)

قرآن کریم میں لفظ مغفرۃ جو اس کثرت سے وارد ہے۔ اس کا منشا سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ ہم اعتدال و انصاف کے کسی درجہ پر کیوں نہ رہیں۔ مگر حقوق کی ادائیگی میں پورے نہیں اتر سکتے۔ اگر خداوند عالم بھی ہمارے ساتھ پورا ماپ تول فرمائے (یعنی انصاف ہو رحم سے خالی) پس اسی طرح دنیا میں ہمیں اپنے ساتھیوں سے اس عفو و بخشش سے کام لینا چاہیے۔ جس طرح قیامت کے روز رب العالمین ہمارے ساتھ مغفرت سے معاملہ فرمائے گا (نہ کہ انصاف محض کے ساتھ!)

الذین ینفقون فی السرآء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین ۰ (۱۳۴:۳)

(مومن کی علامت یہ بھی ہے کہ) وہ اپنی فراخ دستی اور عسرت دونوں حالتوں میں دوسروں پر خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور خفگی کے موقع پر اپنا غصہ پی جاتے ہیں۔ وہ دوسروں کی زیادتی پر انہیں معاف کر دیتے ہیں اور اللہ پاک اس قسم کے احسان کرنے والوں کا دوست دار ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۳۔ رحمت عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو پر توجہ کیجئے حضرت ابوسفیان نے نبی کریمؐ سے کس قدر دشمنی برتی۔سید البشرؐ کو آپ کے گھر سے نکال کر بھی ان کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا۔تو مدینہ پر دو مرتبہ (جنگ احد و جنگ خندق میں) چڑھائی کر کے اسلام کو مٹانے کی کوشش کی۔مگر مشیتِ ایزدی کا یہ کرشمہ ملاحظہ فرمایئے کہ آج محمدی فوجیں مکہ کو گھیرے پڑی ہیں۔ابوسفیان نے جان لیا کہ ''جاء الحق وزھق الباطل'' کا وقت آ ہی گیا۔ وہ نبی کریمؐ کے مکہ معظمہ میں فاتحانہ داخلہ سے قبل حضرت عباسؓ کی پناہ میں سرور کائنات کی خدمت میں حاضر ہوا۔رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''۔۔۔ابوسفیان! تمہیں خدا سمجھے' یہ کیا ہو گیا تھا۔۔۔ جو آج تک تم لا الہ الا اللہ زبان پر نہ لا سکے؟''

حضرت ابوسفیانؓ نے عرض کیا ''۔۔۔آپ کے حلم' کرم اور آپ کی میرے ساتھ رشتہ داری سے توقع ہے کہ میں جو کچھ عرض کروں۔اگر گستاخی ہو تو معاف فرمایا جائے۔ بات یہ ہے میں اس انتظار میں تھا کہ جس طرح لوگ بتوں کو خدا سمجھتے ہیں۔اگر واقعی ایسا ہی ہے تو مجھے آپ کے سامنے آج کی طرح ذلیل ہو کر نہ آنا پڑے گا!''

نبی کریمؐ نے فرمایا: ''اور تم نے میری رسالت کی تصدیق کیوں نہ کی؟'' ابوسفیان نے عرض کیا: ''آپ پر میرے ماں باپ نثار ہوں۔آپؐ کے حلم و رحمت اور پاسِ قرابت داری سے توقع ہے کہ میری گستاخی معاف کی جائے گی! بات یہ ہے کہ میں نے آج سے قبل آپ کو رسول جانا ہی نہ تھا۔''

سرور کائنات نے فرمایا: ''تجھے خدا شرمائے۔تیرا اسلام مجھے منظور ہے جلدی زبان سے "اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد رسول اللہ۔" کا اقرار کر لے۔ ورنہ تو تو اس قدر قصور وار ہے کہ ابھی تیری گردن اڑوا دی جائے اور حضرت ابوسفیان نے کلمہ پڑھ کر نجات حاصل کر لی۔

۱۳۴۔اسی فتح (مکہ) کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کعبہ فرما رہے تھے فضالہ بن عمیر (بن الملوح) جو موقعہ کی تاک میں تھا۔بہ ارادۂ قتل طواف کے بہانے سے آپ کے عقب میں ہو لیا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے۔آپ نے فرمایا: فضالہ! تم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو؟''اس نے عرض کیا۔۔۔''جی ہاں! میں ہی ہوں فضالہ!''

فرمایا''کیا ارادہ ہے؟''

فضالہ نے کہا''طواف کر رہا ہوں اور دل میں اللہ کا تصور ہے۔''

یہ سن کر رسول کریمؐ نے ہنستے ہوئے فضالہ کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ بعد میں حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے''ایک وقت تھا کہ میں آپ کے قتل کے درپے تھا۔ مگر ذرا ہی دیر میں میرے نزدیک رسول اللہ سے زیادہ دنیا کی کوئی شے محبوب نہ تھی۔

یہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عفو کا صلہ!

۱۳۵۔ جنگِ جمل جس میں بدقسمتی سے دونوں فریق مسلمان تھے۔ (ایک طرف جناب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دوسری جانب حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے) اُم المومنین کے میمنہ میں حضرت طلحہ اور میسرہ میں جناب زبیر بن العوام (رضی اللہ عنہما) مصروفِ پیکار تھے۔ فتح حضرت علیؓ کے لیے مقدر تھی۔ مخالف فوج شکست کھا کر بھاگ نکلی تو حضرت علیؓ کو سب سے پہلے یہ فکر دامن گیر ہوا۔ مبادا کوئی بدبخت ام المومنین سے سخت کلامی کر بیٹھے۔ خود آگے بڑھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خیریت دریافت کی اور صد گونہ احترام کے ساتھ اُم المومنین کو آپ ہی کے ایک طرف دار کے ہاں 'اُتارا' بادشاہِ وقت کا میدانِ جنگ میں اپنے مخالف کے ساتھ ایسا سلوک عفو کی کتنی درخشاں مثال ہے۔

۱۳۶۔ اسی جنگ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ امیرالمومنین حضرت علیؓ کو معلوم ہوا۔ تو آپ کی نعش پر بیٹھ کر ان کے بدن سے مٹی صاف کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ٥ پڑھا' زاروقطار رویا کیے اور آخر میں یہ کلمہ زبانِ مبارک سے فرمایا۔''کاش! آج سے بیس سال قبل مجھے موت نے اپنی گود میں لے لیا ہوتا۔ تو میں طلحہ کو اس حالت میں نہ دیکھتا۔''۔

یالیتنی مت قبل هذا الیوم العشرین سنة.

واضح رہے کہ حضرت طلحہ امیرالمومنین حضرت علیؓ کے خلاف جنگ لڑ رہے تھے۔

۱۳۷۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جلال اور مزاج کی تیزی مشہور ہے۔ بایں ہمہ ایسے وقت میں اگر ان کے سامنے عفو و مغفرت کے مضمون والی کوئی آیت پڑھ دی جاتی تو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ پر رقت طاری ہو جاتی۔

۱۳۸ (الف) حضرت حُر بن قیس اور جناب عینیہ بن حصین رضی اللہ عنہما دونوں کسی معاملہ میں حاضر تھے۔ دورانِ گفتگو میں حضرت عینیہ کی زبان سے یہ نکل گیا کہ:

''آپ انصاف سے حکومت نہیں کرتے۔''

حضرت عمر کے لیے اس قسم کی بات کچھ کم نہ تھی۔ مگر آپ کے چہرے کا رنگ دیکھ کر جناب حُر ابن قیس ؓ نے یہ آیت پڑھی:

خذالعفو وامر بالمعرف واعرض عن الجاھلین ○ (۷:۱۹۹)	لوگوں کے قصور معاف کرتے رہیئے اور انہیں نیکی کی تلقین فرماتے رہیئے اور جاہلوں کی نادانی کی باتوں سے چشم پوشی فرماتے رہیئے۔

اور حضرت عمرؓ کا غصہ فرو ہو گیا۔

رحم

برے اور اچھے دونوں قسم کے جذبات انسان کی طینت میں مضمر ہیں۔ بعد میں جیسے ماحول میں کسی کی تربیت ہوئی وہی عادتیں ابھرنے لگیں۔ اگر برے لوگوں میں رہا تو برائی غالب ہوگئی اور نیکی مغلوب' اچھوں کے ساتھ مل بیٹھنا نصیب ہوا تو برائی مغلوب اور نیکی نمایاں ہونے لگی۔ نیکی کی صورت میں جو کام اس نے کیا۔ سب نے اس کی تعریف کی کیونکہ دوسروں کو اس سے راحت نصیب ہوئی اور وہی انسان اگر بری صحبتوں میں گھر گیا تو نیکی کا دامن اس سے چھوٹ گیا۔ کیونکہ اس نے اپنے اردگرد جو کچھ ہوتے دیکھا وہی اس نے کیا۔

مگر بدنصیب نے اپنا دامن تو برائیوں سے بھر لیا!

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے موقع پر تمام عالم خصوصاً اہلِ عرب کا یہ حال تھا کہ نیکی اور رحم ان کے مجلسی قانون سے حرف ''غلط'' کی طرح مٹ چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے جناب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی دیوانہ کہا (معاذاللہ) کبھی سحر زدہ کہہ کر مطعون کیا۔ (نعوذ باللہ من ذلک) اور کبھی آپ کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صابی یعنی لامذہب بتایا۔(اعوذ باللہ ان اکون من الجاھلین.) اس لیے کہ نبیؐ لوگوں کو ان کی غلط کاریوں سے ہٹا کر نیکی اور رحمدلی کی طرف لانا چاہتا ہے۔ مگر عوام اپنی عادات میں اس قدر سرمست و لاابالی بن جاتے ہیں کہ خود کو دیوانہ و سحر زدہ اور لامذہب کہنے کی بجائے مصلح و داعی الی اللہ کو ایسا سمجھنا اور کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی دور میں رسولوں کی بعثت ہوتی ہے۔ اور اسی وجہ سے خود ان کی تکلیفیں ایک پوری امت کی تکلیفوں سے بڑھ جاتی ہیں۔ لیکن رسول کی طینت میں من جملہ اور بے شمار خوبیوں کے رحم کا وصف اس قدر غالب ہوتا ہے کہ گویا میزان کے دونوں پلڑوں میں ایک طرف صرف رحم کو رکھ دیجئے اور دوسری جانب انصاف' محبت و اخوت و بردباری رکھ دیجئے۔ یقین ہے کہ دونوں پلڑے مساوی و متوازن رہیں گے۔ آپ فرمائیں گے کہ صرف ایک رحم کا وزن تمام اچھی عادات کے مساوی کیونکر ہو گیا؟ بے شک اس دوسرے پلڑے کے تمام عنوان رحم ہی کی شاخیں ہیں۔ بدیں سبب دونوں وزن میں مساوی ہیں۔ قرآن' حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ رحم کے سراپا ہمیں فرماتا ہے۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم ٥ (۹:۱۲۸)

اے لوگو! تم ہی میں سے ایک رسول تمہاری طرف آیا۔ جو تمہارے بھلے کے لیے بے حد بے قرار اور مومنین کے لیے نہایت مہربان و رحم دل ہے۔

صحابہ کرام کے چند واقعات

(ب) ۱۲۸۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جناب احنف بن قیس حاضر ہوئے یہ لوگ سمندر کے قریب رہتے تھے۔ ایک طرف چٹیل میدان تھا۔ وہاں کی زمین ناقابلِ زراعت تھی۔ عورتیں دُور۔۔۔ پانی بھرنے جاتیں اور بچوں کو گھروں میں بکریوں کی طرح باندھ جاتیں۔ حضرت احنف نے اپنی تمام مشکلات امیر المومنین کے سامنے عرض کر کے امداد کی درخواست کی۔ حضرت عمر کو اس قدر رحم آیا کہ ان کے بچوں کے وظیفے مقرر کر دیئے اور بصرہ کے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ ان کے لیے میٹھے پانی کی ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہر کھدوا دیں! جس کی تعمیل کر دی گئی۔

۱۳۹۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک نوجوان عورت نے آواز دی۔ عرض کیا "امیر المومنین! میرے شوہر کا انتقال ہو گیا اور چھوٹے چھوٹے بچے رہ گئے ہیں۔ کوئی کام کرنے والا نہیں۔ میری نہ کوئی زمین ہے' نہ میرے پاس مویشی ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے بچوں کو درندے نہ کھا جائیں (اے امیر المومنین) میں خفاف بن ایمار الغفاری کی بیٹی ہوں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں شریک تھے۔" حضرت عمر اسی جگہ سے پیچھے واپس لوٹے اور ذرا دیر میں اونٹ پر بہت سا غلہ اور کپڑا لاد کر اس بی بی کے پاس تشریف لائے اس بی بی کے ہاتھ میں اونٹ کی مہار دے کر فرمایا۔ "اسے لے جاؤ جب یہ ختم ہو جائے تو خدا پھر دے گا!" اس وقت ایک شخص جو شروع سے یہ واقعہ دیکھ رہا تھا۔ اس سے نہ رہا گیا' پاس آ کر حضرت عمر سے اس نے کہا "امیر المومنین! آپ نے اسے بہت زیادہ مال دے دیا۔" آپ نے فرمایا "اے بدگو! اس عورت کے بھائی اور شوہر دونوں نے میرے سامنے ایک قلعہ کا محاصرہ مدتوں کیے رکھا اور آخر اسے فتح کر لیا۔

۱۴۰۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدینہ منورہ کے بازاروں میں جاتے تو بھولے بھٹکے لوگوں کو راستہ بتاتے۔ حمالوں کا بوجھ ان کے سر پر اٹھوا دیتے۔ اگر کسی کے جوتے کا تسمہ گر جاتا تو اٹھا کر اسے دے دیتے اور آہستہ آہستہ یہ پڑھتے۔

تلک الدار الاخرة نجعلها للذين لايريدون علوا في الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقين. (۲۸:۸۳)	قیامت کا گھر (بہشت) ان لوگوں کے لیے ہے جو دنیا میں فتنہ و غرور سے بچے رہے اور انجام کار پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے۔

۱۴۱۔ حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ علاقہ یمامہ کے نواب اور امیر کبیر لوگوں سے تھے۔ ان کے حقیقی چچا (حضرت عامر بن سلمہ اسلام لا چکے تھے۔ مگر ثمامہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا وجہ نفرت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کی طبیعت کا حال معلوم ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ "یا اللہ مجھے ثمامہ پر دسترس عنایت فرمائیو۔" چنانچہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک نرغے میں آ کر یہ (حضرت ثمامہ) گھر گئے اور پابجولاں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیے گئے۔ یعنی وہ دعا آج قبول ہوئی!

اور ثمامہ کو مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا گیا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ سلم تشریف لائے۔ تو فرمایا۔ ''کیوں ثمامہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟'' انہوں نے عرض کیا۔ ''اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا ارادہ بہتر ہے۔ اگر آپ مجھے قتل کرا دیں تو میں واقعی مجرم ہوں۔ اگر آپ مجھے رہا کر دیں تو میں آپ کا شکر گزار رہوں گا اور اگر آپ فدیہ طلب فرمائیں تو جی بھر کر مانگ لیجئے میں ادا کر سکتا ہوں۔'' یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اسی طرح چھوڑ کر ایک طرف تشریف لے گئے۔

دوسرا دن آیا اور رسول کریم حسب معمول مسجد میں تشریف لائے۔ ثمامہ سے آج بھی وہی سوال فرمایا کہ ''ثمامہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟'' اور ثمامہ نے کل ہی کا جواب آج بھی عرض کیا۔ اور آج بھی انہیں اسی طرح چھوڑ کر نبی الرحمۃ ایک طرف تشریف لے گئے۔ تیسرا دن چڑھا حضرت رؤف رحیم جناب محمد (صلوات اللہ علیہ) اسی طرح مسجد میں رونق افروز ہوئے۔ آج بھی ثمامہ سے وہی سوال فرمایا کہ ''ثمامہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟'' اور ثمامہ نے وہی کل والا جواب دیا۔ مگر آج رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدی کی تکلیف دیکھی نہ گئی۔ فرمایا:

اطلقوا ثمامة! (ثمامہ کو رہا کر دو!)

اور ان کی مشکیں کھول کر انہیں اجازت دی گئی کہ وہ جہاں چاہیں چلے جائیں!

ثمامہ چپ چاپ مسجد سے نکل کر قریب کے ایک نخلستان میں آئے بدن کے کپڑے دھوئے۔ خود غسل کیا۔ پھر الٹے پاؤں مسجد نبوی میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور از خود کلمۂ شہادت پڑھا۔ **اس کے بعد مندرجہ ذیل چار باتیں عرض کیں۔**

(۱) اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سوگند بخدا! آج سے پہلے آپ کا چہرہ مجھے تمام عالم سے بدنما اور بدصورت نظر آتا۔ مگر آج دنیا بھر سے زیادہ خوشنما صرف آپ ہی کا رُخِ انور معلوم ہوتا ہے۔

(۲) واللہ! آج سے قبل آپ کے دین سے برا دین میرے نزدیک کوئی اور نہ تھا۔ مگر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج دنیا کے تمام مذہبوں سے زیادہ محبوب میرے لیے یہی دین ہے۔

(۳) خدا کی قسم! آج سے پہلے دنیا کی تمام بستیوں میں بدترین میرے لیے یہ شہر (مدینہ منورہ) تھا۔ مگر آج تمام عالم سے زیادہ اچھا مجھے یہی مدینہ نظر آتا ہے۔

(۴) اے خدا کے سچے رسول! اب یہ فرمایئے کہ میں تو اپنے وطن سے عمرہ کے لیے نکلا تھا۔ مگر راہ میں یہ اتفاق پیش آ گیا کیا میں اب بھی عمرہ کر سکتا ہوں؟۔۔۔ سرور دو عالم صلوات اللہ علیہ نے فرمایا ''ہاں! ہاں! اے ثمامہ! تم عمرہ کر سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت فرمائے گا۔'' اور یہاں سے حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ مکہ معظّمہ روانہ ہوئے۔ قریش مکہ کے جاسوسوں نے جناب ثمامہ کا پورا واقعہ ان کے پہنچنے سے قبل مکہ والوں کو سنا دیا تھا۔ آپ وہاں پہنچے تو انہوں نے حضرت ثمامہ سے دریافت کیا۔ ''واقعی آپ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین قبول کر لیا ہے؟'' حضرت ثمامہؓ نے فرمایا ''ہاں! ہاں! یہ خبر درست ہے!'' یہ سننے کے بعد قریش نے انہیں طوافِ کعبہ سے روکنا چاہا۔ حضرت ثمامہ اپنے ملک کے سردار تھے۔ انہوں نے فرمایا ''اہل قریش اسے نہ بھولو! کہ تمہارے ہاں غلہ یمن سے آتا ہے اگر تم نے ذرا بھی تعرض کیا تو یمن کے اناج کا ایک دانہ مکہ میں نہ آئے گا۔

۱۴۲۔ حضرت عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ مشہور سخاوت پیشہ حاتم طائی کے فرزند تھے۔ ایک غزوہ میں ان کی ہمشیرہ اسیر ہو کر آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس وجہ سے انہیں آزاد فرما دیا کہ آخر حاتم جیسے مہماں نواز کی صاحبزادی ہیں۔ یہ بے حد متاثر ہوئیں اور گھر لوٹ کر اپنے برادر عدی سے فرمایا: ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بڑے کریم النفس ہیں۔ اے برادر! آپ کو ان سے ضرور ملاقات کرنا چاہیے۔'' اس پر عدی بغیر کسی ضمانت کے از خود مدینہ منورہ چلے آئے۔ ان کا خیال تھا کہ حجاز و یمن کے دوسرے سرداروں کی طرح سرور دو عالم کا دربار ہو گا۔ شہ نشین ہو گی اور یہ صاحب (رسول کریمؐ) شاہانہ کروفر کے ساتھ تخت شہنشاہی پر رونق فرما ہوں گے لیکن معلوم ہوا کہ مسجد ہی میں آنے والوں سے ملاقات فرماتے ہیں۔ سید البشرؐ تشریف لائے تو ایک پردہ نشین سائلہ نے گفتگو شروع کر دی۔ جو بہت دیر تک عرض معروض کرتی رہی۔ عدی فرماتے ہیں کہ اگر یہ صاحب بادشاہ ہوتے تو ایک سائلہ کو گفتگو کا اتنا موقعہ نہ دیتے!۔۔۔ اب میری طرف توجہ فرما ہوئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے دولت خانے پر (مجھے) لے گئے۔ وہاں چمڑے کا ایک ٹکڑا بچھا ہوا تھا۔ مجھے اس پر بیٹھنے کا حکم دیا (حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ صفحہ ۱۷۲ پر ملاحظہ فرمائیے۔

۱۴۳۔ حضرت سعید بن یربوع (صحابی) نابینا ہو گئے تو امیر المومنین عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) عیادت کے لیے تشریف لائے۔ اور فرمایا ''اے سعید! جمعہ کی نماز سے غفلت نہ کرنا اور مسجد نبوی میں برابر شریکِ صف ہونا!'' جناب سعید نے عرض کیا ''میں بینائی کھو چکا ہوں۔ کون ہے جو میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مسجد میں لے جائے اور گھر پہنچا دے'' حضرت عمر واپس تشریف لائے اور اپنے معذور بھائی پر رحم کھا کر ایک غلام ان کو بھیج دیا!

تنبیہ

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام کے نزدیک جمعہ کی نماز کس قدر ضروری تھی۔

مساوات

برادری میں ہر شخص کا مرتبہ برابر ہے کسی کی مالی کمزوری یا مرتبہ کی کمی اس کی حقارت و ذلت کا سبب نہیں ہو سکتی۔ اگر ایسا ہو تو جو تونگر ہے وہ سدا برتر رہے یا جو شخص بڑے عہدے پر ہے وہ ہمیشہ کے لیے سردار بنا رہے۔ اسی طرح جن اشخاص میں دو ایک خوبیاں جمع ہو گئیں۔ ان کے سوا باقی سب کے سب ذلیل و خوار ٹھہریں۔ یہ برادری کے خلاف ہے کیونکہ اس طرح سے آپس میں بغض و کینہ کے جذبات ابھر آتے ہیں اور یک جہتی و محبت ختم ہو کر تمام برادری منتشر ہو جاتی ہے۔ ایک طرف تونگر اور منصب دار لوگ ہوں گے۔ تو دوسری جانب غریب اور بے مایہ طبقہ ہوگا۔ قرآن مجید نے مختلف آیات میں ان خرابیوں کا علاج فرمایا ہے کسی جگہ یہ فرمایا کہ ''اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک جیسے بطن اور ایک جیسی صلب سے خلق فرمایا۔''

یاایھا الناس انا خلقکم من ذکر و انثی. (۴۹:۱۳)	اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کر دیا کہ تمہیں ایک دوسرے کو شناخت کرنے میں آسانی ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا.. (۱۳:۴۹)

لیکن برتری کا سبب یہ ہے کہ ''وہی شخص زیادہ معزز ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔''

(ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم. (۱۳:۴۹)

انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون. (۱۰:۴۹)

تمام مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ پس اپنے بھائیوں کے درمیان عدل و انصاف سے ان کی اصلاح کرتے رہو (اور) ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے میں اللہ سے ڈرتے رہو! تاکہ تم پر بھی رحم کیا جا سکے۔

۱۴۴۔ ہمارے ملک میں غلاموں کا رواج نہیں یہاں ملازم ہیں۔ مگر جہاں آقا نے ذرا تیز نظر سے ملازم کی طرف دیکھا یہ چلتے پھرتے نظر آئے۔ بعض اوقات انہیں پھر واپس لانے کی غرض سے خوشامد تک کی جاتی ہے مگر خدمت گار صاف انکار کر دیتا ہے لیکن غلام کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ اس کے لیے کسی حالت میں اپنے آقا سے پھر جانے کی گنجائش نہیں۔ وہ زر خرید ہے۔ جس کی وجہ سے برادری میں بھی اس کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر جب قرآن مجید نازل ہوا تو ایک خدمت گاری کے سوا ''غلام'' کو برادری کے پورے حقوق قرآن مجید نے عنایت فرمائے۔ اب غلام کی شادی شریفوں میں ہونے لگی ہے اور دنیا میں ہاشمیوں سے زیادہ کوئی شریف ہو سکتا ہے! عبدالمطلب کی نواسی جناب زینب (بنت جحش) حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہما) کے عقد میں آئیں (زید غلام تھے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے **مسلمانوں میں بھائی بندی قائم** کی تو انہی حضرت زید کو اپنے حقیقی چچا بزرگوار حضرت حمزہؓ کا بھائی بنایا۔ سرورِ دو عالم نے جس لشکر میں بھی حضرت زید کو بھیجا۔ اس لشکر کا سپہ سالار انہی کو بنایا۔

قرآن مجید نے غلاموں کی مساوات میں وہ دلیل قائم کی جس پر آقائی کو رشک آنا چاہیے۔ پورے قرآن مجید میں تمام صحابہ کرام میں سے صرف انہی حضرات زید بن حارثہ کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام مذکور ہے۔ دیکھیے سورۂ احزاب
حضرت زید غلام کے سوا کسی اور صحابی کا نام قرآن مجید میں نہیں آیا۔
قرآن کریم نے ناداروں کو کس قدر حقوق عنایت فرمائے۔

عالمِ حسن میں یکتا ہے ترا جلوۂ نور
ماہِ تاباں کی قسم! مہرِ درخشاں کی قسم

۱۴۵۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعات پر نظر فرمایئے۔ جنابِ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا خزانچی بنالیا (اصابہ ج ا ص ۱۷۶)

۱۴۶۔ ایک مرتبہ رسول کریمؐ نے غلاموں کے متعلق فرمایا: تمہارے بھائیوں کو خدا نے تمہارے قبضے میں کر دیا ہے۔ مگر جو کچھ تم خود کھاؤ وہی انہیں کھلاؤ۔ جو تم خود پہنو انہیں بھی ویسا ہی پہناؤ۔ ان سے کام لینے میں ان کی سہولت کا خیال رکھو۔ اگر وہ کام سخت ہے تو اس کام میں ان کی مدد کرو۔

۱۴۷۔ حضرت ابوذر غفاری (صحابی) جناب عثمان رضی اللہ عنہما کے عہد میں ربذہ (ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تین کوس پر ہے) میں نظر بند کر دیئے گئے۔ حضرت معرور (رضی اللہ عنہ) نے دیکھا کہ جیسا حلہ حضرت ابوذرؓ نے خود زیب تن فرما رکھا ہے ویسا ہی اپنے غلام کو پہنا رکھا ہے۔ جناب معرورؓ نے حضرت ابوذرؓ سے اس برابری کی وجہ دریافت کی تو حضرت ابوذرؓ نے فرمایا:

''حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارے غلام بھی تمہارے بھائی ہیں۔ جنہیں قدرت نے تمہارے ماتحت کر رکھا ہے۔ تو جس شخص کا بھائی (غلام) اس کے ماتحت ہو اسے چاہیے کہ جو کچھ وہ خود کھائے اور پہنے اسی قسم کا لباس اور خوراک اپنے غلام کے لیے مہیا کرے۔

۱۴۸۔ قرآن مجید اترنے سے پہلے بھی لوگ غلام کو آزاد کر دیتے۔ مگر برادری میں اس غلام کی کوئی عزت و وقعت نہ ہوتی۔ بلکہ یہ کہیے کہ غلام کسی حالت میں برادری کے فرد ہی نہ بن سکتے تھے۔ لیکن جونہی قرآن نے عوام و خواص سب کے حقوق میں برابری کا سبق دیا۔ غلاموں کا مرتبہ بھی آزادوں کے ساتھ ایک سطح پر آ گیا۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ ابتدا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں غلام تھے۔ حضرت عمر فاروق کے ہاں تشریف لائے۔ جب کہ آپ خلیفہ بن چکے تھے۔ آپ نے حضرت خبابؓ کو اپنی سواری پر بٹھا کر فرمایا ''ان کے سوا ایک اور شخص ہے جو اس سواری کا مستحق ہے۔'' اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ''وہ بلال حبشیؓ ہے'' (اور حضرت بلالؓ بھی غلام ہی تھے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمانے کا یہ مطلب ہے کہ اسلام میں خلیفہ اور عامی شخص میں کوئی فرق نہیں۔ غلام اور خلیفہ دونوں برادری میں یکساں ہیں۔ اس کی عام مثال ہر روز دن رات میں پانچ مرتبہ آپ کے سامنے آتی ہے۔ جب مسلمان نماز کے لیے صف میں کھڑے ہوتے ہیں تو بادشاہ بھی ایک ادنیٰ درجہ کے مسلمان کے ساتھ اسی صف میں کندھا ملا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

۱۴۹۔ قریشی سرداروں میں جناب ابوسفیانؓ (بن حرب) اور حضرت حارث بن ہشام امیر المومنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (جناب حارث مشہور شقی ابوجہل کے بھائی ہیں۔ یہ حضرت ابوسفیان کے ساتھ فتح مکہ کے روز ایمان لائے اور اس سے قبل میدانِ بدر اور احد دونوں میں ابوسفیان کی طرح مسلمانوں کے ساتھ جنگ کر چکے تھے) (یہ) دونوں سردار ابھی امیر المومنین کے ہاں پہنچے ہی تھے اتنے میں دیکھا کہ حضرت صہیبؓ ' جناب بلالؓ اور جناب عمار بن یاسر بھی امیر المومنین حضرت عمرؓ سے ملاقات کی اجازت حاصل کر رہے ہیں اور سب سے پہلے امیر المومنین نے حضرت صہیبؓ و بلالؓ اور عمار رضی اللہ عنہم کو ملاقات کے لیے طلب فرمایا مگر ابوسفیانؓ و حارثؓ کو ان کے بعد ملاقات کی اجازت ملی۔ **حضرت ابوسفیانؓ** قریش کے سردار رہ چکے تھے۔ ان سے ضبط نہ ہو سکا اور حضرت عمرؓ سے یہ **شکایت** کی۔ بڑا غضب ہے کہ غلاموں کی تو فوراً باریابی ہوتی ہے اور ہم لوگ بیٹھے ہوئے راہ تکتے ہیں؟'' اس وقت حضرت سہیلؓ بن عمرو قریشی (مکی) بھی ان کے ہمراہ تھے۔ ابوسفیان کے جواب میں حضرت سہیلؓ نے ان سے فرمایا۔ ''آپ لوگوں کو خود اپنے اوپر ملامت کرنا چاہیے۔ اسلام نے سب کے ساتھ تم کو بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلایا۔ مگر یہ لوگ آگے بڑھ آئے۔ مگر آپ حضرات منہ تکتے رہ گئے۔'' حضرت ابوسفیانؓ سے ان کا کوئی جواب نہ بن آیا۔

۱۵۰۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام لے آئے تھے۔ نہایت باوقار اور مرد دانشور تھے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ ایک مرتبہ وہ اپنے دولت خانہ سے نکلے تو کسی صاحب نے ان سے اس طرح سلام کہا ''السلام علیک ایھا الامیر ورحمۃ اللہ'' ان سے سلام کہنے کے بعد اس شخص نے مسلمانوں کے مجمع کی طرف رخ فرما کر ان سب کو صرف ''السلام علیکم'' کہا تو حضرت مغیرہ نے اسے اپنے پاس بلا کر فرمایا ''مجھے تم نے علیحدہ سلام کیوں کہا؟'' مجھے بھی مسلمانوں کے ساتھ السلام علیکم' میں شریک کیا ہوتا۔ آخر میں بھی تو انہی میں سے ہوں۔''

۱۵۱۔ اسی طرح حضرت رویفع رضی اللہ عنہ جو اطابلس کے گورنر تھے۔ ان سے کسی صاحب نے ''السلام علیک ایھا الامیر'' کہا تو انہوں نے سلام کہنے والے سے فرمایا کہ ''اگر تم ہمیں مسلمان سمجھ کر سلام کرتے تو ہم تمہیں جواب دیتے یہ تو تم نے پرانے مصری گورنر کے آداب کے مطابق سلام کہا ہے۔ چاہیے وہی آپ کا جواب دیں۔

۱۵۲۔ حضرت ابوعبیدہ ثقفی (تابعی) رحمۃ اللہ علیہ نے جناب عمر فاروقؓ کے عہد میں عراق پر حملہ کر کے اسے سر کر لیا تو ایک علاقہ کے رئیسوں نے حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں نہایت عمدہ کھانوں کے خوان پیش کیے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ ''یہ خوان تمام فوج کے لیے ہیں یا صرف میرے لیے ہیں؟'' انہوں نے عرض کیا صرف امیر لشکر کے لیے ہیں۔'' حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا ''مسلمانوں کو ایک دوسرے پر ترجیح نہیں۔ اس لیے میں اکیلا ان کا مستحق نہیں ہوں۔'' اور خوان واپس کر دیئے۔

باہمی اصلاح

انسان کو کسی چیز کے ساتھ دشمنی نہ کرنا چاہیے۔ لفظ ''انسان'' کے معنی ہی انسیت (محبت) کے ہیں۔ پھر عداوت کا جذبہ اس کے لیے کس قدر برائی ہے۔ قرآن مجید ہر ایک فرد بشر مسلم و غیر مسلم کے ساتھ نیک سلوک کی ہدایت فرماتا ہے۔ آپ نے اس کتاب میں جا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجا پڑھ لیا کہ ہمسایہ اگر غیر مسلم ہے تو اس کے حقوق میں بھی کوئی کمی نہ کی جائے گی۔ مسافر کسی فرقہ وطبقہ کا سہی اس کی مہمانی مسلم پر واجب ہے۔ اسی طرح سائل کا حق ہے جس میں اپنے بیگانے کا امتیاز نہیں کیا جا سکتا اسی طرح والدین اور دوسرے خویش واقارب ایک نعمت اسلام سے محروم ہیں تو بھی ان کے واجبی حقوق مسلمان کے ذمے ویسے ہی باقی ہیں جیسے ان کے مسلمان ہو جانے پر تھے۔ (ترکہ کے سوا جس میں صرف مومن ہی حصہ دار ہو سکتا ہے کافر نہیں۔ اگرچہ باپ بیٹا ہی کیوں نہ ہو) اور اس (ترکہ) کے معاملہ میں غیر مسلم رشتہ داروں کو اسلام پر شکوہ نہ کرنا چاہیے کہ سوائے اسلام کے کسی مذہب وملت میں ترکہ کی رسم کسی معنوں میں نہیں۔ نہ ان کی (آسمانی) کتابوں میں اس کا وجود ہے۔ یہ تو قرآن مجید ہی کا کرمِ خاص ہے کہ ایک شخص کی دولت اس کے مرنے کے بعد اس کے تمام خویش میں بحصۂ مناسب تقسیم کر دی تاکہ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا دولت کے نشہ میں سرشار رہ کر غریب بھائی بہنوں کو ٹھکراتا نہ پھرے۔۔۔ اور اسی طرح صلح ومحبت کا قرآنی پیغام مسلم وغیر مسلم ہر ایک کے لیے عام ہے لیکن مسلمان مسلمان چونکہ برادر اور باہم دگر ایک دوسرے کے زیادہ قریبی تعلق دار ہیں۔ اس لیے انہیں آپس میں خاص عنایات واکرام ومحبت وشفقت و یگانگت واتحاد و رفاقت کے ساتھ رہنے کی ہدایت (قرآن مجید نے) مختلف انداز سے فرمائی۔ مثلاً میاں بیوی ہیں تو ہر وقت کے سنگ ساتھ میں ایک دوسرے پر گلہ ہو ہی جاتا ہے۔ بیویوں کو ہدایت فرمائی کہ شوہر کو جھگڑے یا نامہربانی پر آمادہ دیکھو تو نرمی اور صلح سے اسے پھر راہ پر لے آؤ۔ اس تلقین کے جملۂ قرآنی میں ایک ایسا لفظ فرمایا کہ گویا:

میرے لیے کسی کی وفا یاد ہی تو ہے
افسانۂ حیات کا عنواں کہیں جسے

یہ لفظ "والصلح خیر" ہے (بے شک صلح ہر حال میں صلح ہی ہے) اور کتنی بابرکت! جس سے دلوں کے زنگ ذرا دیر میں دور ہو جائیں وہ صلح ہے۔۔۔ تو میاں بیوی کی باہمی بدگمانی پر اس لفظ (والصلح خیر) کو ارشاد فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وان امراة خافت من بعلها نشوزا او اعراضا فلا جناح علیهما ان یصلحا بینهما صلحا. والصلح خیروا حضرت الانفس الشح وان تحسنوا وتتقوا فان الله کان بما تعملون خبیرا (۴:۱۲۸)

اور اگر بیوی کو شوہر کی جانب سے اختلاف یا نامہربانی کا کھٹکا ہو جائے تو دونوں کو درگزر کر کے صلح کی راہ تلاش کرنا چاہیے۔ اس میں کوئی گناہ بھی نہیں۔ بلکہ صلح تو صلح ہی ہے۔ اگرچہ نفس انسانی اپنے سے غیر کے لیے ہر صورت میں بخیل سہی لیکن (اے شوہر وزن!) اگر تم ایک دوسرے سے مروت کا برتاؤ کرو اور اللہ سے ڈرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے باہم دگر احسان کا خود بھی قدردان ہے!

کبھی یہ بھی ہوتا تھا کہ مسلمان مسلمان ہی آپس میں لڑ پڑیں حتیٰ کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں بھی ایسا ہوا لیکن مسلمانوں کو باہمی جنگ پر نہ تو قرآن نے انہیں کافر کہا نہ انہیں فاسق قرار دیا (ابتدا کرنے والوں کی خطا ضرور ہے) پھر بھی مسلمانوں کو آپس میں جنگ و پیکار کرنے پر قرآن نے مومن ہی کہا اور مومنین کے دو فریقوں میں صلح کرا دینے کی (قرآن مجید) نے تاکید فرمائی:

وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما. (۴۹:۹)

اور اگر مومن ہی آپس میں جنگ شروع کر دیں تو اے مسلمانوں ان دونوں فریقوں کی آپس میں صلح کرادو۔

۱۵۳۔ مومنین کے دو طبقوں کی صلح کرانے میں سب سے پہلے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسابقت فرمائی۔ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امام حسنؓ کے متعلق یہ پیشین گوئی بھی پوری ہوگئی کہ ''میرا یہ فرزند (حسنؓ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں تھے) مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرانے میں کامیاب ہوگا۔''

کتنا شرف ہے جو حسن بن علیؓ کو حاصل ہوا اور کتنا مرتبہ ہے اس شخص کا جو امام حسنؓ کی پیروی کرے کہ اس کی وجہ سے دو مسلمانوں میں صلح ہو جائے!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باہم مل جل کر رہنے کے بغیر قرآنی زندگی کی تکمیل کیسے ہوسکتی ہے باہمی صلح اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرنا ہے جن کی تعلیم انسانیت کے فروغ میں نہایت زود اثر ہے۔

فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مؤمنینo (۸: ۱)	(اے مومنو! اختلاف میں) خدا تعالیٰ سے ڈرو! اللہ اور اس کے رسولؐ کی پیروی کرتے رہو۔ اگر تم مومن بن کر دنیا میں رہنا چاہو۔

۱۵۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ قیام میں کفار شعروں میں بھی سرور دو عالم کی توہین کرتے۔ ادھر سے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ قریش کو جواب دیتے۔ امیر المومنین عمر بن الخطابؓ نے اپنے عہد میں لوگوں کو حسان کے متعلق ایسے اشعار زبان پر لانے سے منع فرما دیا کہ اس سے پرانی رنجشیں پھر نہ ابھر آئیں۔ کیونکہ حضرت حسان کے شعروں میں قریشِ مکہ کی توہین تھی اور وہ مسلمان ہو چکے تھے۔

۱۵۵۔ حضرت زبرقان (تابعی) ایرانی امیر تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے حملے کا خوب مقابلہ کیا۔ وہ بڑے تیر انداز تھے۔۔۔۔ آخر انہوں نے مدینہ منورہ ہی میں سکونت اختیار کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا۔ ایک شاعر حضرت حطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نامی جو بڑے ہجو گو شاعر تھے۔ انہوں نے حضرت زبرقان کے خلاف بھی چند ایسے شعر فرما دیئے۔ جناب زبرقان نے امیر المومنین حضرت عمرؓ سے یہ شکایت کی اور آپ نے حضرت عباسؓ سے دریافت کیا کہ "حطیہ کا فلاں شعر کیسا ہے؟" حضرت عباسؓ نے جواب دیا "صاحب اس میں صاف صاف ہجو ہے۔" حضرت عمرؓ نے حطیہ کو تہ خانہ میں قید کر دیا۔ لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر (دونوں اصحاب) رضی اللہ عنہما کی سفارش پر امیر المومنین نے ان سے یہ ضمانت لے کر حضرت حطیہ کو رہا کیا کہ آئندہ کسی کی ہجو نہ کروں گا۔

۱۵۶۔ عربوں کی شاعری ان کا ہتھیار بھی تھا۔ جس سے بدلہ لینا چاہتے۔ اسے خوب خوب استعمال کرتے۔ بعض شاعر عورتوں کے متعلق ایسے اشعار کہہ دیتے کہ وہ ہجو نہ ہوتے بلکہ ان کی مدح کی تمہید ہوتی (اسے شاعری میں تشبیب کہتے ہیں) جہاں کسی شاعر کی زبان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ایسے شعر نکلتے تمام ملک میں پھیل جاتے۔ جس غریب عفیفہ پر یہ شعر لکھے جاتے۔ بے چاری شرم سے زمین میں گڑ جاتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس شاعری کے اثرات کی شکایت ہوئی تو آپ نے قانون بنا دیا کہ میں ایسے شاعر کو بدنی سزا دوں گا۔

غُربا کی اعانت

امیر اور دولت مند لوگ صرف اپنے جیسے امرا اور تونگروں کی ایک برادری ہے۔ غریب اگرچہ ان کا قریبی رشتہ دار ہو۔ اس کی دیواران (امیروں) کے گھر سے ملی ہوئی ہو۔ دونوں کا دین و مذہب بھی ایک کیوں نہ ہو۔ مگر اپنے سے کسی غریب کو اپنی برادری نہیں سمجھ سکتا۔ اس کی برادری امیر ہی ہیں۔ بخلاف اس کے غریب اپنے جلیسوں کا تو مجلسی اور شریک قال و حال ہی ہے لیکن امیر کو بھی بعض اوقات اس کی ایسی ضرورت پڑ جاتی ہے کہ اگر غریب اس وقت اس کی یاوری نہ کرے تو امیر کے ہاں کچھ نہ کچھ ہو جائے۔ پس اصل شرف و بزرگی اس طبقہ کے لیے ہے۔ جس کے کردار و اخلاق میں برتری ہے۔ نہ وہ طبقہ جسے اپنی ذات کی بجائے اپنے مال و زر پر فخر ہے حالانکہ دولت اس سے علیحدہ ہو سکتی ہے اور ہوتی آئی ہے۔ مگر غریب کا شرف و بزرگی ناداری کی وجہ سے سلب نہیں ہو سکتا۔

۱۵۷۔ میں کہتا ہوں اسلامی نقطۂ خیال سے غریب طبقہ برادری کا اصل فکر ہے۔ جو امیروں سے بہت پہلے انسانیت یعنی نبوت کا کورس پورا کر لیتے ہیں چنانچہ کفار مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر جب چند اصحابِ کرام (رضی اللہ عنہم) بادشاہ ہرقل کے پایۂ تخت میں جا چھپے اور ابوسفیان سے یہ بھی نہ دیکھا گیا۔ مسلمانوں کو وہاں سے نکلوانے کے لیے ہرقل کے دربار میں پہنچا۔ ہرقل نے ابوسفیان سے جو دلچسپ مکالمہ کیا۔ اس میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ "اے سردار مکہ! یہ تو فرمائیے کہ اس نبی (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیرو بڑے لوگ ہیں یا غریب الحال طبقہ؟" ابوسفیان نے کہا "اس کے ساتھی بڑے لوگ نہیں اسے تو صرف غریب لوگ ہی مانتے ہیں۔"

ہرقل مسیحی مذہب کا جید عالم تھا۔ مذاہب پر اس کی پوری نظر تھی۔ مکالمہ کے بعد ابوسفیان کے ہر جواب پر اس نے تبصرہ کیا۔ مذکورہ بالا سوال اور اس کے جواب پر ہرقل نے کہا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسألتک اشراف الناس اتبعوہ ام ضعفاء ھم فذکرت ان ضعفاء ھم اتبعوہ وھم اتباع الرسل. (بخاری شریف باب کیف کانبداء الوحی علی رسول اللہ صلعم)

اے سردار قریش! میں نے آپ سے یہ جو دریافت کیا کہ اس نبیؐ پر بڑے لوگ ایمان لائے ہیں یا غریب! تو اس سوال کا جواب آپ نے یہ فرمایا ہے کہ غریب لوگ اس نبی پر ایمان لائے ہیں۔ بے شک آپ نے صحیح کہا! رسولوں کے پیرو غریب ہی ہوتے ہیں!

اس مکالمہ میں ایک اور سوال و جواب (جو ہرقل و ابوسفیان کے درمیان) ہوا۔ ہرقل نے پوچھا ''اے سردارِ مکہ یہ بھی فرمایئے کہ اس نبی کے خاندان میں کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے؟'' ابوسفیان نے کہا ''اس نبی کے خاندان میں کبھی کوئی بادشاہ نہیں گزرا۔'' اس پر ہرقل نے (اپنے تبصرہ میں) کہا:۔

وسألتک ھل کان من ابائہ من ملک فذکرت ان لا! فقلت فلو کان من ابائہ من ملک قلت رجل یطلب ملک ابیہ. (بخاری شریف حوالہ مذکورہ)

اے سردار قریش! میں نے آپ سے دریافت کیا' کیا اس نبی کے خاندان میں کبھی کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ''اس کے بزرگوں میں کوئی بادشاہ نہ تھا۔'' مجھے یہ کہنا ہے کہ اگر اس نبی کے بزرگوں میں بادشاہت ہوتی تو میں یہ سمجھتا کہ وہ نبوت کی آڑ میں اپنی آبائی بادشاہت کے خواب دیکھ رہا ہے۔

اور سردارانِ قریش کا ان غریبوں کے ہاتھوں کیا حشر ہوا؟۔۔۔غزوۂ بدر کا تصور کر لیجئے۔ جہاں ابوجہل و ابولہب و عتبہ و شیبہ و مغیرہ جیسے چوبیس دولت مندوں کی لاشیں انہی غریبوں کے ہاتھوں ایک ناپاک اور سڑے ہوئے کنوئیں میں ڈلوا دی گئیں۔(1) مگر میرا منشا یہ نہیں کہ اب بھی ایسا ہو بلکہ غریبوں کو بھی انسان سمجھئے۔ مبادا وقت پھر پلٹا کھائے۔

۱۵۸۔ دولت مندوں کی غریبوں سے نفرت مگر غریبوں کی ایمان میں سبقت کا تذکرہ حضرت نوح علیہ السلام کے تذکرہ میں!

محلی ابن حزم احکام صلوٰۃ الجنائز مسئلہ نمبر ۵۶۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولقد ارسلنا نوحا الی قومه انی لکم نذیر مبین ان لا تعبدوا الا اللہ انی اخاف علیکم عذاب یوم الیم ○ فقال الملا الذین کفروا من قومه مانرک اتبعک الا الذین هم ارا ذلنا بادی الرأی ومانری لکم علینا من فضل بل نظنکم کاذبین ○ (۱۱:۲۶۔۲۷)

بلاشبہ ہم نے (حضرت) نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا۔ انہوں نے جا کر فرمایا "میں تمہارے گناہوں کی سزا سے تمہیں ڈراتا ہوں (اور یہ کہتا ہوں) کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔ ورنہ تم پر عذاب قیامت کا ڈر ہے!" یہ سن کر کفار کے امیروں نے جواب دیا "(اے نوح) اول تو) تم بھی ہمارے ہی جیسے بشر ہو (پھر رسول کیسے بن گئے آپ؟) (دوسرے یہ کہ) آپ پر جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ ہماری برادری کے کنگال اور رذیل سمجھے جاتے ہیں۔ پس ہم لوگ آپ کو کیوں کر اپنے سے بہتر سمجھ لیں بلکہ آپ سب لوگوں کو ہم کاذب سمجھتے ہیں!

آج اگر غریب اس حالت میں ہیں تو کیا ہوا۔ قرآن مجید نے جا بجا ان کی امداد کا مختلف الفاظ میں سبق دیا ہے۔ سورۂ دہر میں ابرار یعنی نیک بندوں کا تذکرہ ہے۔ فرمایا:

ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجها کافورا○ عینا یشرب بها عباداللہ یفجرونها تفجیرا○ یوفون بالنذر ویخافون یوما کان شره مستطیرا ○ ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیماً واسیرا○ (۷۶۔۵۔۸)

(اس روز) نیک بندے ایسی شراب پئیں گے جس کے چشمے میں کافور کی آمیزش ہوگی اور جو صرف نیک بندوں ہی کے لیے ہوگی۔ یہ اُس لیے کہ انہوں نے بھی تو اس محشر کا خوف رکھا تھا۔ جو ایک عالم کو اپنی لپیٹ میں لینے والا ہے اور اس۔ لیے کہ ان نیک بندوں نے خدا کی رضا طلبی کے لیے مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو دنیا میں کھلایا پلایا تھا۔

دوسروں کی امداد کا انحصار دولت پر نہیں، دل کی وسعت پر ہے اور غریب آدمی بھی اس نعمت سے مالا مال ہوسکتا ہے۔ دوسرے پارہ کی اس آیت پر نظر ڈالیے "نیکی یہی تو نہیں کہ تم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمازوں میں اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ ایسے لوگ اپنا مال ان جگہوں پر خرچ کرتے ہیں:

واتی المال علی حبه ذوی القربی والیتامی والمسکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب○ (۲:۱۷۷)	وہ صرف کرتے ہیں اپنا مال اللہ کی رضا طلبی میں ان لوگوں کے لیے قرابت دار' یتیم' مسکین' مسافر' سائل واسیر۔

۱۵۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ!

مدینہ منورہ میں قحط پڑا۔ تو حضرت عباد بن شرحبیل رضی اللہ عنہ بھوک سے تنگ آ کر ایک باغ میں چلے گئے۔ جہاں انہوں نے کچھ خوشے کھائے اور تھوڑے سے اپنے دامن میں بھر لئے باغ کے مالک نے دیکھ لیا تو انہیں پکڑ کر زدوکوب کیا اور غریب کے کپڑے بھی چھین لیے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر پہنچا۔ آنحضرتؐ نے مالک سے فرمایا "آپ نے اسے کیوں ذلیل کیا؟ یہ ناواقف تھے انہیں بتایا ہوتا کہ چوری سے کھانا اور مال لے جانا اچھی بات نہیں اور یہ قحط کا زمانہ ہے اسے کھانا دیا ہوتا۔ پھر حضرت عبادؓ کے کپڑے باغ کے مالک سے واپس دلوائے اور اسے اپنے دولت خانہ پر لے جا کر ساٹھ صاع غلہ اپنے پاس سے عنایت فرمایا!

۱۶۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نابینا ہو گئے تھے۔ انہوں نے اندرونِ خانہ سے لے کر باہر کے دروازہ تک ایک تاگا باندھ لیا تھا۔ جب کوئی مسکین آتا۔ تو ٹوکری سے کھجوریں نکال کر اس تاگے کے سہارے باہر آتے۔ اور مسکین کو اپنے ہاتھ سے کھجوریں دیتے۔ ایک مرتبہ گھر والوں نے عرض کیا "آپ ہمیں حکم فرما دیا کیجئے۔" انہوں نے جواب دیا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسکین کو دینا بری جگہ پر گرنے سے محفوظ رکھتا ہے۔"

۱۶۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کسی مسکین کی شرکت کے بغیر دستر خوان پر کھانا کھانے نہ بیٹھتے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ انہوں نے گھر والوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ کھانے کے لیے طلب فرمایا ہو۔ لیکن مسکین کو دیکھتے ہی بلا لیتے اور کھانے میں شریک فرماتے!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۶۲۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ کی بیوی کو ملامت کی کہ آپ اپنے شوہر کو اچھے کھانے پکا کر نہیں دیتیں۔''انہوں نے جواب دیا''جہاں ہم نے کسی اچھی شے کا انتظام کیا۔ انہوں نے وہ مسکینوں کو بلا کر کھلا دی۔!'' (مسکینوں کو خاطر میں نہ لانے پر قرآن کی یہ آیت پڑھیے)

ماسلککم فی سقر قالوا لم نک من المصلین ٥ ولم نک نطعم المسکین ٥ (۷۴:۴۳:۴۴) (دوزخیوں سے یہ سوال ہوگا) ارے! تم جہنم رسید کیوں ہوئے؟ وہ کہیں گے ہم نے نہ تو کبھی نماز پڑھی نہ مسکینوں کو کھانا ہی کھلایا!

۱۶۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت تقسیم فرمالیا۔ تو ایک قیمتی چادر بچ گئی۔ ایک صاحب نے عرض کیا''یہ چادر جناب ام کلثومؓ (زوجۂ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ) کو دے دیجیے گا! مگر آپ نے فرمایا''اس چادر کی مستحق بی بی ام سلیط رضی اللہ عنہا ہیں کیونکہ وہ غزوۂ احد میں اپنی پشت پر پانی کی مشکیں بھر بھر کر لاتیں اور ہمیں پلاتیں۔''

(اصابہ ج ۸ ص ۲۴۲)

۱۶۴۔ اسی طرح حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک قیمتی حلہ حضرت عتاب بن اسید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پیش کیا کیونکہ جب فتح مکہ کے بعد انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ پر نائب مقرر فرمایا تو اس وقت حضرت عتاب کو دو چادروں کے سوا کچھ معاوضہ نہ دیا جا سکا تھا۔

(اصابہ ج ۴، ص ۲۱۲)

۱۶۵۔ لیکن حضرت عمرؓ کا اپنے بعد اپنے اولاد کے حق میں یہ ایثار تھا کہ اپنے عہد میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے آپ نے ۹ پیالے بنوائے تھے۔ جب کوئی ایسی چیز باہر سے آتی تو ان پیالوں میں مساوی مساوی تمام امہات المومنین کے لیے پیش فرماتے۔ مگر اپنی صاحبزادی (ام المومنین) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا پیالہ آخر میں بھیجتے کہ اگر کچھ کم رہ جائے گا تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ آخر وہ میری صاحبزادی بھی تو ہیں۔! لیکن آج دنیا میں ترجیح نے کیا رنگ اختیار کر رکھا ہے۔ منصب ہو یا مال!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اول خویش بعدہ درویش

باوجودیکہ

کوششیں ہم نے کیں ہزار مگر
عشق میں ایک معتبر نہ ہوئی!

یعنی غریبوں کواور زیادہ غریب کردواور امیروں کواور زیادہ امیر بنادو! کچھ لوگوں کا یہی اصول ہے۔مگراسلام کے خلاف اورقرآن مجید سے دشمنی کی بناپر!

قرآن مجید میں غریبوں ہی کی امداد کے لیے نہ صرف زکوٰۃ واجب فرمادی گئی۔ بلکہ چنداورصدقات بھی مثل واجب کے مقرر کردیئے۔ان کے سواہر مشکل ومصیبت کے وقت غریبوں کی امداد گویالازم کردی۔حتیٰ کہ بعض خاص صورتوں میں اپنی ضرورت کے سواسب کچھ غریبوں کے لیے رکھ دینے کاارشاد ہے:

ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو کذالک یبین اللہ لکم الایات لعلکم تتفکرونo (۲:۲۱۹)	اے نبیؐ! آپ سے لوگ دریافت کرتے ہیں کہ ہم کتنا مال خرچ کریں۔ان سے فرمایئے کہ زائد از ضرورت سب غریبوں میں تقسیم کردو!

اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہاری بھلائی کے لیے اپنی آیتیں تم سے بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھ سکوکہ اس میں کیا بہتری ہے!

یہ اشتراکیت جس پراس قدر نازِ بے جا فرمایا جارہا ہے کہ جیسے ابتدائے عالم سے لے کرآج تک اورآج کے بعدرہتی دنیا تک اسی کے اصول غریبوں کے سود و بہبود کے لیے طلائے ناب اوراکسیراعظم ہیں۔ یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو سے بہتر تو خیر ہے ہی ناممکن۔ وہ لوگ اس جیسا اصول ہی بتادیں؟ قرآنی اصول زندگی اوراس کے سامنے یہ تعلّی!

روبرو تیرے حسنِ خوباں کے
جتنے دعوے ہیں بے دلیل ہیں سب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُسافروں کی اِمداد

مُسافر کو دیکھئے جانے غریب کہاں سے چلا' کس طرح راستہ طے کیا۔ راہ میں کیا کیا مشکلیں سامنے آئیں اور بغیر ارادہ اسے کہاں کہاں رکنا پڑا۔ شہر ہو تو ایک بات بھی ہے لیکن گاؤں میں وہ کہاں سے آٹا خریدے' کیوں کر کھانا پکانے کے برتن جمع کرے۔ پھر اپنی حالت کو وہی جانتا ہے کہ اس میں اتنی سکت ہے بھی یا نہیں۔ قرآن مجید نے خیرات لینے والوں میں ہر ایک قسم پر کچھ نہ کچھ حد لگا دی ہے۔ مسکین وہ ہے جو ضرورت مند ہے۔ مگر اپنی حالت بیان کرنے سے شرماتا ہے لیکن ''ابن السبیل'' پر کوئی پابندی نہیں۔ اس کے ہمراہ بہت کچھ ساز و سامان سہی لیکن قیام کے لیے اپنی زمین یا گھر تو ساتھ اٹھائے اٹھائے نہیں پھرے گا۔ اگر یہ مسافر خوشحال ہے تو اس کے رہن سہن میں اس کی امداد صدقہ ہے۔ کیونکہ ہر نیکی صدقہ ہے (حتیٰ کہ اپنے لختِ جگر کے ساتھ محبت کرنا اور اس کا پیار لینا بھی صدقہ ہے) لیکن دیکھا یہ جاتا ہے کہ عام طور پر مسافر غریب الحال ہی ہوتے ہیں۔ چند اور حق داروں کے ساتھ ان کی خبر گیری پر متوجہ رکھتے ہوئے ارشاد ہوا:

یسئلونک ماذا ینفقون قل ماانفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتامی والمسکین وابن السبیل وما تفعلو من خیر فان اللہ بہ علیم ○ (۲:۲۱۵)	اے نبیؐ! مسلمان آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ کس کس کی اعانت کریں۔ کہئے کہ جو کچھ بن آئے اپنے ماں باپ' رشتہ دار' عام یتیم بچے' مسکین لوگ اور مسافروں کی امداد کرو! اے مسلمانو! تم جو نیکی بھی کرو گے اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت سے آگاہ ہے۔

مذکورہ آیت میں صدقہ سے ان لوگوں کی امداد کا معاملہ عام خیرات تک تھا مگر جوں جوں دین کے احکام واضح ہوتے گئے' مسائل صاف ہوتے گئے۔ بالآخر زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو اس میں بھی مسافروں کی ایک حد قائم رکھی گئی یعنی زکوٰۃ کے حق دار محتاج اور مسکین ہیں۔ امام وقت کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والے تحصیل دار وغیرہ کو بھی اسی مال سے وظیفہ دیا جائے گا کسی کو دین سکھانا ہو تو اسے بھی زکوٰۃ میں سے حصہ دے سکتے ہیں۔ قیدیوں کی مدد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سہارا زکوٰۃ کی ایک مد ہے۔ مقروض کا قرض ادا کرنا بھی زکوٰۃ ہی کا ایک جزو ہے اور اسی فرض شدہ زکوٰۃ میں سے مسافروں کی امداد کرنا بھی ایک مصرف ہے اور مسلمانوں کے عام اصلاحی معاملات ہیں!

انما الصدقات للفقراء والمسکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل فریضه من الله. والله علیم حکیمo (۹ : ۶۰)

زکوٰۃ! ان لوگوں کے لیے ہے محتاج، مسکین، تحصیلدار (وصول کنندہ) دین سکھانے کی غرض سے اسیروں کے لیے مقروضوں پر عام طور پر راہ خدا میں مسافروں کی امداد میں یہ زکوٰۃ اللہ کی طرف سے فرض کر دی گئی اور اللہ پاک جاننے والا صاحبِ حکمت ہے۔

مسلمان زکوٰۃ دیتے ہیں۔ مگر شاید ہی کسی نے مقروض کا قرض ادا کر کے اس کا بھرم قائم رکھا ہو! مسلمانوں نے زکوٰۃ کو بھی کلیا کا گڑ بنا رکھا ہے۔ ذرا سا گڑ لیا۔ تھوڑا سا پانی ڈالا، شربت بنایا اور بچوں کو بانٹ دیا۔ اتنا بڑا فنڈ جس پر پوری حکومت چل سکتی تھی۔ یوں تباہ ہو رہا ہے!

جب تک حکومت کی طرف سے اس کے جمع ہونے کا انتظام نہ ہو۔ محلّہ دار ہی اس کی تحصیل اور صرف قائم کر لیجیے مگر اس معاملہ میں ہماری بدذوقی کا یہ عالم ہے کہ اگر کسی دل جلے نے طرح ڈال دی تو دوسرے اس کے مخالف ہو گئے۔

جہاں کسی نے بنا رکھی آشیانے کی
فلک کو فکر ہوئی بجلیاں گرانے کی

قرآنی اخلاق کی عملی تعلیم کا یہ عنوان جلی حروف سے لکھنے کے قابل ہے کہ اس میں غریبوں محتاجوں، درماندہ حالوں اور مسافروں کی امداد بہر حال مقدم ہے تاکہ پوری قوم کا معیارِ زندگی ایک سطح پر آ جائے تاکہ بے بس لوگ فلاکت میں گھر کردہ کام نہ کرنے لگیں۔ جوان کی بربادی اور قوم کی بدنامی کا باعث ہوں۔ مثلاً چوری ہے، جوا ہے اور بے شمار ایسے مکروہات جو شریف قوموں کے لیے ننگ و عار ہیں اور عموماً غریبی و ناداری سے شروع ہوتے ہیں!۔

۱۶۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے ہی تھے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہاجرین کا ایک گروہ حاضر ہوا جو پیروں سے ننگے تھے۔ بدن پر صرف ایک ایک چادر اور گلے میں تلوار تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھا نہ گیا۔ مگر بیت المال ابھی قائم نہ ہوا تھا۔ حضرت بلالؓ سے فرمایا انہوں نے منادی کی۔ لوگ جمع ہوئے رسولؐ اللہ نے وعظ میں ان مسافروں کی امداد کی تحریک فرمائی۔ کیا تعریف کریں۔ آنحضرتؐ اور آپ کے اصحاب کی!

محمد رسول الله	حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو خدا کے رسول ہیں۔
والذین معه اشدآء علی	آپ اور آپ کے اصحاب کی یہ خوبی (بے مثل) ہے کہ
الکفار رحماء بینهم	کافروں کے لیے تو بہت سخت ہیں۔ لیکن آپس میں نہایت
تراهم رکعا سجدا	رحم دل ہیں۔ (ان کی چند علامات یہ ہیں) اے شخص! تو
یبتغون فضلا من الله	جب ان کی طرف نظر اٹھائے گا تو کبھی وہ رکوع میں
ورضوانا سیماهم فی	مصروف ہوں گے۔ کچھ سجدے میں گرے ہوئے نظر
وجوههم من	آئیں گے (عبادت سے فارغ ہوئے تو) تلاشِ معاش
اثر السجود ذلک	میں اس طرح منہمک ہوں گے کہ حلال روزی ہو۔ جس
مثلهم فی التورات	سے اللہ کی رضا بھی حاصل رہے۔ سجدہ کے ان کے
ومثلهم فی الانجیل	بشروں پر ہویدا ہیں۔ ان کے یہ علامات تورات اور انجیل
کزرع اخرج شطاه	دونوں میں لکھے ہوئے ہیں (ان کی مثال!) جیسے ایک پودا
فازره فاستغلظ فاستوی	ہے جس کی شاخ زمین سے سر نکال چکی ہو۔ اب وہ شاخ
علی سوقه یعجب	اس قدر مضبوط ہوگئی ہے جو اپنے ہی سہارے پر کھڑی
الزراع لیغیظ بهم	ہے۔ حتیٰ کہ وہ (پودا) اپنے بونے والے (کسان) کو
الکفار وعدالله الذین	پر امید کرنے پر آ گیا۔ (پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
امنوا وعملوا الصلحت	**اور ان کے اصحاب کی استواری نے**) اب کفار کو غصہ
منهم مغفرة واجرا	میں مبہوت کر دیا! وہ اقرار جو اللہ تعالیٰ نے ان اہلِ ایمان
عظیما ○ (۴۸:۲۹)	کے ساتھ فرمایا کہ جن کے دامن ایمان اور عمل دونوں سے
	بھرپور ہیں۔ (اللہ نے) اسے پورا فرمایا: انہیں مغفرت
	سے سرفراز فرما کر اجر عظیم مزید عنایت فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ کے اس خطبہ (مذکور) پر آپ کے اصحاب نے نقدی' غلہ اور کپڑوں کا ڈھیر لگا دیا ان میں سے ایک انصاری مومن نقدی کا اتنا بڑا توڑا لائے جسے وہ اکیلے نہ اٹھا سکتے تھے۔ یہ ہے تعلیمِ قرآنی پر مومنین کا عمل!

مہمان داری

قرابت دار' آشنا' ناواقف جو بھی آپ کا مہمان بن گیا۔ اس کی تواضع و مدارات آپ کا اسلامی فرض ہے۔ جس کا سبق حضرت ابراہیم اور حضرت یوسف (علیہما السلام) کے واقعات سے ملتا ہے!

حضرت ابراہیم کے جن مہمانوں کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے۔ اگرچہ وہ فرشتے تھے مگر آپ نے ان کی مہمانی بشر سمجھ کر فرمائی۔ بچھڑے کا تر و تازہ گوشت ان کے سامنے رکھا۔ وہ ان جانے مہمان بھی تھے۔ جس سے ہمیں معلوم ہوا کہ مہمان کے لیے شناسائی اور ناواقفیت دونوں برابر ہیں!

دوسرا واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کے ان بھائیوں کا ہے جنھوں نے از روئے حسد اس بھائی (یوسف علیہ السلام) کو جو آج مصر کے خزانوں اور غلے کی کوٹھاروں کا مالک ہے۔ کس بے رحمی سے مار پیٹ کر کنویں میں پھینک دیا۔ پھر جس وقت ایک رہ گزر کارواں نے آپ کو کنوئیں سے نکالا تو انہی بھائیوں نے انہیں اپنا غلام بتا کر ان کے ہاتھ بیچ ڈالا جس کی وجہ سے یوسف الرسول ایک مرتبہ اور مصر کی منڈی میں فروخت کیے گئے:

راضی بہ رضا ہم ہیں بہرحال' مگر ہاں
ڈر ہے کہ یہ خو تم کو ستمگار نہ کر دے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۶۷۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے مہمانوں کا واقعہ!

هل اتاک حديث ضيف ابراهيم المكرمين ○ اذدخلوا عليه فقالوا سلاماً قال سلم قوم منكرون ○ فراغ الى اهله فجاء بعجل سمين فقربه اليهم قال الا تاكلون فاوجس منهم خيفة قالوا لا تخف وبشروه بغلام عليم ○ (۵۱: ۲۴: ۲۸)

(اے نبیؐ) حضرت ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی حکایت تو آپ تک پہنچی ہی ہے۔ جب وہ (مہمان) ان کے پاس آئے تو انہوں نے پہلے سلام کیا۔ جس کا جواب ادھر سے بھی سلام ہی کہہ کر دیا تھا۔ مگر گھر والوں کے لیے یہ مہمان اَن جانے تھے۔ حضرت ابراہیم جلدی سے گھر میں تشریف لائے اور ایک تازہ بچھڑا پکا ہوا ان کے لیے لے آئے۔ مگر انہوں نے کھانے میں کچھ تامل کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا۔ آپ لوگ کیوں نہیں کھاتے؟ اور حضرات ابراہیمؑ اپنے دل میں ڈر سے گئے۔ مہمانوں نے کہا۔ آپ اپنے دل میں کسی طرح کا اندیشہ نہ لایئے اور حضرت ابراہیمؑ کو خدا کی طرف سے ایک سمجھ دار فرزند کی بشارت انہوں نے دی!

۱۶۸۔حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کے بھائیوں کا واقعہ!

آج حضرت یوسفؑ بادشاہِ وقت ہیں اور وہ بھائی غلہ لینے کے لیے دست بستہ حاضر ہیں حضرت یوسفؑ نے انہیں پہچان کر ان کی مہمانی اپنے شایانِ شان فرمائی۔ نہایت تکریم وتعظیم سے انہیں ٹھہرایا اور ان کی نکمی پونجی کے باوجود جس قدر وہ غلہ لے جاسکتے تھے۔ آپ نے ان کو بھروادیا۔ آخر میں ان سے یہ بھی فرمایا کہ "آئندہ سال جب آپ حضرات غلہ لینے کے لیے آئیں تو اپنے اس بھائی کو بھی ہمراہ لایئے۔ جسے اس مرتبہ آپ گھر چھوڑ آئے ہیں۔ میں اس کی مہمانی بھی کرنا چاہتا ہوں اور آپ نے میرا کردار تو دیکھ ہی لیا ہے کہ میں کس درجہ کا مہمان نواز ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولما جهزهم بجهازهم قال أئتونی باخ لکم من ابیکم الاترون انی اوفی الکیل وانا خیر المنزلین o (۱۲:۵۹)

اور جب حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے لیے غلہ بھروا دیا تب فرمایا کہ (آئندہ آؤ تو) اپنے بھائی کو بھی ہمراہ لانا۔ آپ لوگوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ میں نے کس دریا دلی سے آپ کو غلہ بھروا دیا ہے اور میں مہمان نوازی میں کس قدر بہتر ہوں!

جو لوگ یہ دعویٰ لیے بیٹھے ہیں کہ کسی منصب کے لیے خود کو پیش کرنا اسلام کے منافی ہے۔ انہیں خدا سے ڈرنا چاہیے کہ ان کا یہ دعویٰ بجائے خود کہیں قرآن کے خلاف نہ ہو! (یہ اشارہ آیت کے آخری ٹکڑے: وانا خیر المنزلین پر مبنی ہے۔

ہوا جاتا ہے نورِ عشق پر دردِ ہوس غالب
الٰہی اصلِ حق سے لوثِ باطل کو جدا کر دے

دوستو! آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا تذکرہ پڑھ لیا۔ جناب یوسف صلوات اللہ علیہ کی میزبانی کا ماجرا سن لیا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کا تمام کردار ''تمامِ قرآن'' ہے اور جن کے اتباع کی ہدایت قرآنِ مجید نے ہمیں عنوانے بعنوانے ارشاد فرمائی ہے۔ ازاں جملہ:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الاخر وذکر اللہ کثیرا.o (۳۳:۲۱)

(مسلمانو!) رسول خدا کی ذاتِ گرامی میں تمہارے لیے نہایت مفید سبق ہیں اور ایسے لوگوں کے واسطے بھلائی ہے جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے اور خدا کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں۔''

۱۶۹۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ پر ایک غفاری مہمان ہوا۔ شب کو کھانے کے لیے تھوڑا سا بکری کا دودھ تھا۔ آنحضرتؐ نے وہ دودھ اس مہمان کو عنایت فرما دیا۔ اس کے بعد جس طرح آپ نے بسر کی ظاہر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۷۰۔ حضرت مخریق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کے یہودیوں کے سربراہ تھے۔ اسلام لائے تو خود غزوۂ احد میں نعمتِ شہادت سے کامرانی حاصل کی۔ مگر اس سے قبل مدینہ منورہ کے سات باغ راہِ خدا میں وقف کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تولیت پیش کی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی کہ ان باغوں کی تمام آمدنی غربا' مساکین اور غریب مہمانوں پر صرف فرماتے!

۱۷۱۔ مدینہ منورہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دولت خانہ ہے۔ بادشاہ نجاشی کے سفیر آئے۔ یہ وہی نجاشی ہے جس کے ہاں (ہجرت سے قبل) مکہ معظمہ سے مسلمان ہجرت کر کے گئے تھے اور اس نے اپنی ملکیت میں انہیں پناہ دی تھی۔ حتیٰ کہ قریش مکہ کی طرف سے جو وفد جناب ابوسفیان کی قیادت میں گیا۔ انہوں نے اسی نجاشی سے مل کر بہت کچھ چغلی کھائیں۔ لیکن اس نے ازخود مہاجرین کو اپنی بادشاہت سے دھکیلنا گوارا نہ کیا!

۱۷۲۔ جس وقت سفیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آئے۔ آپؐ نے انہیں اپنے ہاں مہمان رکھا۔ بنفس نفیس ان کی مہمانی کے تمام کام سرانجام دیئے۔ جب صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ''آپ کیوں زحمت فرماتے ہیں۔ ان کی خدمت کے لیے ہم لوگ جو حاضر ہیں۔'' تو آپؐ نے فرمایا ''ان لوگوں نے میرے ساتھیوں کی خدمت گزاری کی تھی' اس لیے میں ان کی خدمت کرنا چاہتا ہوں!''

۱۷۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رات بھر نماز پڑھتے اور دن میں ہمیشہ روزے رکھتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا۔ تشریف لائے اور فرمایا ''اے عبداللہ! نماز پڑھو اور سوؤ بھی! روزہ رکھو' اور افطار بھی کرو! کیوں کہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے۔ تمہاری آنکھ کا تم پر حق ہے' تمہارے مہمانوں اور ملاقاتیوں کا تم پر حق ہے!''

اور یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص خدا تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لے آیا اسے چاہیے کہ اپنے مہمانوں کی عزت کرے!''

مشورہ

مثلاً ایک ایسا کام درپیش ہے جس میں خود کوئی ایک راہ نظر نہیں آتی۔ بہتر ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسروں سے مشورہ لے لیجئے۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کے لیے اس معاملہ میں یوں رہبری فرمائی کہ:

والذین استجابوا لربھم واقاموا الصلوٰۃ وامرھم شوریٰ بینھم ومما رزقنھم ینفقونo (۳۸:۴۲)

اور جو لوگ اپنے رب کی دعوت قبول کر چکے اور انہوں نے نمازوں کی ادائیگی باقاعدہ شروع کر دی اور اپنے معاملوں میں باہم مشورہ کرنے لگے۔ اور جو کچھ انہیں دیا گیا ہے اس میں سے اوروں کی بھلائی میں صرف کرتے ہیں۔

مشورہ ایک امانت ہے جس کا صحیح اور برمحل استعمال اسی طرح ضروری ہے جس طرح مال ومتاع کی امانت کی ادائیگی لازم ہے۔ (فرمایا)

فلیود الذی اؤتمن امانتہ ولیتق اللہ ربہ. (۲:۲۸۳)

جسے امین سمجھا گیا ہے۔ اسے چاہیے کہ امانت پوری طرح ادا کرے اور اس پر لازم ہے کہ پروردگار سے ڈرتا رہے۔

۱۷۴۔ جناب رسول خدا صلوٰت اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص سے مشورہ طلب کیا گیا۔ وہ اس بات کا ذمہ دار اور امین ہے کہ صحیح مشورہ پیش کرے۔''

اور خائن ہے وہ شخص جس نے اپنے مشورہ طلب کرنے والے کو غلط مشورہ دیا:

وتخونوا اماناتکم وانتم تعلمون o (۸:۲۷)

''اپنے پاس رکھی ہوئی امانتوں میں جان بوجھ کر خیانت مت کرو۔'' (۸:۲۷)

۱۷۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''جو شخص اپنے بھائی کو ایسا مشورہ دے جو خود اس کے نزدیک بھی غلط ہے۔ تو اس نے خیانت کا ارتکاب کیا۔''

۱۷۶۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے عہد میں یہی عمل تھا کہ جب کوئی مقدمہ آپ کے سامنے آتا اور اس میں مشورہ کی ضرورت پڑتی تو دوسرے حضرات سے مشورہ فرما لیا کرتے آپ کی مجلس مشاورت کے ارکان یہ حضرات تھے۔ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت معاذؓ بن جبل، حضرت ابیؓ بن ابی کعب،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت زیدؓ بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

۱۷۷۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت کو سنبھالتے ہی سب سے پہلے عراق کی مہم پر توجہ فرمائی۔ مسلمانوں نے سنا تو شوقِ جہاد میں چاروں طرف سے اُمڈ کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے جہاد کی برکتوں پر وعظ فرمایا۔ مگر متواتر تین روز تک حاضرین میں سے کسی کو جرات نہ ہوئی کہ فوج کی قیادت سنبھالے۔ آخر حضرت ابوعبیدہ ثقفی آگے بڑھے اور بآواز بلند پکارا کہ اس مہم کی قیادت کے لیے میں خود کو پیش کرتا ہوں۔" حضرت ابوعبیدہؓ کی ہمت نے سب کو گرمایا۔ لشکر کی تربیت شروع ہوگئی۔ مگر حضرت ابوعبیدہ صحابی نہ تھے۔ بعض حضرات کو خیال گزرا کہ اس منصب پر اگر اصحاب نبی میں سے کوئی صاحب ہوتے تو بہتر تھا۔ حضرت عمرؓ نے سنا تو فرمایا "تم لوگوں کو جو شرف و بزرگی حاصل تھی، تمہاری خاموشی سے غیر صحابی کے حصہ میں آگئی۔" ۔۔۔ پھر حضرت ابوعبید سے فرمایا کہ "اے ابوعبید! تم اصحاب کرام کا ادب ملحوظ رکھنا اور ہر کام میں ان سے مشورہ لیتے رہنا۔"

۱۷۸۔ جنگ یرموک میں

یہ جنگ حضرت عمرؓ کے عہد میں حضرت ابوعبیدۃ الجراح (امین الامۃ رضی اللہ عنہ) کی قیادمت میں ہوئی۔ مدمقابل عیسائی بادشاہ ہرقل تھا۔ جو دمشق اور حمص خالی کرنے کے بعد انطاکیہ پہنچا اور گردونواح کے تمام مسیحی قبیلوں کو صلیب کا واسطہ دے کر پھر جمع کرنا شروع کردیا۔

ہرقل نے اپنا دربار منعقد کیا اور اس میں کہا "دوستو! کیا سبب ہے کہ عرب تم سے زور اور سروسامان ہر چیز میں کمتر ہیں۔ پھر بھی تم ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکے؟" سب سرداروں نے ندامت سے سر جھکا لیے۔ آخر ایک تجربہ کار بوڑھے شخص نے عرض کیا "عربوں کے اخلاق ہمارے اخلاق سے بہتر ہیں۔ وہ رات کو عبادت کرتے ہیں۔ دن میں روزہ رکھتے ہیں، کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ آپس میں ان کا برتاؤ برادرانہ ہے۔ جس سے ان کے ہر کام میں استقلال ہے۔ مگر ہمارا یہ حال ہے کہ شراب ہمارے منہ سے جو لگی تو چھٹتی ہی نہیں۔ بدکاری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بغیر ہمیں چین نہیں آتا۔ وعدہ کی پابندی کا ذکر تک ہمارے ہاں نہیں رہا۔ ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہمارا شیوہ ہو گیا ہے۔ ان کاموں کا یہ اثر ہے کہ ہمارا ہر کام استقلال سے خالی ہے۔ آخر انطاکیہ کی حفاظت کے لیے عیسائی فوجوں کا ٹڈی دل چھا گیا۔

ادھر حضرت ابوعبیدہ بھی ان کی تدبیروں سے غافل نہ تھے۔ اگرچہ مقبوضہ علاقوں کے امراء و رئیس مسلمانوں کے حسنِ اخلاق کی وجہ سے ان کے گرویدہ تھے۔ مگر ہرقل کی قوت توڑنے کے بغیر یہ فتوحات قائم نہ رہ سکتی تھیں۔

حضرت ابوعبیدہ نے مشورہ کے لیے ایک مجلس منعقد کی۔ مسلمانوں کے تمام سردھرے جمع ہوئے۔ سپہ سالار نے نہایت پرجوش تقریر کرتے ہوئے فرمایا ''مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں بار بار امتحان میں ڈالا ہے۔ اور ہر مرتبہ تم اس میں پورے اترے۔ جس کے صلہ میں اس نے تمہیں کامیاب اور فتح مند فرمایا۔ اب تمہارا دشمن اس قوت سے اٹھا ہے کہ زمین تھرا رہی ہے بتاؤ کیا مشورہ ہے؟''

حضرت یزیدؓ بن ابوسفیانؓ نے کہا ''میرا مشورہ یہ ہے کہ عورتوں اور بچوں کو شہر میں چھوڑ کر میدان میں نکلیں۔ اور خالد اور عمرو بن العاص کو خط لکھا جائے کہ وہ دمشق سے تازہ کمک لے کر ہماری امداد کے لیے آئیں۔''

حضرت شرحبیلؓ بن حسنہؓ نے کہا ''اس موقع پر ہر شخص کو آزادانہ رائے دینا چاہیے۔ یزید نے جو مشورہ دیا ہے۔ ان کے خلوص میں تو شبہ نہیں لیکن شہر کے اصل باشندے چونکہ عیسائی ہیں۔ ہمارے پیچھے ممکن ہے وہ ہمارے بچوں اور عورتوں کو ذبح کر ڈالیں یا ہرقل کے حوالے کر دیں!''

حضرت شرحبیلؓ کے جواب میں سپہ سالار حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا ''اس کی تدبیر یہ ہے کہ ہم اس سے پہلے عیسائیوں کو شہر سے نکال دیں۔'' اس پر شرحبیل نے کہا ''اے امیر! آپ کو یہ حق نہیں رہا۔ ہم نے اس شرط پر عیسائیوں کو امان دی ہے کہ وہ شہر میں اطمینان سے رہیں۔ اب نقضِ عہد کیونکر ہو سکتا ہے؟'' اس پر حضرت ابوعبیدہؓ نے اپنی رائے کی غلطی تسلیم کر لی۔

(یہ واقعہ شہر حمص کا ہے) بالآخر مشورہ قرار پایا کہ ہم نے اہل شہر سے جو جزیہ وصول کیا ہے۔ انہیں واپس کر دیا جائے اور شہر بھی ان کے حوالے کر کے ہم دمشق میں چلے جائیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ جزیہ کی رقم جو کئی لاکھ کے قریب تھی شہر کے عیسائی باشندوں کو بلا کر انہیں واپس کر دی گئی اور مسلمان وہاں سے چل دیئے۔ مگر عیسائی رو رو کر دعائیں مانگ رہے تھے کہ اے مسلمانو! خدا تمہیں جلد واپس لائے! حمص کے یہودیوں نے تورات کی قسم کھا کر کہا۔ کہ جب تک ہم زندہ ہیں۔ قیصر حمص میں داخل نہیں ہو سکتا اور شہر پناہ کے تمام دروازے بند کر کے پہرے بٹھا دیئے۔ (بعد میں حمص پر ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا)

۱۷۹۔ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خنجر سے زخمی کر دیئے گئے۔ زندگی کی امید ختم ہونے کو تھی۔ اس وقت آپ کے بعد خلیفۂ وقت کا سوال بھی تھا۔ آپ نے اس معاملہ میں اپنی قطعی رائے سے اجتناب کرتے ہوئے وصیت فرمائی کہ میرے بعد ان چھ حضرات میں سے کسی ایک کو باہمی مشورہ سے خلیفہ منتخب کر لیا جائے (۱) حضرت علیؓ (۲) حضرت عثمانؓ (۳) حضرت زبیرؓ (۴) حضرت طلحہؓ (۵) حضرت سعد بن ابی وقاص (۶) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

استقامت

مصیبت درپیش آنے پر ثابت قدم رہنا استقامت ہے۔ یہ استقامت اس وقت اور بھی بیش بہا ہو جاتی ہے جب دین کی وجہ سے پیش آئے اور اگر پوری تن دہی سے اس کا استعمال کیجئے اور اپنے اصولِ دین پر پورے ثبات و ہمت سے قائم رہے تو استقامت عزیمت ہے۔ اس معاملہ میں امتِ محمدیہؐ میں سب سے نمایاں مثال امام حسینؓ بن علیؓ رضی اللہ عنہما کا طرزِ عمل ہے کہ آیتِ پاک پوری تفسیر ہے۔ امام کے واقعۂ کربلا کی!

ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین○ (۲:۱۵۵)

اے مومنو! ہم (اللہ تعالیٰ) ضرور آزمائش کریں گے تمہاری کبھی خوف سے، گاہے بھوک سے، کسی موقعہ پر نقصانِ مال سے کبھی جانوں پر خطرے سے اور گاہے کھیتوں پر آفت سے (کیا تم ثابت قدم بھی رہتے ہو یا نہیں) اور بشارت کامیابی ایسے موقعوں پر صبر کرنے والوں کے لیے ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثباتِ قدم اور استقامت کی ضرورت میدانِ جنگ کے سوا عام زندگی میں بھی ہر وقت درپیش رہتی ہے۔ کیونکہ یہاں بھی قدم قدم پر دنیا کے مکروہات انسان کو اصول دین سے ہٹانے میں لگے رہتے ہیں۔ اگر ذرا سردی بڑھ گئی تو طہارت و وضو کے خلاف طبع کو بہانہ مل گیا اور ادائے نماز میں قصور ہونے لگا۔ جس سے استقامت میں فرق آ گیا۔ اگر اولاد میں کسی کا بال بیکا ہوتا نظر آیا تو بے محل واویلا شروع کر دیا۔ اگر مالی پریشانی لاحق ہوئی تو ثابت قدمی میں لغزش آنے لگی۔ اگر دنیا کی خوش جمالی دیکھی تو ''تقویٰ برخاست!'' الغرض ہر شخص کے لیے ہر قدم پر امتحان ہے۔ سانس سانس میں الجھن ہے۔ لیکن اگر اسے قرآن کی ہدایت پر عمل کرنے کی توفیق ہے تو ان مصیبتوں کو وہ پائے استقلال سے ٹھکرا کر صاف نکل جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت خود آگے بڑھ کر اس کا استقبال کرے گی۔

ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم الباساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین امنوا معہ متی نصر اللہ. الا ان نصر اللہ قریب o (۲:۲۱۴)	پہلے لوگوں کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ تکلیف کے موقعہ پر گھبرا اٹھے اور اس اضطراب میں امتی اور رسول وقت بیک زبان نصرت الٰہی کے لیے دعائیں کرنے لگے (ہم: الہ: نے فرمایا) (ہاں! ہاں! گھبراؤ نہیں) اللہ کی نصرت قریب ہی ہے!

الغرض ہر مومن کو اپنے ایمان کی نسبت سے کسی نہ کسی آزمائش و امتحان سے دوچار ہونا ہی پڑتا ہے۔ محض ایمان جس کے ساتھ اعمال پر توجہ نہ ہو اور مصائب پر ثابت قدمی نہ رہے۔ نفع مند نہیں ہو سکتا۔

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لایفتنون o ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین o (۲۹:۲۰۲)	کیا لوگوں نے صرف ایمان کا اقرار کافی سمجھ لیا ہے، اور اب وہ کسی آزمائش و محنت کے لیے خود کو آمادہ ہی نہیں کر سکتے (نہیں) اس امت سے قبل بھی تو ہم نے پہلی امتوں کو مصیبتوں سے دوچار کیا۔ اللہ تعالیٰ سچے اور جھوٹے کا امتیاز تو کرتا ہی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی جو شخص مصیبت و امتحان کے موقعہ پر ثابت قدم رہا! وہ صادقین کی جماعت میں شریک ہوا اور جس کے پائے ثبات میں لغزش آ گئی۔ وہ اپنے اظہارِ ایمان کے ثبوت میں جھوٹا ثابت ہوا۔

استقامت پر کامیابی کی بشارت میں فرمایا:

وھذا کتاب مصدق لسانا عربیا لینذر الذین ظلموا وبشری للمحسنین o ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا فلا خوف علیھم ولاھم یحزنون o اولئک اصحب الجنة خلدین فیھا جزاء بما کانوا یعملون o (۴۶: ۱۲ تا ۱۴)

اور یہ قرآن اپنے سے پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے (یہ جو عربی زبان میں اترا ہے) تاکہ ظالموں کو ان کے برے انجام سے ڈرائے اور نیکوکاروں کو بشارت دے۔ بے شک جن لوگوں نے (یہ اقرار کیا) کہ ہمارا رب صرف اللہ ہی ہے پھر اس پر استقامت بھی دکھائی۔ ان پر کوئی خوف و ملال نہیں، یہ لوگ جنتی ہیں۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ جنت اور اس میں ہیشگی ان کے اعمالِ حسنہ کا صلہ ہے۔

یہ بھی فرمایا:

ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکة الاتخافوا ولا تحزنوا والبشرو بالجنة التی کنتم توعدون o

واقعی جن لوگوں نے اقرار کیا کہ ہمارا رب صرف اللہ ہی ہے پھر اس پر استقامت بھی دکھائی تو ایسے لوگوں پر ملائکہ نازل ہو کر ان کی مدد کرتے ہیں (اور ان سے کہتے ہیں) کہ تم خوف مت کھاؤ اور نہ کوئی غم ہی دل میں لاؤ بلکہ اس جنت کی بشارت سے دل کو شاد رکھو۔ جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔

مگر جو بدنصیب استقامت سے محروم رہ گئے۔ ان کے حال پر قرآن مجید ان لفظوں میں اظہارِ افسوس فرماتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وان لو استقاموا علی الطریقة لاسقینھم ماء غدقا ۝ (۷۲:۱۶)

اور اگر یہ لوگ نیک راہ پر ثابت قدم رہتے تو ضرور ہم ان کے لیے زیادہ سے زیادہ پانی فراہم کرتے۔ (اور سب کو معلوم ہے کہ انسان کے لیے پانی کس قدر ضروری شے ہے۔)

استقامت وعزیمت انبیائے کرام علیہم السلام کے تو منصب ہی میں داخل تھے۔ لیکن جن حضرات کو نبیوں کی متابعت وپیروی کا شرف حاصل ہوا۔ وہ بھی ثباتِ قدم اور استقلال میں اپنے فسانے اس قدر دلآویز انداز میں اپنے پیچھے چھوڑ گئے کہ ۱۴سو سال گزرنے پر بھی ان کی یاد ہنوز تروتازہ ہے۔

بہار آئی ہے عالم ہے گل ونسرین وسوسن پر
جوانانِ چمن نازاں ہیں اپنے اپنے جوبن پر

ازاں جملہ!

۱۸۰۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب مشرف باسلام ہوئے تو آپ کی والدہ نے انہیں بے حد پیٹا۔ ان کا کھانا بند کر دیا۔ اپنے دوسرے فرزندوں کو ان کے ساتھ کھیلنے سے روک لیا۔ لیکن حضرت خالد کی استقامت میں بال برابر فرق نہ آیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دنیا میں کیا انقلاب پیدا کیا۔ ان کی تلوار نے حجاز و فارس کا نقشہ بدل ڈالا۔ یہ وہی سپہ سالارِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں کہ جب خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں لشکر کی سرداری سے معزول فرما دیا تو حضرت خالدؓ معمولی سپاہی کی طرح ہر محاذ پر اسلام کی حمایت فرماتے رہے اور یہ بھی استقامت کی اعلیٰ مثال ہے۔ امام وقت کی اطاعت و فرماں برداری اسی کے حصے میں آتی ہے جو شخص ثابت قدم ہو۔

۱۸۱۔ حضرت خالد کے برادر عم زاد جناب عیاش بن ابو ربیعہ رضی اللہ عنہ تھے اور مشہور دشمنِ دین ابوجہل کے حقیقی بھائی حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ (بن ہشام) تھے یہ دونوں حضرات اسلام لے آئے اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا پہنچے۔ لیکن ابوجہل نے اپنی کافرانہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترکیبوں سے دونوں کو مکہ واپس بلا کر قید کر دیا۔ اہل مکہ کے ستم و جور نئے نئے انداز میں ظاہر ہوتے۔ ان دونوں حضرات کے لیے طرفہ ستم یہ تھا کہ دونوں کو یک جا کر کے ایک ایک پاؤں ملا کر باندھ دیا (یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوجہل کے لیے نماز میں بددعا کرتے) حضرت عیاش اور حضرت سلمہ کے دلوں میں توحید بس چکی تھی۔ ان دونوں کے پائے ثبات میں ذرہ برابر لغزش نہ آئی۔ ادھر جناب رسول صلوات اللہ علیہ کو نماز ہی میں ان دونوں کی قید سے رہائی کی بشارت ہوگئی اور دونوں دوست مع سلامتی وایمان ابوجہل کی قید سے نکل کر مدینہ منورہ آ پہنچے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسلمہ کے ثبات واستقلال پر انہیں کرّار کا خطاب عنایت فرمایا۔ (اصابہ ج ۳ ص ۱۲۰)

۱۸۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ تو جذبۂ ایمان سے بے قابو ہو کر توحید باری تعالیٰ کا وعظ فرمانا شروع کر دیا۔ اہل مکہ کی بدنصیبی میں سب سے جلی عنوان خدا کے ساتھ دشمنی تھا۔ جس نے یہ نام زبان سے نکالا۔ اس کا سر قلم کر دیا یا کسی کی زبان کاٹ کر پھینک دی یا کسی کو گرم ریت پر لٹایا پس حضرت ابوبکر کی زبان سے مکہ والوں نے یہ کلمات سنے تو چاروں طرف سے ان پر ٹوٹ پڑے۔ جناب ابوبکر کے قبیلہ والے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ مگر دشمنوں کے غلبہ کی وجہ سے آگے بڑھنے کی ہمت نہ تھی۔ کافر اپنے گمان میں آپ کو ختم کر چکے تھے۔ جب آپ کو وہ لوگ چھوڑ کر چلے گئے تو رشتہ دار انہیں اٹھا کر گھر لے آئے۔ حضرت ابوبکر نے کچھ دیر بعد کروٹ بدلی۔ تو اپنی تکلیف کی بجائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت دریافت کی۔ اہل قبیلہ جو ابھی تک اسلام سے بہرہ مند نہ ہوئے تھے' آپ کی زبان سے یہ الفاظ سن کر یہ کہہ کر ایک طرف ہٹ گئے کہ "یہ جانے اور اس کا نبیؐ!" اس کے بعد حضرت ابوبکر کے مسلمان دوست آپ کو اٹھا کر رسول اللہ کی خدمت میں لے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو فرطِ غم سے ان پر گر پڑے اور رونا شروع کر دیا۔ الغرض کسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کی استقامت میں فرق نہ آیا۔ بلکہ ؎

تار تارِ پیرہن میں بھر گئی ہے بوئے دوست
مثلِ تصویرِ نہالی میں ہوں یا پہلوئے دوست

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۸۳۔حضرت صہیب رومی (رضی اللہ عنہ) مکہ معظّمہ سے ہجرت کی نیت سے روانہ ہوئے۔تو دشمنانِ اسلام نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔مگر حضرت صہیب نے اپنا تیر کمان پر رکھ کر للکارا کہ"۔۔۔تم لوگوں پر میری تیر اندازی کے جوہر پوشیدہ نہیں۔تمہاری طرف سے ایک تیر بھی نہ آنے پائے گا کہ میں تم سب کو موت کی نیند سلا دوں گا! اور اگر کوئی بچ بھی گیا۔تو میری شمشیر خارا شگاف کے وار سے اس کا جانبر ہونا مشکل ہے بہتر ہے کہ تم لوگ میرا محاصرہ ترک کر کے اپنے اپنے گھر چلے جاؤ۔"

کافروں نے کہا"اے صہیب! تم ہمارے ہاں محتاجی کی حالت میں آئے تھے۔اب یہاں سے اس قدر مال و دولت لیے جا رہے ہو یہ دولت ہماری ہے۔اسے ہمارے حوالے کر دو اور شوق سے جہاں چاہو چلے جاؤ۔"

حضرت صہیبؓ نے تمام مال و دولت ان کے آگے پٹک دی لیکن استقامتِ دین کی نعمت ہاتھ سے نہ چھوڑی۔آپ کی اس ثابت قدمی پر یہ آیت نازل ہوئی:

ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله والله رؤف بالعباد٥ (۲:۲۰۷)	ایسے خوش نصیب لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنی جانیں رضائے الٰہی میں صرف کر دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حق میں نہایت رحم پرور ہے۔

۱۸۴۔حضرت عمارؓ اور آپ کے والد ماجد جناب یاسر رضی اللہ عنہ دونوں باپ بیٹے کفارِ مکہ کے چنگل میں پھنس گئے جوان پر طرح طرح کے ستم ڈھا رہے تھے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گزرے تو یہ حالت دیکھ کر ان سے اشارہ فرمایا:

"صبرا یا ال یاسر! موعد کم الجنة٥ (اے آلِ یاسر صبر و استقامت کا دامن نہ چھوڑنا۔ان تکلیفوں کا معاوضہ تمہارے لیے جنت ہے۔)

خدا کی رحمت ہو آلِ یاسر پر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور موقعہ پر فرمایا:

ان عمارا ملی ایمانا الی مشاشته.	واقعی عمار دولتِ ایمان کا بھرپور خزانہ ہے۔

۱۸۵۔حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حجاج (بن یوسف) ثقفی کے مقابلہ میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکہ معظّمہ میں محصور ہو گئے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بھی اس موقعہ پر وہیں تشریف فرما تھیں اور علیل تھیں۔ صاحبزادے اپنی والدہ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے اور مزاج پرسی کے بعد والدہ سے عرض کیا" اے والدہ محترمہ! مرنے میں بڑی عافیت ہے۔"

حضرت اسماء نے فرمایا: "شاید تمہیں میرے مرنے کی تمنا ہے۔ لیکن میں ان باتوں کے بغیر مرنا پسند نہ کروں گی۔ (ا) یا تم شہید ہو جاؤ اور میں تم پر صبر کر لوں (ب) یا تم فتح وظفر حاصل کر لو اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔"

لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر کے نصیبے میں تختِ خلافت کی بجائے تختۂ دار مقدر تھا۔۔۔ جناب اسماء کو اپنے فرزند کی شہادت کی اطلاع ملی تو ضعف پیری اور علالت کے باوجود اس مقتل میں تشریف لے گئیں۔ جہاں خون آشام حجاج بے گناہوں کے خون سے کھیل رہا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک ابھی تک پھانسی پر لٹکی ہوئی تھی آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنے لختِ جگر کو پھانسی پر لٹکا ہوا دیکھا تو گریہ وبکا کی بجائے حجاج کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ "کیا اس سوار کے لیے ابھی اپنی اس سواری سے اترنے کا وقت نہیں آیا؟"

حضرت اسماء۔۔۔ جناب ابوبکر صدیقؓ خلیفۂ اول کی صاحبزادی ہیں۔ قرآن مجید پر عمل کی برکت سے استقامت ان کی زرخرید غلام ہو چکی تھی۔

صبر

برے وقت میں پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنا صبر نہیں بے ہمتی اور ایمان کی کمزوری ہے۔ صبر یہ ہے کہ مصیبت کا مقابلہ مردانہ وار کیا جائے اور اپنے برے وقت کا گلہ زبان پر نہ لایا جائے پھر **واللہ مع الصبرین**[ا] کا کرشمہ دیکھیے۔

ظاہر ہے کہ صبر ایک کٹھن گھاٹی ہے۔ لیکن جونہی کسی نے استقلال و پامردی سے قدم اٹھایا۔ منزلِ مقصود نے خود آگے بڑھ کر اس کے قدم چومے۔

۱۸۶۔ اسلامی تاریخ کے واقعات میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے صبر و استقلال کا تصور کیجیے کہ باپ اپنے نورِ نظر کے غمِ فراق میں بصارت کھو بیٹھے ہیں۔ فلما ان جاء

ا۔ خود ذات خداوندی صبر کرنے والوں کی حمایت فرماتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البشیر القاہ علی وجھہ فارتد بصیرا. (۹۶:۱۲)[1] مگر مصر کے شاہی محلوں میں عزیزِ مصر کی بیگم اس فرزند یعقوب کے رخِ انور سے اپنے دیدہ و دل کو روشن کر رہی ہے۔ ع

غنی روزِ سیاہ پیر کنعاں را تماشا کن
کہ نورِ دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را

فرزندانِ یعقوبؑ علیہ السلام نے مظلوم یوسف کو کنوئیں میں پھینک کر ان کی قمیص بکری کے لہو میں ڈبو لی۔ جسے ہاتھ میں لے کر شام کے قریب اپنے باپ کے سامنے روتے ہوئے پہنچے کہ ''ہم یوسف کو سامان کے پاس بٹھا کر تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے اور بھیڑیئے نے آ کر اسے کھا لیا۔ یہ ان کی خون آلودہ قمیص ہے!'' مگر جب تک کم سن یوسف (ان پر میرے ماں باپ فدا ہوں) پر ان کے بھائیوں کے ظلم کا یہ واقعہ الفاظ قرآن میں نہ پڑھ لیا جائے۔ حضرت یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صبر و تحمل کی اہمیت واضح نہیں ہو سکتی!

فلما ذھبوا بہ واجمعوا ان یجعلوہ فی غیبت الجب واوحینا الیہ لتنبئنھم بامرھم ھذا وھم لا یشعرون ٥ وجاء واباھم عشاء یبکون ٥ قالوا یاابانا انا ذھبنا نستبق و ترکنا یوسف عند متاعنا فاکلہ الذئب وما انت بمومن لنا ولو کنا صدقین ٥ وجاء و علی قمیصہ بدم کذب ٥ (۱۷،۱۶،۱۵)

بالآخر وہ (کم سن) یوسف کو جنگل میں اپنے ہمراہ لے جانے کی سازش میں کامیاب ہو گئے اور مشورہ سے یہ طے پایا کہ اسے قتل کرنے کی بجائے کنوئیں میں پھینک دیا جائے۔ پھر یہ واقعہ جب رونما ہوا تو ہم نے یوسف کو وحی کے ذریعہ بتا دیا کہ ''ایک روز تم اپنے انہی بھائیوں سے آج کے سلوک کا ماجرا دریافت کرو گے۔ اس وقت وہ تمہیں شناخت نہ کر سکیں گے کہ تم ہی یوسف ہو۔ (پس) فرزندان یعقوبؑ شام کے قریب اپنی بستی میں واپس لوٹے، روتے ہوئے! اور یوسف کی خون آلودہ قمیص لا کر باپ کے سامنے رکھ دی کہ اے والد بزرگوار ہم تیر اندازی میں لگے تھے یوسف ہمارے سامان کے پاس بیٹھے کہ بھیڑیا آ کر انہیں کھا گیا۔ یہ دیکھئے یوسف کی خون آلودہ قمیص ہے۔ اگرچہ آپ اسے تسلیم نہ کریں گے اور ہمیں اس معاملہ میں صادق نہ سمجھیں گے۔''

[1] جونہی ایک مبشر نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر جناب یوسف الرسول صلوٰۃ اللہ کی قمیص رکھ دی۔ آپ کی بینائی لوٹ آئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت یعقوب علیہ السلام ان کی یہ کہانی سن کر ہکا بکا رہ گئے مگر صبر و تحمل کے ساتھ فرمایا:

قال بل سولت لکم انفسکم امرا فصبر جمیل واللہ المستعان علی ماتصفونo (۱۲:۱۸)

(ارے) یہ سب تمہاری سخن طرازی ہے (کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا) اور یہ اس کی خون آلودہ قمیص ہے) (خیر کچھ بھی سہی) میں صبر کرتا ہوں اور اس تکلیف پر اللہ کی طرف سے مدد کا خواہاں ہوں۔

اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی مصیبت کم سن یوسف (صلوات اللہ علیہ) ہی پر ختم نہیں ہوگئی۔ بلکہ ع

ایک افسانے کے اندر دوسرا افسانہ ہے

فرزندان (جناب) یعقوب علیہ السلام میں حضرت یوسفؑ اور ان کے برادر بن یامین ایک بطن سے تھے اور بقیہ نو بھائی دوسرے بطن سے۔ اور مصر سے لے کر کنعان تک قحط پڑ گیا۔ حضرت یعقوب کا وطن کنعان ہی میں تھا۔ جب مصر میں تقسیم غلہ کا کلی اختیار حضرت یوسفؑ کے ہاتھ میں پہنچا۔ مصر اور اردگرد کے باشندوں کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کے سوا حصولِ غلہ کے لیے کوئی اور جگہ نہ رہی۔ تب فرزندانِ حضرت یعقوبؑ بھی اسی مظلوم بھائی کے پاس غلہ لینے کی غرض سے پہنچے۔ مگر وہ نہ پہچان سکے کہ آج ہمیں جس حاتم دوراں سے غلہ مل رہا ہے۔ یہ وہی یوسف ہے جسے کل ہم نے کنوئیں میں پھینک دیا تھا۔ لیکن حضرت یوسف نے انہیں پہچان لیا کیونکہ اس قحط کا باعث ہی (جناب یوسف کا) وہ واقعہ تھا اور خداوند عالم نے ان کے کنوئیں میں گرتے وقت آپ کو جتا بھی دیا تھا۔ جیسا کہ آیت مذکورۃ الصدر میں ذکر ہوا۔

واوحینا الیہ لتنبئنھم بامرھم ھذا وھم لایشعرونo (۱۲:۱۵)

اے یوسف! تم ضرور ایک وقت میں ان بھائیوں کو یہ جتاؤ گے کہ تم نے یوسف کے ساتھ کیا برتاؤ کیا تھا؟ اس وقت انہیں علم نہ ہوگا کہ تم ہی یوسف ہو۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک وقت آئے گا جب یہ لوگ تمہارے محتاج ہو کر تمہارے سامنے آئیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب پہلی مرتبہ انہیں غلہ بھروا دیا۔ اس دوران میں ان سے کہلوایا گیا تھا کہ "ہمارا ایک اور بھائی بھی گھر پر ہے!" تب حضرت یوسف نے انہیں حکم دیا کہ اب اگر غلہ کے لیے آؤ تو اپنے اس بھائی کو بھی ہمراہ لانا۔ ورنہ آپ لوگوں کو اناج کا ایک دانہ نہ ملے گا۔

ولما جهزهم بجهازهم قال ائتوني باخ لكم من ابيكم الا ترون اني اوف الكيل وانا خير المنزلين ٥ فان لم تاتوني به فلا كيل لكم عندي ولا تقربون ٥ (١٢ : ٥٩ : ٦٠)

اور جب حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں پہلی مرتبہ غلہ بھروا دیا تب ان سے فرمایا کہ اب کے مرتبہ اپنے اس (سوتیلے) بھائی کو بھی ہمراہ لانا۔ تم نے جان لیا ہے کہ میں نے کس فیاضی سے تمہیں غلہ بھروا دیا ہے اور کس خلوص سے تمہاری مہمانی کی ہے۔ اگر تم اسے ساتھ نہ لائے تو پھر تمہیں غلہ نہیں ملے گا۔ نہ تمہیں یہاں اترنے ہی دیا جائے گا!"

فرزندانِ حضرت یعقوبؑ (مصر سے) غلہ لے کر گھر لوٹے۔ حضرت یعقوبؑ سے وہ تمام معاملات عرض کیے۔ جو عزیز مصر کے اس نائب سے پیش آئے تھے اور نائب عزیز کا بن یامین کے ہمراہ لانے کے اصرار کا ذکر کیا اور حضرت یعقوبؑ نے کم سن یوسفؑ کی طرح اسے بھی منظور کر لیا۔ اس قافلہ کے دوسری مرتبہ مصر میں آنے کے بعد وہ واقعہ رونما ہوا جس کی پاداش میں بن یامین کو گرفتار ہو کر نائب مصر (حضرت یوسف علیہ السلام) کی نگرانی میں رہنا پڑا۔

جب فرزندانِ یعقوبؑ واپس کنعان پہنچے تو اس مرتبہ بن یامین ان کے ساتھ نہ تھے یہ دیکھ کر حضرت یعقوبؑ پر کیا نہ گزری ہو گی۔ مگر انہوں نے آج بھی صبر و تحمل کرتے ہوئے وہی کلمہ زبان سے نکالا جو کم سن یوسف کی گمشدگی پر فرمایا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بل سولت لکم انفسکم امرا فصبر جمیل عسی الله ان یاتینی بهم جمیعاً ۝ (۱۲ : ۸۳)

یہ بھی تمہاری سخن طرازی ہی ہے کہ بن یامین نے چوری کی اور بادشاہ نے اسے نظر بند کر دیا۔ میرے لیے صبر ہی بہتر ہے۔ مجھے اللہ کے کرم سے توقع ہے کہ سب فرزند مجھ سے آملیں گے

اور یعقوب علیہ السلام کو اس صبر جمیل کا کیا ثمرہ ملا۔ حضرت یوسفؑ کو دیکھا تو سریر آرائے حکومت اور خلیفۃ اللہ کے انداز میں جلوہ فرما ہیں۔ ان کے دائیں طرف بن یامین جلوہ فرما ہیں۔ وہ سب بھائی بائیں طرف رونق افروز ہیں۔ نبی اللہ حضرت یعقوبؑ اپنے اس لہلہاتے باغ کو دیکھ کر کس قدر مسرور ہوئے ہوں گے۔ قرآن مجید کا وعدہ سچا ہے جو پورا ہو کر رہا۔

والله مع الصبرین ۝ (۲ : ۲۴۹) اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا حمائتی ہے۔

۱۸۷۔ اسی طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کا معاملہ دیکھیے۔ آپ کے والد گرامی جناب ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ ''اے بیٹے مجھے اللہ نے یہ حکم دیا کہ تمہیں اس کی رضا میں قربان کر دوں؟'' نورِ نظر نے عرض کیا:

یابت افعل ماتومر ستجدنی انشاء الله من الصبرین ۝ (۳۷ : ۱۰۲)

اے میرے والدِ بزرگ! آپ ارشاد باری تعالیٰ کی تعمیل فرمائیے اور میری طرف سے آپ ان شاء اللہ صبر و استقلال پائیں گے۔

۱۸۸۔ قرآن مجید میں اس طرح کئی اور انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کے صبر و تحمل کا تذکرہ کرنے کے بعد حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لفظوں میں ارشاد فرمایا:

فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل ولا تستعجل لهم کانهم یوم یرون مایوعدون لم یلبثوا الا ساعة من نهار بلاغ . فهل یهلک الا القوم الفاسقون ۝ (۴۶ : ۳۵)

اے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ (اپنی قوم کی ایذاؤں سے) ان کے لیے عذاب آنے کی عجلت نہ کیجئے۔ وہ وقت (عذاب عقبیٰ) جب ان کے سامنے آئے گا تو یہ کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں ایک ساعت ہی ٹھہرے تھے (اس پر ہمارے لیے یہ سزائیں!) پس اے رسول! آپ کا ذمہ صرف تبلیغ ہے اور آخرکار ہلاکت ضروری ہے۔ فاسقوں کے لیے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر و استقلال ہی کا ثمرہ اسلام کی برتری اور وسعت ہے۔

امتِ مرحومہ کے لیے صبر وثبات کی تلقین

اسلام جس کا سلسلہ اول الرسل حضرت آدم سے شروع ہوکر بتدریج جناب خاتم الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر مکمل ہوا اور یہاں آ کر جملہ احکامِ الٰہی کا رنگ پورا نکھر گیا۔

دیکھ لیں نور خدا دیکھنے والے حسرت
یعنی اس چہرۂ انور میں چمکتا ہے یہی

فرمایا گیا کہ صبر و استقلال خود اختیار کرو۔ دوسرون کو اس نعمت سے بہرہ ور رکھو۔ اور کسی حال میں اس سے دستبرداری نہ دو۔ صبر تقویٰ بھی ہے اور اس میں تمہاری کامیابی بھی۔

یاایھا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ٥ (۳:۲۰۰)	اے اہلِ ایمان! خود صبر کرو اور دوسروں کو صبر کرنا سکھاؤ! اور اس پر مضبوطی سے قائم رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم کامیابی حاصل کرسکو۔

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں صبر و استقلال کے نمونے اس قدر بوقلمون ہیں کہ صرف انہی کے تذکرہ سے ایک پورا دفتر رنگین کیا جا سکتا ہے۔

۱۸۹۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک صاحبزادے جن کا نام حضرت دافد تھا۔ انتقال کر گئے۔ آپ ان کے کفن و دفن سے فارغ ہو کر لوٹے تو بدوؤں کے ساتھ دوڑ لگانے کا فیصلہ کر لیا۔ آپ کے غلام حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ ابھی آپ اپنے لختِ جگر کو پیوندِ زمین کر کے واپس تشریف لائے ہین اور اس قدر عجلت سے دوڑ میں شرکت فرما رہے ہیں؟''

حضرت عبداللہ نے جواب دیا۔ ''جب اللہ کی مرضی غالب آ گئی تو ہمیں اس کے اثرات کو کسی نہ کسی طرح کم کرنا ہی چاہیے۔'' صرف اسی ایک واقعہ پر کس قدر بہترین سبق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مل سکتے ہیں۔

۱۹۰۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے کہ آپ نے برادرِ حقیقی جناب قثم کے انتقال کی خبر سنی۔آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھا۔پھر اونٹ سے اتر کر۲رکعت نماز ادا کی۔اور آیت ''واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین o (۲:۴۵) ترجمہ:صبر اور نماز کے ساتھ اللہ کی مدد چاہو۔ جو خضوع و خشوع کرنے والوں کے سوا ہر ایک پر گراں ہے) پڑھی اور اس کے بعد سفر شروع کر دیا۔

۱۹۱۔حضرت خبیب بن عدی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرکین مکہ کی گرفت میں آ گئے جب آپ کو پھانسی کی طرف لایا گیا تو آپ نے فرمایا۔مجھے۲ رکعت نماز ادا کرنے تک اور مہلت دیجئے۔آخر آپ نے اطمیان کے ساتھ دو رکعت ادا کرنے کے بعد فرمایا:

''اگر آپ لوگوں کو یہ بدگمانی نہ ہوتی کہ میں موت کے خوف سے نماز طویل کر رہا ہوں تو ابھی اور خشوع سے پڑھتا۔'' پھر یہ دو شعر بآواز پڑھے اور خود ہی پھانسی کی رسی گلے میں ڈال لی۔

ولست أبالي حين اقتل مسلما

علي اى شق كان لله مصرعى

(جب کہ میں مسلمان رہ کر قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے اس پر کیا سوچنا کہ میرا دھڑ کس پہلو زمین پر گرے گا۔)

وذالک فی ذات الالہ وان یشاء

یبارک علی وصال شلو ممزع

(یہ قتل تو رضائے الٰہی کے لیے ہے۔وہ اگر چاہے تو کٹے ہوئے اعضا میں برکت فرما سکتا ہے۔)

۱۹۲۔بیبیوں میں ایک صابرہ بی بی حضرت خنساء بنتِ عمرو بن شرید رضی اللہ عنہا ہیں کہ مشہور عرب شاعر امراء القیس کی ساتویں پشت سے ہیں۔جن کے خاندان میں شاعری ورثہ میں تھی۔ جناب خنساء کو اسلام سے قبل اور اسلام لانے کے بعد بھی مرثیہ گوئی میں وہ کمال حاصل تھا کہ پتھر کا کلیجہ بھی ان کے اشعار سن کر موم کی طرح پگھل اٹھتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب خنساء کے ۴ صاحبزادے تھے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں غزوۂ قادسیہ پر چاروں شریک جنگ ہوئے۔ ان کی والدہ بھی میدان جنگ میں موجود تھیں یہ چاروں بھائی اکٹھے ہی میدان میں نکلے۔ حضرت خنساء نے انہیں یہ نصیحت فرمائی۔

''میرے بچو! یہ خیال رہے کہ تم نے اپنی رضا و رغبت سے اسلام قبول کیا اور اسلام کی بہتری کے لیے ہجرت کی۔ اس وقت تم بالغ تھے۔ آج بھی تم بالغ ہو! ۔۔۔ پھر اسے بھی نہ بھولو۔ کہ تم ایسے باپ اور ماں کی اولاد ہو۔ جنہوں نے گناہ سے تمہیں نہیں جنا اور تمہارے ماموں بھی پاک دامن تھے۔۔۔''

ان صاحبزادوں کا صبر و استقلال ان کی والدۂ محترمہ کی طرح قابلِ حیرت ہے۔ ان میں پہلا فرزند میدان میں دراتا ہوا آیا اور اپنے کافر حریف کے سامنے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے:

''میری بوڑھی ماں نے مجھے نصیحت کی ہے کہ میں صبر و استقلال کا دامن نہ چھوڑوں۔''

اسی طرح دوسرے نوجوان بھائی نے کہا۔ اسی طرح تیسرے غازی نے اور چوتھے مردمیدان نے فی البدیہہ اپنے اپنے مقابل کے سامنے اپنی والدہ کی نصیحت دہرا دہرا کر دادِ شجاعت دی۔ چاروں بھائی صبر و استقلال کا ایسا نمونہ قائم کر گئے جس پر آج ہم فخر سے ان کا سراپا زیبِ داستان کر رہے ہیں۔ یہ چاروں بھائی اسی جنگ میں شہید ہو گئے۔ مگر ان کی شہادت کی خبر سن کر ان کی صابرہ ماں حضرت خنساء نے جو کچھ کیا صبر و تحمل کے باب میں جلی حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ حضرت خنساء نے فرمایا: ''حمد ہے اس خدائے مہربان کی۔ جس نے آج مجھے اپنے بیٹوں کی شہادت سے عزت بخشی!۔۔۔'' (اصابہ ج ۸ ص ۶۷)

۱۹۳۔ امام حسین ابن امام علی رضی اللہ عنہما کے صبر و استقلال پر توجہ کیجئے۔ میدان کربلا کے تمام شرکاء سے مرتبہ اعلیٰ وارفع ہیں اور مصائب و آلام میں بھی نہ صرف حاضرینِ لشکر بلکہ پورے عالم سے کہیں زیادہ مبتلا! بایں ہمہ نہ تو دشمنوں پر زبان سے کوئی سخت کلمہ نکالا۔ اور نہ اپنے پائے ثبات میں لغزش آنے دی۔ اعیان و انصار میں سے ایک ایک دشمن کی تلوار کا نشانہ بن گیا اور آخر خود بھی اس راہ میں شہید ہوئے مگر تمام سانحہ کے دوران میں صبر و شکر کے سوا کوئی اور لفظ زبان پر نہ آیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۴۔شہادتِ حسینؓ کے بعد!

اسیرانِ کربلا کی پہلی پیشی ابنِ زیاد کے دربار میں ہوئی۔

وزیرے چنیں !شہریارے چناں !!

جناب زین العابدین (امام علی بن الحسین بن علی علیہم السلام) بھی ان اسیروں میں پابجولاں تھے۔حالانکہ

چاہو اگر تو دیکھ لو حق کو انہیں میں دوستو
جس نے کہ عشق وحسن کو اپنی مثال کر دیا

ابن زیاد نے اس مظلوم (ابن حسین بن علیؓ) کی طرف دیکھا تو غصے کی آگ میں جل کر کہا "اللہ نے علی بن حسینؓ کو قتل نہیں کیا!"

غریب قیدی۔نے جواب دیا "میرے ایک اور بھائی کا نام بھی علی تھا۔اسے لوگوں نے قتل کر دیا ہے!" ابن زیادہ نے کہا "لوگوں نے نہیں اللہ نے مار دیا ہے!"

امام الزماں زین العابدین نے جواب میں فرمایا:

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا (۳۹:۴۲) وما کان لنفس ان تموت الاباذن اللہ (۳:۱۴۵)	خداوند عالم ہی سب پر موت طاری فرماتا ہے اور کبھی کوئی متنفس اللہ کے اذن کے بغیر اپنی جان نہیں کھوتا۔

صبر وتحمل کی یہ مثال ان لوگوں کے سوا اور کہاں مل سکے گی!

صبر بہت بڑی نعمت ہے۔بشرطیکہ محض نامرادی اور بے ہمتی نہ ہو۔

اکلِ حلال

جو شے جائز طریق پر حاصل ہوئی وہ مالِ حلال ہے اور اس کے استعمال کا حق جائز مصرف میں ہے۔معاش زراعت سے حاصل ہو۔تجارت سے ملے۔ملازمت سے دستیاب ہو۔احباب کے ہدیہ یا کسی اور ایسے ذریعہ سے میسر آئے۔جس میں فریب ومکر و چوری ودغا کی آمیزش نہ ہو۔کیونکہ روح انسان پر اکلِ حلال کا بڑا اثر پڑتا ہے۔ایک شخص

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غریب ہے مگر ناجائز طریقہ سے حاصل کرنا اسے پسند نہیں۔ تو اس کے دلی سرور و انبساط کا اندازہ ناممکن ہے۔ وہ وقت کا سلطان ہے۔ جس کے سامنے بادشاہوں کی شوکت اور فقیروں کی نکبت دونوں یکساں ہیں۔

مبیں حقیر گدایانِ عشق را کیں قوم
شہانِ بے کمر و خسروان بے کلہ اند

دوسرا شخص دونوں قسم کے اموال میں کوئی تمیز نہیں کرتا۔ جائز طریق سے حاصل کردہ مال اور ناجائز راستہ سے حاصل شدہ دونوں اس کے نزدیک برابر ہیں۔ اس کے دل میں تو ایک لگن ہے۔ جو اسے کہیں چین لینے نہیں دیتی۔ جب وہ دوسروں کی شان و شوکت کو اس نظر سے دیکھے گا اور اس کا بس چلے تو ان کی عزت بھی چرا لے اور اس سے اپنی شان بڑھائے۔

پھر احباب و اقربا میں اس قسم کے آدمی کی وقعت کا یہ حال ہے کہ ہر ایک شخص دل میں اس سے نفرت کرتا ہے۔ بدنصیب نے اپنی زندگی کسی جنجال میں ڈال رکھی ہے۔ اسی لیے قرآن کریم سود سے منع فرماتا ہے جو ہر قسم کے ناجائز مال سے زیادہ تر حرام ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سود خور کو ''فاذنوا بحرب من اللہ'' سے اعلانِ جنگ کی دھمکی صادر فرما دی۔ چوری سے منع فرما دیا گیا اور تمام سزاؤں میں زیادہ عبرتناک سزا چور کی ہے۔ قرآن خرید و فروخت میں فریب سے باز رکھنا چاہتا ہے۔ خیانت قرآن کی تعلیم میں مالِ حرام اور امانت سراسر نیکی۔ حتیٰ کہ راہ میں گری ہوئی پرائی شے بھی مل جائے تو دین میں اس کے اعلان کا حکم ہے۔ الغرض ہر قسم کے ناجائز اموال شیطان کی بخشش بنا کر قرآن ان سے منع فرماتا ہے:

یاایها الناس کلوا مما فی الارض حلا لاطیباً ولا تتبعوا خطوات الشیطن انه لکم عدو مبین ○ انما یامرکم بالسوء والفحشآء وان تقولوا علی الله مالا تعلمون ○ (۲:۱۶۸:۱۶۹)

اے لوگو! زمین کی پیداوار میں سے حلال اور پاکیزہ اشیاء کھاؤ (اور دیکھو ناپاک و حرام چیزوں کے استعمال میں) شیطان کے پیچھے مت چلو! وہ تو تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ برے اور بے شرمی کے کام پر لگانا جس کا شیوہ ہے اور دیکھو حرام کو حلال کرنے میں اللہ تعالیٰ کے ذمے تہمت مت باندھو!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

یاایھا الذین امنوا کلوا من طیبت مارزقنکم واشکروا للہ ان کنتم ایاہ تعبدونo (۲:۸)

اے مومنو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو! اگر تمہارا مقصد اس ذاتِ کبریا کی عبادت ہے۔

۱۹۵۔ اصحابِ کرام کا اکلِ حلال میں یہ انداز ملاحظہ ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام زمانۂ جاہلیت میں کہانت کرتا تھا اور کہانت ہے یونہی اٹکل پچو سے کوئی بات کہہ دینا۔ جس سے لوگ اپنی مرضی سے اپنے مطابق فال لے لیتے ہیں۔ (یہ رواج اب تک باقی ہے) لیکن کہانت کے مشرکانہ فعل ہونے میں کوئی شک نہیں تو یہ غلام اسی کہانت سے کچھ مال لے آیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اسے کھالیا۔ بعد میں اس مال کی آمد کا ذریعہ معلوم ہوا تو اپنے حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دیا۔

۱۹۶۔ حضرت امیر معاویہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کو بہت سے مال کا لالچ دے کر اپنے ''سپوت'' یزید کی بیعت پر آمادہ کرنا چاہا اور اس سفارت پر امیر معاویہ نے اپنے وزیر اعظم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مدینہ بھیجا لیکن حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ ''یہاں سے چلے جایئے میرا دین دینار و درہم کے معاوضہ میں نہیں بک سکتا۔ میری یہ تمنا ہے کہ دنیا کو چھوڑ دوں اور میرے دونوں ہاتھ حرام کمائی سے پاک ہوں۔''

امانت

مومن کے لیے اصل امانت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ جسے انسان نے از خود اپنے پر لازم کر لیا۔ جب کہ:

انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان. (۳۳:۷۲)

ہم (اللہ تعالیٰ) نے اپنی اطاعت و فرمانبرداری کی امانت آسمانوں پر پیش کی' زمین کے سامنے رکھی' پہاڑوں پر عائد کرنی چاہی۔ مگر سب نے انکار کر دیا۔ انسان سے پوچھا تو اس نے از خود اسے اپنے پر اوٹ لیا۔۔۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا اس امانت کی سپردگی میں ہم پورے اتر رہے ہیں؟

اور امانت میں وہ سامان واسباب بھی شامل ہے۔ جو کسی نے آپ کو امین سمجھ کر آپکے پاس رکھ دیا۔ وہ راز بھی امانت ہی ہے جو ایک دوست دوسرے دوست پر بھروسہ کر کے اسے بتا دیتا ہے اور وہ مشورہ بھی امانت ہے جو آپ سے کسی نے طلب کیا۔ تو آپ نے اس کی بہتری کے مطابق اسے بہتر راستہ بتایا۔ اس طرح راہ میں کسی غیر کی گمشدہ شے ہمیں پڑی ہوئی مل گئی۔ یا کوئی شخص آپ کے ہاں ٹھہرا اور کچھ بھول گیا۔ یا چند اشخاص نے ہم پر امانت داری کا یقین کرتے ہوئے ہمیں اپنا مقدمہ سونپ دیا کہ جو فیصلہ مناسب ہو دیجئے۔ اس میں غیر جانبداری کے ساتھ حکم دینا یہ بھی ادائے امانت ہے۔ کسی معاملہ میں شہادت دیتے وقت پوری صداقت سے بیان دینا بھی امانت ہے اور حقوق اللہ وحقوق العباد میں کون سی چیز ایسی ہے۔ جسے امانت سے خارج کیا جائے؟

کیونکہ ہر نیکی اور بھلائی اطاعت الٰہی ہے اور اس ذات کی اطاعت و بندگی امانت ہے۔

ان اللہ یامرکم ان تؤدو الامانات الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعما یعظکم بہٖ ان اللہ کان سمیعا بصیرا ○ (۵۸:۴)

بالتحقیق اللہ تعالیٰ ہمیں ارشاد فرماتا ہے۔ امانتوں کی سپردگی کا ان کے اصل مالکوں کے لیے اور یہ بھی (اللہ پاک) فرماتا ہے کہ جب تم دوسروں کو فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ حکم لگاؤ (دیکھو) اللہ تعالیٰ کس قدر بہتر نصیحت فرما رہا ہے۔ تمہیں واقعی خداوند عالم ہر بات سننے اور اس کی حقیقت پہچاننے والا ہے۔

سورۂ مومنون (۱۸۔ویں پارے) کی ابتدا اس آیت سے ہوئی۔ قد افلح المومنون (مومن کامیاب ہوں گے۔)

اور ایمان کی علامتوں میں ایک نشان اس آیت کے بعد یہ بتایا کہ:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والذین ھم لا ماناتھم وعھدھم راعون ○ (۸:۲۳)	جو لوگ اپنے پاس رکھی ہوئی امانت اور اپنے کیے ہوئے اقرار پورا کرتے ہیں۔

چنانچہ:

۱۹۷۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی امانت داری کا یہ حال تھا کہ جب کوئی شخص ان کے پاس امانت رکھتا تو فرماتے ''ایسا نہ ہو کہ یہ شے مجھ سے ضائع ہو جائے اس لیے یہ ہمارے ذمے قرض ہوگا۔'' یعنی وہ امانت کو قرض کے درجہ پر سمجھتے۔

۱۹۸۔ حضرت عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ غزوہ حنین سے واپس لوٹے تو بیوی نے پوچھا ''مالِ غنیمت میں کیا ہاتھ لگا؟'' انہوں نے بیوی کو ایک سوئی دے کر فرمایا ''یہ ہے۔ اسے رکھ لو۔ کپڑا سی لینا!'' اتنے ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کروادی کہ جس کے پاس مالِ غنیمت میں سوئی اور تاگا تک بھی ہو اسے بیت المال میں جمع کرادے۔ حضرت عقیل نے فوراً یہ سوئی لے کر خزانہ میں داخل کرادی۔

۱۹۹۔ مسلمان کے پاس سب سے بڑی امانت حقوق اللہ ہیں۔ جن کی ادائیگی ہر حال میں مقدم اور ضروری ہے۔ ازاں جملہ عبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مومن سے اس امانت کا خواستگار ہے۔ (فرمایا)

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون○ (۵۱:۵۶)	میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی بندگی کے لیے خلق فرمایا ہے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے وقت لرز جاتے۔ چہرے کا رنگ فق ہو جاتا۔ اصحاب نے آپ سے دریافت کیا تو فرمایا ''اس امانت کے ادا کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ جس کو اللہ نے آسمان، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے (ڈر کر) انکار کر دیا۔ مگر انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا۔ مجھے ڈر ہے کہ میں یہ امانت اچھی طرح ادا کر سکوں گا یا نہیں؟'' لیکن اس امانت کی ادائیگی میں عام لوگوں کا کیا حال ہے؟

اس قدر جلد جو پیمانِ وفا توڑ دیا
آپ ہی کہیے بھلا آپ کو زیبا ہے یہی؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰۰۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت قریب آ گیا تو کسی خاص ضرورت کے لیے حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس ایک آدمی بھیجا اور اس سے کہا:

''ام المومنین کو عمر کا سلام کہنا اور مجھے امیر المومنین نہ کہنا۔ اب میں امیر المومنین نہیں ہوں!''

۲۰۱۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے امانت کے نقصان پر جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمائی ہے اس کے مطابق ہم سب کا کیا حال ہے؟ (اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔۔۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''شب کو آدمی سوئے گا اور امانت کا جوہر اس کے دل سے نکل جائے گا۔ صرف ایک ہلکا سا نشان باقی رہ جائے گا۔ پھر سوئے گا تو یہ نشان بھی مٹ جائے گا اور ایک آبلہ کا سا داغ اس کی جگہ باقی رہ جائے گا جو صرف ہوا سے بھرا ہوتا ہے۔ مگر اندر سے خالی ہو۔ اس وقت لوگوں کی یہ حالت ہوگی کہ لین دین میں امانت کا نام تک نہ ہوگا۔ البتہ لوگ ذکر کریں گے کہ فلاں قوم میں ایک شخص امانت دار سنا جاتا ہے۔ یوں ایک دوسرے کی عقل اور عادت اور جوانمردی کی تعریف تو بہت کی جائے گی۔ مگر کسی کے دل میں رائی کے ایک دانہ کے برابر امانت داری نہ ہوگی۔''

۲۰۲۔ حضرت ابی بن ابی کعب رضی اللہ عنہ (صحابی) کو راہ میں پڑا ہوا ایک توڑا مل گیا جس میں ایک سو اشرفیاں تھیں۔ وہ امانت داری کے خیال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے فرمایا:

''اے ابی ایک سال تک مالک کی تلاش میں منادی کرتے رہو!''

مگر اتنے عرصہ میں بھی مالک کا پتہ نہ لگا۔ حضرت ابی پھر حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سال اور منادی کرانے کا ارشاد فرمایا۔ مگر اس بار بھی مالک نہ ملا۔ تیسرے برس کے لیے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا مگر کسی نے نہ کہا ''کہ یہ توڑا میرا ہے۔'' اب حکم ہوا کہ کچھ دن اور دیکھ لو۔ پھر تم خود خرچ کر لینا۔''

ادائے امانت میں حاکمِ وقت کا فرض یہ ہے کہ فیصلہ سنانے میں عجلت سے کام نہ لے تاکہ کسی فریق کے معاملہ میں خیانت نہ ہو جائے۔

۲۰۳۔ حضرت ابو محجن ثقفی (صحابی) رضی اللہ عنہ کا واقعہ تمام واقعات سے عجیب تر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ انہوں نے امانت کا خیال کس طرح رکھا۔ امیر المومنین حضرت عمر کے عہد میں قادسیہ پر حملہ کے دوران میں گھمسان کا رن پڑا۔ سپہ سالار حضرت سعد رضی اللہ عنہ بالا خانے پر بیٹھے فوج کو لڑا رہے تھے۔ حضرت مجن کسی جرم میں اسی قلعہ میں قید تھے۔ یہ بھی لڑائی کا نظارہ دریچہ سے دیکھ رہے تھے اور شجاعت کے جوش سے بے تاب تھے۔ انہوں نے سپہ سالار (حضرت سعد) کی بیوی حضرت سلمٰی سے درخواست کی کہ "مجھے ذرا دیر کے لیے باہر جانے دیجیے۔ میں واپس آ کر خود بخود یہ بیڑیاں پہن لوں گا۔" بی بی نے انکار کر دیا۔ تو یہ حسرت بھرے اشعار کہنے لگے۔ اس پر حضرت سلمٰی کے دل میں اس قدر اثر ہوا کہ اپنے ہاتھوں سے ان کی بیڑیاں کاٹ دیں۔ حضرت ابو مجن نے اصطبل سے سپہ سالار کا گھوڑا کھولا۔ اور بجلی کی طرح دشمنوں پر جا کوندے۔ دشمن حیران تھے اور مسلمان شاداں کہ یہ کون آ گیا۔ سپہ سالار حضرت سعد بھی یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے دل میں کہا "جنگ کا یہ انداز ابو مجن کے حصہ میں تھا۔ مگر وہ تو قید خانہ میں ہے!

شام ہونے کو آئی تو قیدی میدان سے لوٹ آیا۔ گھوڑا اصطبل میں باندھا اور وہی بیڑیاں پھر اپنے پاؤں میں ڈال لیں۔

ادھر بی بی (حضرت سلمٰی) نے تمام واقعہ اپنے شوہر سے عرض کر دیا۔ سپہ سالار نے فرمایا "خدا کی قسم! جو شخص مسلمانوں پر یوں جان نثار کرے میں اسے قید خانے میں نہیں رکھ سکتا۔" اور ابو مجن کو رہا کر دیا۔

۲۰۴۔ قادسیہ فتح ہوا تو سپہ سالار نے ایوانِ کسریٰ میں تختِ شاہی کے سامنے منبر نصب کر دیا۔ جمعہ کا دن تھا۔ خطبہ پڑھا اور نماز ادا کی۔ تیسرے روز حکم دیا کہ شاہی نوادر اور خزانے یک جا کیے جائیں۔ صدیوں کے شاہی لوازمات یک جا ہوئے تو عجائبات کے ڈھیر لگ گئے۔ ان میں خاقانِ چین، مہاراجگانِ ہند میں راجہ داہر، قیصر روم، نعمان بن منذر، سیاوش اور بہرام چوبین جیسے نامور بادشاہوں کی زرہیں اور تلواریں نکلیں۔ کسریٰ، ہرمز اور کیقباد کے خنجر دیکھنے میں آئے۔ نوشیرواں کا زرنگار تاج اور شاہی پوشاکوں کا انبار لگ گیا۔ سونے کا ایک گھوڑا جس پر چاندی کا زین کسا ہوا تھا۔ سینہ بند پر یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے۔ چاندی کی ایک اونٹنی اور اس پر سونے کا کجاوا اس کی مہار میں یاقوت پوئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے۔ ناقہ سوار سر سے پاؤں تک جواہرات میں منڈھا ہوا۔ اور تو اور اس سامان میں ایک ایسا عجیب غالیچہ تھا جس کا نام ہی بہار تھا (اور ایرانیوں میں موسمِ بہار کی منزلت ظاہر ہے) اس رعایت سے اس (فرش) میں موسم بہار کے تمام سامان پیدا کر دیئے گئے تھے۔ اس کے وسط میں سبزے کا ایک چمن' چاروں طرف جدولین' ہر قسم کے درخت اور درختوں میں شگوفے' پھول' پھل' لطف بالائے لطف یہ کہ تمام فرش سونے کا۔ سبزہ میں زمرّد ٹکے ہوئے۔ جدولیں پکھراج کی۔ بوٹے سونے اور چاندی کے۔ پتے حریر و دیباج کے۔ پھل جواہرات کے' موسمِ بہار ختم ہو جاتا۔ تو بادشاہ اس فرش پر بہار کے مزے لوٹتے۔ اسی پر شراب کے دور چلتے۔ اور اسی پر رنگ رلیاں منائی جاتیں!

یہ تمام سامان مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں ہاتھ آیا۔ لیکن اسلامی فوج کی امانت کا یہ حال ہے کہ کسی نے ایک چیز کو ہاتھ نہ لگایا۔ جس نے جو چیز جہاں پائی' اٹھا کر سپہ سالار کے سامنے رکھ دی۔۔۔ سپہ سالار بھی حیران تھے کہ جن لوگوں نے ان بیش بہا چیزوں کو ہاتھ نہیں لگایا۔ ان کی امانت داری کتنی انمول ہے۔ آخر تمام سامان کے پانچ حصے کیے گئے۔ چار حصے لشکر میں تقسیم ہوئے اور پانچواں حصہ دربارِ خلافت میں بھیج دیا گیا۔

جب یہ سامان مدینہ منورہ پہنچا تو وہاں کے مسلمان اور خود امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کی امانت داری پر متعجب تھے اور اب یہ (سامان) اہلِ مدینہ پر تقسیم ہوا۔

ایثار

ایثار کا درجہ سخاوت سے کہیں بلند ہے۔ سخاوت یہ ہے کہ اپنی ضرورت سے زائد مال یا وقت یا محنت دوسروں کی بہتری میں خرچ کیا جائے۔ مگر ایثار یہ ہے کہ آپ کے پاس جو مختصر سا مال ہے اور اپنی **ضرورت سے بھی کم** یا ذرا سا **وقت** باقی ہے۔ **جس میں آپ** کو اپنا ایک ضروری کام پورا کرنا **ہے۔ مگر دوسرا حاجت مند سامنے** سے گزرتا ہے۔ جسے آپ کے مال یا وقت کی بے حد ضرورت ہے کہ اگر ان میں سے اس کے لیے صرف نہ کیے تو اس کا کیا دھرا سب برباد ہوا جاتا ہے۔ آپ نے اسے دیکھا تو بے قرار ہو گئے۔ اپنی ضرورت کو پسِ پشت ڈال دیا اور اس غریب کی بھلائی میں اپنا وہ ذرا سا مال (یا وقت) صرف کر دیا۔ یہ تھا آپ کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشرف المخلوقات ہونا۔ نہ اس قدر کافی تھا کہ ایک قدر رعنا مل گیا۔ بولنے کے لیے زبان عطا ہوگئی۔ اور دوسرے حواسِ خمسہ سے بہرہ ور ہونے پر ہم نے سمجھ لیا کہ بس ہمارے فخر کے لیے کافی سامان ہے۔ نہیں! نہیں! ان نعمتوں کے ساتھ اگر دوسرے صفات سے حصہ نہیں ملا۔ تو یہ بھی وبالِ جان ہوجائیں گے۔

اشرف المخلوقات ہونے کا سب سے بڑا ثبوت انبیاء علیہم السلام کا وجود ہے جن کے بعد ان حضرات کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کی جماعتیں اور ان میں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جنہیں قرآن مجید پر عمل کرنے سے یہ مرتبہ نصیب ہوا:

کون سے دل میں نہیں یاد ترے عشق کا نقش
کس قلمرو میں شہِ حسن کا فرماں نہ گیا

قرآن کریم نے ایثار کی یہ تعریف فرمائی ہے۔

ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ. (۹:۵۹)	اور کامیاب ہیں وہ لوگ جو اپنی ضرورتوں کے ہوتے ہوئے دوسروں کے لیے ایثار کرتے ہیں۔

چنانچہ:

۲۰۵۔ ایک شخص ایسی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اس وقت بیتِ رسالت میں پانی کے سوا کوئی شے کھانے کی نہ تھی۔ آپ نے اصحاب سے اشارہ فرمایا تو ایک صاحب (انصاری) اس مہمان کو اپنے ہاں لے گئے۔ شب کے کھانے کا وقت تھا (انہوں نے بی بی سے دریافت کیا تو معلوم ہوا صرف بچوں کے لیے تھوڑا سا کھانا رکھا ہے۔ ہم دونوں کے لیے بھی کچھ نہیں۔ انصاری نے بی بی سے فرمایا "بچوں کو کسی طرح بہلا دو۔ میں مہمان کو اندر لاتا ہوں۔ تم چراغ بجھا دینا۔ ہم دونوں کھانے پر بیٹھ جائیں گے۔ میں کھانے پر ہاتھ رکھتا جاؤں گا اور لب و دہن کی مصنوعی حرکت سے ظاہر کروں گا۔ جیسے میں بھی کھا رہا ہوں"۔۔۔ اور ایسا ہی ہوا۔ مہمان سمجھ ہی نہ سکا کہ میزبان نہیں کھا رہا۔

صبح کے وقت جب یہ انصاری رسول پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے بشارت مل چکی تھی۔ آپ نے اسے آیت مذکورہ سے خوشخبری سنا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر اس کے ایثار کی داد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد فرمائی۔

۲۰۶۔اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کیا۔ایک مرتبہ یہودی کے باغ میں رات بھر ہاتھوں سے باغ سینچ کر تھوڑے سے جو لائے۔جن میں سے صبح کے وقت ایک تہائی پسوا کر حریرہ (لپسی) بنوایا۔کھانے کو بیٹھے ہی تھے کہ کسی مسکین نے صدا کی۔بھرا ہوا طشت اس کے حوالے کر دیا۔اب دوسری تہائی دلوا کر حریرہ بنوایا تو ایک اور سوالی آ گیا۔یہ اسے کھلا دیا۔تیسرا حصہ جو باقی رہ گیا تھا۔اسے بھی پکوایا ہی تھا کہ ایک مشرک قیدی سائل آ گیا۔یہ اسے دے دیا اور اس پر وہ مشہور آیت نازل ہوئی۔

ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیماً واسیراًo (۸:۷۶)	اور اللہ کے نیک بندے اس کی رضا پر مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

۲۰۷۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا انتقال ہوا تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں برسرِ منبر فرمایا: ''اے کوفہ والو! امیر المومنین تمہارے سامنے شہید ہوئے لیکن خدا کی قسم انہوں نے دنیوی اموال میں صرف چار سو درہم چھوڑے ہیں اور یہ بھی اس لیے کہ ان سے ایک غلام خرید کر آزاد کر دیا جائے۔''

۲۰۸۔تمام لوگ حضرت علیؓ کی خدمت اپنی سعادت سمجھتے۔آپ نے بازار سے کھجوریں خریدیں تو ایک شخص نے آگے بڑھ کر عرض کیا: ''امیر المومنین! آپ بوجھ نہ اٹھایئے۔میں دولت کدہ تک پہنچا دیتا ہوں۔'' فرمایا۔۔۔''بچوں کا باپ ہی اس کا مستحق ہے کہ تو دان کے لیے سامانِ خوردونوش اُٹھا کر گھر لے جائے۔''

۲۰۹۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اپنے عہدِ امارت میں جو حال تھا کہ جسمِ مبارک پر جو قمیص ہے۔اگر اس کی آستینیں کھینچے تو ناخن تک آ جائیں گی۔لیکن چھوڑ دیجئے تو نصف کلائی پر چلی جائیں گی۔اس سادہ لباس میں خلافت کے فرائض ادا فرما رہے ہیں۔ایک مرتبہ گاڑھے کی چادر اور لنگی کے ساتھ ہاتھ میں درہ لیے بازار میں گھوم رہے تھے۔مسلمانوں کو سچائی اور حسنِ معاملہ کا حکم فرماتے جا رہے تھے۔حتیٰ کہ۔۔۔ایک روز منبر پر فرمایا: ''مسلمانو! میں اپنی تلوار بیچنا چاہتا ہوں۔جو شخص چاہے اسے خرید لے آج میرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس تہ بند کے لیے درم ہوتے تو میں تلوار فروخت نہ کرتا۔"

اس وقت اصحاب میں سے ایک جاں نثار نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔"آپ تلوار فروخت نہ کیجئے۔ میں آپ کو تہ بند کی قیمت قرض دیتا ہوں۔"

۲۱۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ظہور رسالت کی بشارت سن کر گھر سے نکلے تو راہ میں آپ کا غلام بھٹک گیا۔ ادھر جناب ابو ہریرہ مدینہ منورہ خدمت رسالت مآب میں باریاب ہوئے۔ ادھر وہ غلام از خود کہیں سے آ پہنچا۔ حضرت ابو ہریرہ اسلام لا چکے تھے۔ آپ نے غلام کو دیکھ کر از رہِ تشکر آنحضرت صلوٰت اللہ علیہ سے عرض کیا "یا رسول اللہ! آپ گواہ رہیئے کہ میں نے اسے اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔"

۲۱۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ کو ایک غلام عنایت فرما کر تاکید فرمائی کہ اس غریب کے ساتھ بہتر سلوک کرنا۔ یہ گھر لے گئے۔ بی بی سے تذکرہ کیا۔ تو اس نے کہا: شاید ہم اس کے ساتھ اچھا سلوک نہ کر سکیں بہتر یہ ہے کہ اسے آزاد کر دیا جائے اور حضرت ابوالہیثم نے اسے آزاد کر دیا۔

(میں کہتا ہوں شاید رسول اللہ ﷺ کا یہی اشارہ ہو جسے ابوالہیثم اور ان کی اہلیہ (رضی اللہ عنہما) سمجھ گئے ہوں)

۲۱۲۔ اسی طرح رسول اللہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو غلام عنایت فرمایا۔ ان سے بھی یہی فرمایا اور انہوں نے بھی ابوالہیثم ہی کی طرح عمل کیا۔

۲۱۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے عہدِ خلافت میں) لوگوں کے وظائف مقرر فرمائے اور ایک رجسٹر پر ناموں کی فہرست لکھنے کا حکم دیا تو عرض کیا گیا: "امیر المومنین! سب سے اوپر آپ کا نام ہونا چاہیے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "نہیں میں خود کو وہیں رکھوں گا۔ جہاں مجھے اللہ نے رکھا ہے۔ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کے نام لکھے جائیں!"

اس کے بعد اپنے فرزند جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نام حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بعد لکھوایا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لیے ساڑھے پانچ ہزار اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لیے پورے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچ ہزار وظیفہ مقرر فرمایا۔ اس پر عبداللہؓ نے عرض کیا۔۔۔ ''امیر المومنین! اسامہ مجھ سے کسی بات میں بڑھے ہوئے نہیں! آپ نے ان کو مقدم کیوں رکھا؟'' فرمایا: ''یہ غلط کہا تم نے! اسامہؓ کے باپ تمہارے باپ سے زیادہ رسول اللہ کو محبوب تھے اور اسامہ تم سے زیادہ آنحضرتؐ کو عزیز تھے۔ اس لیے میں رسول اللہؐ کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دیتا ہوں۔''

یاد رہے کہ حضرت زید (بن حارثہ) یعنی اسامہ کے والد رسول اللہ کے غلام تھے جنہیں آپ نے آزاد فرما کر اپنا متبنّٰی بنا لیا تھا۔ ایک مرتبہ انہی (زید) کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ اس طرح ایک مرتبہ حضرت اسامہ کو ایک لشکر کا سپہ سالار نامزد فرمایا:

جناب اسامہؓ کے ساتھ آنحضرتؐ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کے بچپنے میں اپنے ہاتھ مبارک سے ان کے منہ کی رال صاف کرتے۔

۲۱۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات سے قبل جن چھ حضرات کو خلافت کے لیے انتخاب میں تجویز فرمایا: ان میں اپنے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو صرف منصفوں میں رکھا اور تاکید فرمادی کہ ''(میرے بعد) عبداللہ کو خلافت پر مامور نہ کیا جائے!''

لین دین کے آداب

انسان کی ضرورتیں بعض اوقات اسے قرض لینے پر مجبور کر ہی دیتی ہیں۔ قرآن مجید نے نہایت خوبی کے ساتھ قرض لینے دینے کے قواعد بتائے ہیں۔ قرض خواہ کو سود لینے سے منع کیا۔ مقروض کو تاخیر کر کے ادا کرنے سے روکا۔ گواہوں کو صحیح شہادت دینے پر تاکید فرمائی۔ دستاویز لکھنے والے کو اصل حقیقت تحریر میں لانے پر مجبور کیا اور قرض کی اصل ضمانت یعنی باہم تحریری معاہدہ کی ہدایت فرمائی۔

۱۔ یاایھا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ	اے مومنو! میعادی قرض پر تحریری دستاویز ہونا چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲. ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ولایاب کاتب ان یکتب کما علمه الله فلیکتب ٥	محرر نہ تو اللہ کے دیئے ہوئے فنِ تحریر میں تمسک لکھنے سے انکار کرے نہ لکھتے وقت حقیقت کے خلاف کوئی حرف گھٹائے بڑھائے۔
۳. ولیملل الذی علیه الحق ولیتق الله ربه ولا یبخس منه شیئاo	مقروض دستاویز لکھواتے وقت کسی شے میں ردو بدل کرانے کی سازش نہ کرے اور اللہ سے ڈرتا رہے اس معاملہ میں ۔۔۔
۴. فان کان الذی علیه الحق سفیها اوضعیفا اولا یستطیع ان یمل هو فلیملل ولیه بالعدل...	اگر مقروض بے سمجھ ہے یا یونہی کچھ نادان سا ہے یا اسے تمسک لکھوانے کا سلیقہ ہی نہیں۔ تب اس کی طرف سے اس کا ولی ایمانداری کے ساتھ مضمون قلم بند کراتا جائے۔
۵. واستشهد واشهیدین من رجالکم.	دو مردوں کی شہادت تمسک پر ثبت کی جائے۔
۶. فان لم یکونا رجلین فرجل وأمرأتان ممن ترضون من الشهدآء ان تضل احدهما فتذکر احدهما الاخری.	اگر دو مرد گواہ جمع نہ ہو سکیں۔ تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ یہ اس لیے کہ ایک عورت اگر بھول بھی جائے تو دوسری عورت اسے واقعہ یاد دلا سکتی ہے۔ مگر گواہ وہی ہوں جن پر فریقین کو یکساں بھروسہ ہو۔
۷. ولایاب الشهدآء اذا مادعوا.	گواہوں کو عدالت میں طلبی کے وقت آنے سے انکار نہ کرنا چاہیے۔
۸. ولاتسئموا ان تکتبوه صغیرا اوکبیرا الی اجله...	قرض کی مقدار کم ہو یا زیادہ بہر صورت باہم تحریر ہونا ہی چاہیے اور واپسی کا وقت بھی لکھا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹. ذالکم اقسط عند اللہ واقوم للشھادۃ.	اس طرح معاملہ بندی کر لینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک انصاف اور ہر دو فریق اور گواہوں کے لیے بہتر طریقہ ہے!
۱۰. وادنی الاترتابوا.	اور اس میں معاملہ کے ساتھ تعلق رکھنے والوں میں ہر ایک کے لیے حفاظت ہے۔

یہ سورۂ بقر کی آیت (۲۸۲:۲) کا خلاصہ ہے۔قرآنی دستور تمسک کے بعد موجودہ قوانین پر نظر کیجیے۔اتنی کوششوں کے بعد بھی شمہ بھر اضافہ کی گنجائش سمجھی گئی ہے؟ یوں کہیے کہ متمدن قوموں نے طریقِ آئین بندی قرآن مجید ہی سے سیکھا۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود اس کی لگائی ہوئی ہے

غریب قرض دار کی حالت پر اللہ تعالیٰ نے بہت رحم فرمایا ہے۔بات بھی یہی ہے وہ محتاج نہ ہوتا۔تو دوسرے سے قرض ہی کیوں لیتا اور قرض خواہ کے پاس اپنی ضرورت سے زائد ہوتا۔تو دوسرے کے لیے بدری کا منہ کیسے کھول سکتا۔

بعض قرض دار وقت پر ادا کرنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔بعض ایسے تباہ حال ہو جاتے ہیں کہ ادائیگی ان کی وسعت سے باہر ہو جاتی ہے۔اب ڈگری اور قرقی لائیے تو غریب کے پاس کیا رکھا ہے۔آپ کو اللہ نے قرض دینے کی توفیق بخشی۔اسے اور مہلت دیجیے (میعاد بڑھا دیجیے) کچھ دن اور سہی۔حتیٰ کہ آپ نے سب کچھ کر لیا۔

قرآن فرماتا ہے کہ مقروض کی بے چارگی پر رحم فرما کر یہ قرض صدقہ کی صورت میں اسے معاف کر دیا جائے۔جو تمہارے لیے عنداللہ بہتر ہوگا۔

وان کان ذوعسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ وان تصدقوا خیرلکم ان کنتم تعلمون.(۲۸۰:۲)	تمہارا مقروض اگر تنگدست ہو گیا ہے تو میعاد بڑھا دو اور اگر یہ قرض صدقہ کے طور پر اسے معاف کر دو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔کاش! تم اس بہتری کو جان سکو!

۲۱۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''ایک شخص لوگوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو قرض دیا کرتا اور اپنے سپاہیوں کو تاکید کرتا۔ کہ جو مقروض تنگدست ہو۔ اس کے ساتھ سختی نہ کرنا۔ شاید اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ میرے گناہوں سے چشم پوشی فرما دے! جب اس شخص نے انتقال کیا اور اللہ کے حضور اس کی پیشی ہوئی۔ اس کے اس کرم پر اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے۔

قرض دار کے فرائض

قرض دار کے فرائض میں بھی سب کام چھوڑ کر قرض کی ادائیگی ہے۔

۲۱۶۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر رحم پرور تھے۔ لیکن مقروض کا جنازہ نہ پڑھتے۔ چنانچہ ایک صاحب کی میت پر تشریف لائے۔ دریافت فرمایا کہ ''اس پر قرض تو نہیں؟'' عرض کیا گیا۔ ''یا رسول اللہؐ! یہ قرض سے پاک ہے۔'' اور آپ نے اس کی نماز جنازہ ادا فرما دی۔

۲۱۷۔ ایک اور میت پر ایسا ہوا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ شخص مقروض تھا۔ فرمایا۔ ''تم اس پر نماز پڑھ لو۔ ایسے لوگوں کی میت پر میری نماز و دعا کرنا منصب نبوت کے منافی ہے۔'' حاضرین میں سے ایک صاحب نے اس میت کا قرض اپنے سر لے لیا۔ اس ذمہ داری کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرحوم کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

۲۱۸۔ امرائے اسلام کی حالت

سننے والے غور سے سنیں اور غور کرنے والے دل کے پردے ہٹا لیں۔ مشہور خلیفۃ المسلمین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت اپنے صاحبزادہ عبداللہ کو وصیت کی: ''میرے ذمہ کس قدر قرض ہے؟'' بیٹے نے کہا۔ چھیاسی ہزار! امیر المومنینؓ نے فرمایا: اگر یہ رقم آلِ عمرؓ کے مال سے ادا ہو سکے تو بہتر۔ ورنہ میرے قبیلہ (بنو عدی بن کعب) سے درخواست کرنا۔۔۔ ان کی امداد بھی اسے پورا نہ کر سکے۔ تو قریش سے کہنا وہ انتظام کر دیں۔

ان امراء کو ادائے قرض کا کس قدر خیال تھا اور یہ کہ حضرت عمرؓ نے امیر وقت ہو کر بھی اپنے اوپر قرض ہی چھوڑا۔ ان کے مقابلہ میں دنیا کے موجودہ ڈکٹیٹروں کی مالی حالت دیکھئے۔ قومی فنڈ سے ان گراں قدر تنخواہوں کے باوجود ہر ایک ڈکٹیٹر نے اپنی زندگی کے لاکھوں روپے کے بیمے بھی کرا رکھے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادائے قرض کی تاکید پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا جملہ فرما دیا۔ جس سے قرض خواہوں کو کبھی مایوس نہ ہونا چاہیے۔ **احاسنکم احاسنکم فضاء**

''تم میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرض ادا کرتے وقت خوش دلی سے پیش آئے۔''

اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں بھی دنیا کو عجیب نمونے دکھائے۔

۲۱۹۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا وقتِ آخر آ پہنچا۔ تو اپنے صاحبزادہ (عبداللہ) کو وصیت فرمائی کہ میری جائیداد سے میرا قرض ادا کر دینا۔ یہ جائیداد بھی لاکھوں کی تھی۔ حضرت زبیر کے فرزند جناب عبداللہ نے اس پر عمل کیا۔ پھر بھی بے شمار مال و دولت بچ گیا۔ وارثوں نے تقاضا شروع کیا کہ یہ مال ہم لوگوں میں شریعت کے مطابق تقسیم کر دیجئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے فرمایا۔ ''ممکن ہے ابھی کوئی اور شخص میرے والد کا قرض خواہ باقی ہو۔ اس لیے میں متواتر چار سال تک حج کے موقعہ پر اعلان کرلوں کہ جس شخص کا قرض میرے والد (حضرت زبیرؓ) کے ذمہ ہو۔ مجھ سے وصول کرے۔'' چنانچہ اسی طرح مسلسل چار سال تک حج کے موقع پر اعلان کرتے رہتے۔

۲۲۰۔ حضرت عبداللہ بن سلامۃ (ابو حدرد) رضی اللہ عنہ کے ذمہ ایک یہودی کے ۴ درہم قرض تھا۔ یہودی نے رسول اللہؐ کے حضور دعویٰ کیا۔ تو آپ نے حضرت عبداللہ کو بلا کر فرمایا۔ ''اس کا قرض ادا کر دو۔'' حضرت عبداللہ ہر بار یہی کہتے ''میرے پاس کچھ نہیں۔'' لیکن نبی کریمؐ فرماتے ''اس کا حق ادا کر دو۔'' آخر حضرت عبداللہ بازار گئے اور سر کا عمامہ فروخت کر کے یہودی کا قرض ادا کیا۔ (اصابہ ج ۴ ص ۵۵)

۲۲۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ذمے ایک شخص کے چند درہم قرض تھے۔ اس زمانہ کے سکوں میں اصل زر کا فرق (۱) ہوتا تھا۔ حضرت عبداللہ نے خالص سکے قرض خواہ کو پیش کیے۔ تو اس نے کہا میرے وہ درہم تو اس سے کچھ گھٹیا تھے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا ''لیکن میں یہی چاہتا ہوں کہ ان سے بہتر درہم ادا کروں۔''

۱۔ اس وقت موجودہ ٹکسالیں نہ تھیں بلکہ وہی عام طرز کے مطابق دھات لی۔ اس کی ٹکیا گھڑ لی اور ضرب مروجہ اس پر لگا دی۔ اس لیے وزن میں کمی بیشی ہو جاتی۔ دھات میں بھی کبھی کبھی فرق ہو جاتا۔ مثلاً ڈبلی (پانسے کا سونا) اور روپے کا سونا۔ اسی طرح چاندی میں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسب

اپنی روزی کے لیے خود کمانا نبیوں کا شیوہ ہے اور کسی پیغمبر نے دوسروں کے مال پر نظر نہیں ڈالی۔ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے سے مختلف قسم کی چیزیں بناتے اور اپنی بسر اوقات کرتے۔

ولقد اتینا داؤد منا فضلا یاجبال اوبی معه والطیر والناله الحدیدo ان اعمل سابغات وقدر فی السرد واعملوا صالحا انی بما تحملون بصیرo (۳۴:۱۰۔۱۱)

اور بالتحقیق ہم نے (حضرت) داؤد کو اپنے فضلِ خاص سے نوازا۔ پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا کہ تم بھی داؤد کے ساتھ ہماری تسبیح میں شرکت کرو۔ ہم نے حضرت داؤد کے لیے لوہا نرم کر دیا کہ اس سے زرہیں بناؤ! جن کے حلقے ایک خاص مناسبت میں رہیں۔ اور اے داؤد۔ نیک کاموں میں رغبت رکھو۔ میں تمہارے اعمال کا نگراں ہوں!

کسب حلال کی ترغیب میں نماز جمعہ کے عملوں کے بعد فرمایا:

..... فاذا قضیت الصلوة فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل الله واذکرو الله کثیرا لعلکم تفلحونo (۶۲:۱)

(اے مومنو! نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد اپنی اپنی روزی تلاش کرنے کے لیے دوڑ دھوپ شروع کر دو اور اللہ تعالیٰ سے رزق (حلال) کی طلب کرو۔ اللہ کا ذکر اس حال میں بھی کرتے رہو۔ تاکہ تم کامیاب رہو!

اور تلاش معاش کا عام حکم فرمایا:

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم (۲:۱۹۸)

اپنی روزی تلاش کرنے میں تم پر کوئی جرح نہیں یہ تو اللہ کا فضل ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ پھر فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے رات کو تمہارے آرام کرنے کا ذریعہ بنا دیا۔ اسی طرح دن کو تمہاری طلب معاش کا سبب قرار دیا:

وجعلنا الیل لباسا ○ وجعلنا النھار معاشا ○ (۷۸: ۱۰۔۱۱) ہم نے شب کو تمہاری خاطر آرام وسکون کا سبب بنادیا اور دن کو روزی تلاش کرنے کا ذریعہ۔

چنانچہ:

۲۲۲۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے تذکرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سب سے بہتر کمائی اپنے ہاتھ سے کمانا ہے۔ جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام خود محنت کر کے اپنی روزی حاصل کرتے۔''

۲۲۳۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی اونٹنیوں کو خود چارہ ڈالتے اور خود آٹا گھول کر پلاتے اور ایک روز جب کسبِ معیشت کی وجہ سے ایک یہودی کے باغ میں مزدوری کے لیے تشریف لے گئے۔ کنوئیں سے پانی کھینچنا تھا۔ فی ڈول ایک کھجور اجرت مقرر ہوئی۔ آپ نے پانی کے ۱۷ ڈول کھینچے اور سترہ کھجوریں اس سے حاصل کیں۔

۲۲۴۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی جناب اسماء کی شادی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم (صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہوئی۔ مگر اس وقت حضرت زبیر اس قدر مفلس تھے کہ ایک گھوڑے کے سوا گھر میں اور کوئی جائیداد نہ تھی۔ نیز حضرت اسماء خود نقاب اوڑھ کر جنگل میں گھاس کاٹنے کے لیے تشریف لے جاتیں۔

۲۲۵۔ کچھ عرصہ بعد رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حسنِ خدمات کے بالعوض آپ کو ایک جاگیر عنایت فرمائی۔ یہ جاگیر شہر (مدینہ منورہ) سے ۳ فرسخ (ایک میل [۱]) پر تھی۔ بی بی اسماء ہر روز جاگیر میں تشریف لے جاتیں اور کھجور کی گٹھلیاں سر پر اٹھا کر لاتیں۔ یہ اونٹ کی غذا تھی۔ خود انہیں کوٹ پیٹ کر راتب بناتیں اور اونٹنی کو کھلاتیں۔

۲۲۶۔ حضرت اسماء کے کسبِ معیشت کا تذکرہ کہاں تک کیجیے۔ آپ اس امارت پر بھی خانہ داری کے تمام کام سرانجام دیتیں۔ خود ہی پانی بھرتیں۔ گھر کے پھٹے پرانے کپڑے اور مشکیزے خود ہی سی لیتیں۔

۱۔ فرسخ کی ایک پیمائش نہیں۔ اس وقت اہل مدینہ کے ہاں ۳ فرسخ کا ایک میل ہوتا۔ ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۲۷۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہونے سے قبل پارچہ فروشی سے بسر اوقات کرتے۔ مگر جس روز آپ خلیفہ مقرر ہوئے۔ اس روز سے معمولی وظیفہ بیت المال سے مقرر ہوگیا آخر خلافت کا انصرام یہ فرصت کہاں دے سکتا تھا کہ طلب معاش میں بھی سرگرداں رہیں اور اتنی بڑی ریاست کا کام بھی سرانجام دیں۔

۲۲۸۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مہاجر ہیں۔ مدینہ منورہ پہنچے تو دوسرے مہاجرین کی طرح بالکل تہی دست تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں مواخات (بھائی چارہ) قائم کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت سعد بن ربیع (انصاری) کو بھائی بھائی بنایا۔ جناب سعدؓ آپ کو اپنے دولت خانہ پر لے گئے گھر کا مال واسباب دکھا کر فرمایا۔ ''اب تم میرے بھائی ہو۔ اس مال میں سے نصف مال آپ کا ہے۔ اسے اپنے قبضہ میں کیجیے۔'' حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا ''مجھے اسلام لانے کے بعد ایسے مال کی تمنا نہیں۔ آپ مجھے منڈی کا راستہ بتا دیجیے۔'' حضرت سعد نے انہیں بازارِ قینقاع کی راہ پر ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰن پر رزق کی راہیں اس قدر فراخ کر دیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں میں کھیلنے لگے۔

۲۲۹۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی تجارت کا مرکز ایران تھا۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ریشمی جبہ عنایت فرمایا۔ تو انہوں نے اس لیے لینے سے انکار کر دیا کہ ''ریشم کا استعمال مردوں کے لیے حرام ہے۔'' مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''میں یہ کب کہتا ہوں کہ اسے خود پہنو۔ بلکہ اسے ایران بھیج دو۔ تمہیں اس کی قیمت حاصل ہو جائے گی!'' اور حضرت عمرؓ نے ایسا ہی کیا۔

۲۳۰۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہی منشا تھا کہ مسلمان کسبِ ذاتی سے روزی حاصل کریں۔ آپ نے زراعت کے علاوہ سوداگری پر بھی اصحاب کو متوجہ فرمایا۔ عرب میں تجارت ہی ذریعہ معیشت تھی اور زمین بہت کم مقدار میں قابلِ کاشت تھی۔ آج تک یہی حالت ہے۔ قرآن مجید نے عرب کی جغرافیائی حالت کا تذکرہ ''واد غیر ذی زرع'' (۱۴:۴۰) (ناقابل کاشت زمین) سے فرمایا: بدین سبب:

۲۳۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر (مدینہ منورہ) میں نئی منڈیاں قائم کیں اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں آنے والے سامانوں سے محصول معاف فرمادیا۔ تاکہ ملکی تجارت کو فروغ حاصل ہو۔ آپ نے امت کے لیے اموالِ تجارت میں نفع و برکت کی دعا فرمائی۔ جو مقبول ہوئی۔ (وہ دعا یہ ہے) ''اللھم بارک لامتی فی بکورھا.'' (بارِ خدایا میری امت جو صبح کے تڑکے تجارت کے لیے گھروں سے نکلے۔ ان کی تجارت میں برکت و یمن عطا فرمائیو)

اصحابِ رسولؐ ان منڈیوں سے سامان خرید کر بیرونی ممالک میں بھیجتے۔ ازاں جملہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا سامان بصرہ لے جاتے۔ حضرت صخر (صحابی) رضی اللہ عنہ بھی بیرونی ملکوں میں تجارت کرتے۔ حضرت عطارد تیمی رضی اللہ عنہ صرف بادشاہوں کے درباروں میں ان کے شایانِ شان سامان لے جاتے۔

۲۳۲۔ صنعت و حرفت

حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح اکثر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم صنعت و حرفت سے روزی حاصل کرتے۔ ازاں جملہ:

۲۳۳۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ لوہار کا کام کرتے۔

۲۳۴۔ حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر تھے۔ مگر بیت المال سے کچھ نہ لیتے اور چٹائی بنا کر روٹی حاصل کرتے۔

۲۳۵۔ آخری مثال

ہادیٔ عالمیاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اپنے ہاتھ سے روزی کمانے والوں کی برتری اس سے زیادہ کوئی دوسرا کیا پیش کر سکتا ہے!

''ایک صحابی کے ہاتھوں پر سیاہی چھائی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا ''کیا تمہارے ہاتھوں پر کچھ لکھا ہوا ہے؟'' اس نے عرض کیا ''نہیں یا رسول اللہ! میں پتھر پر گیندارا چلاتا ہوں اور اس سے اپنے اہل و عیال کے لیے روزی پیدا کرتا ہوں۔ یہ سیاہی اسی گیندارا کی ہے۔''

یہ سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے ہاتھ چوم لیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد میں "الید العلیا خیر من الید السفلی" مذکور ہے۔ (کہ خیرات کرنے والا ہاتھ بہتر ہے خیرات قبول کرنے والے ہاتھ سے) اور واقعی وہ ہاتھ بہتر ہے اس ہاتھ سے۔ یہ جملہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے مگر ۔۔۔۔ خاتم الرسلؐ کا ایسے مزدور کے ہاتھ کو چوم لینا۔ جس کی ہتھیلی پتھر توڑنے کے گیندرے سے کالی پڑ گئی ہو' کہیں زیادہ قابلِ غور ہے لفظی طور پر مزدوروں کی حمایت کر کے انہیں توڑ پھوڑ پر مائل کرنے والے حضرات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دادِ محنت پر کیا فرمائیں گے۔

سلام

سلام ایک تحفہ ہے جو ملاقات اور رخصت دونوں موقعوں کے لیے ہے اور ہر قوم و ملت میں اس کا رواج ہے۔ لیکن سب قوموں کے عنوانِ سلام ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ قرآنِ مجید نے اس تحفہ کو الفاظ و معنیٰ دونوں میں وہ جلا بخشی کہ کسی قوم کا سلام اس کی برابری نہ کر سکا۔ "السلام علیکم!" "تم سلامت رہو! کتنے جامع الفاظ ہیں! سننے والا اپنے متعلق یہ کلمہ سن کر خوش ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات صدیوں کے پشتینی' گلے' شکوے صرف "السلام علیکم" کی گونج مین دب کر دلی صفائی کرا دیتے ہیں۔

و اذا جاءک الذین یؤمنون بایتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علی نفسه الرحمة (۶ : ۵۴)	اے نبیؐ! جب آپ کی خدمت میں اہل ایمان حاضر ہوں۔ تو انہیں "السلام علیکم" کہیئے اللہ تعالیٰ نے رحمت کرنا اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ (السلام علیکم باعثِ رحمت ہے)

"السلام علیکم" کا جواب "وعلیکم السلام" ہے۔ لیکن جو شخص اس کے ساتھ کچھ اور دعائیہ الفاظ بڑھا دے۔ اس کے لیے اور بہتر ہے۔ (فرمایا)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا اوردوھا. (۸۸:۴)

(اے مومنو) جب ایک دوسرے کو ہدیہ دو۔ (اور معاوضہ کی صورت ہو) تو تمہارا ہدیہ اس کے ہدیہ سے بہتر ہو۔ ورنہ اس کی مقدار کے مطابق تو ضرور ہونا چاہیے۔

۲۳۶۔ فخر دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ "السلام علیکم" کہنے میں مسابقت کیا کرو!

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹے بچوں کے پاس سے گزرتے تو ان کو بھی "السلام علیکم" کہتے (۱) اور فرماتے کہ جس شخص نے ایک دن میں بیس (۲) آدمیوں کو السلام علیکم کہا اور اسی روز اس کی وفات ہوگئی۔ تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ یہ بھی فرمایا کہ "سواری پر چلنے والا پیدل کو اور پیدل شخص بیٹھے ہوئے کو پہلے سلام کہے!"

السلام علیکم کے ساتھ کچھ اور کلمے

۲۳۷۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک صاحب آئے اور انہوں نے "السلام علیکم" کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس شخص نے دس نیکی کا ثواب حاصل کیا"۔۔۔ پھر دوسرے صاحب آئے اور انہوں نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس نے بیس نیکی کا اجر لیا!" کیونکہ انہوں نے "رحمۃ اللہ" کا اضافہ کر لیا تھا۔ تیسرے صاحب آئے۔ انہوں نے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔" کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے تیس نیکی کا ثواب ملا۔ کیونکہ انہوں نے ایک جملہ اور بڑھالیا تھا۔ چوتھے صاحب آئے۔ انہوں نے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ" کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انہوں نے چالیس نیکیاں حاصل کیں۔" کیونکہ انہوں نے تیسرے صاحب سے بھی ایک جملہ کا اضافہ فرمالیا تھا۔ گویا یہ بھی دوستوں کے لیے دعائیہ تحفے ہیں۔ جن کے معاوضہ میں وہ بھی آپ سے "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ" کہیں گے (تم پر سلامتی رہے، تم اللہ کی رحمتوں سے مالا مال رہو۔ اس کریم کی برکتیں تم پر وارد ہوں اور اللہ تمہارے گناہ معاف فرمادے) ذرا سی دعا و سلام

۱۔ صحیح بخاری ۲۔ طبرانی کبیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ایک دوسرے نے کتنے اچھے تحفے پیش کیےاور کتنے اچھے ہدیے اسے ملے!

۲۳۸۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اونٹ پر تشریف لے جا رہے تھے جو شخص راہ میں ملتا آپ اسے ''السلام علیکم'' کہتے۔کوئی جواب میں بڑھا کر''ورحمۃ اللہ'' شامل کر دیتا۔کوئی ذرا اور اضافہ کرتا ہوا''وبرکاتہ'' ملا دیتا۔حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا''یہ لوگ ہم سے بڑھ گئے ہیں!''

۲۳۹۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بازار میں تشریف لے جاتے۔ہر دوکاندار، راہ گزر، امیر وغریب سے''السلام علیکم'' کہتے مگر سودا سلف نہ خریدتے ایک مرتبہ حضرت ابوالطفیل (صحابی) ان کے ہمراہ تھے۔وہ بڑے پریشان ہوئے۔آخر گھبرا کر کہا۔''عبداللہ! آپ نے تمام بازار کا چکر لگایا مگر نہ تو کسی دوکان پر ٹھہرے نہ کسی جنس کی طرف دیکھا۔نہ کسی شے کا نرخ دریافت کیا۔آخر یہ راز کیا ہے؟ آپ نے فرمایا''بھائی! میں تو صرف''سلام'' کہنے کے ثواب کا سودا کرنے آیا تھا اور یہ نفع میں نے خوب کما لیا۔''

قرآنی زندگی میں''سلام'' کی اس قدر اہمیت ہے کہ اپنے یا کسی اور کے گھر جایئے تو پہلے''السلام علیکم'' کہیے۔

فاذادخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحیة من عندالله مبارکة طیبة کذالک یبین الله لکم الایات لعلکم تعقلونo (۲۴:۶۱)

جب بھی تم کسی گھر میں جاؤ تو''السلام علیکم'' کہہ لو! یہ اللہ کی طرف سے تحفہ ہے۔بابرکت اور پاکیزہ تحفہ! اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں وضاحت سے بیان فرماتا ہے تاکہ تم لوگ سمجھ بوجھ سے رہو سہو!

۲۴۰۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ حال تھا۔کہ دو شخصوں کے درمیان اگر درخت بھی حائل ہو جاتا تو دوبارہ سامنا ہونے پر پھر سلام کہتے۔

۲۴۱۔حضرت انسؓ بن مالک چھوٹے بچوں کے پاس سے گزرے تو انہیں''سلام'' کہہ کر فرمایا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح چھوٹے بچوں کو سلام کہہ کر ان کے پاس سے گزرتے۔''

میل جول کے یہ طریقے باہمی محبت واتحاد کے لیے کس قدر مفید ہیں!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدابِ مجلس

شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام نشست و برخاست اور مجلسی آداب (بہرقسم) ایسی جامعیت سے ذکر فرما دیئے کہ ہمیں کسی غیر کی تہذیب و معاشرت کی طرف نظر اٹھانے کی ضرورت باقی نہ رہنے دی۔ مجلس میں بیٹھنے اور برتنے کے آداب میں سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ دوسرے شریکِ مجلس کے حقوق نشست و برخاست کی رعایت بھی ملحوظ رہے۔

یاایھا الذین امنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجلس فافسحوا یفسح اللہ لکم واذا قیل انشزوا فانشزوا یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوالعلم درجات واللہ بما تعملون خبیرo (۵۸:۱۱)

اے مومنو! جب تم سے کسی مجلس کے اندر بعد میں آنے والے کے لیے جگہ دینے کا اشارہ کیا جائے تو فوراً اس (آنے والے) کے لیے جگہ نکالو۔ اور جب مجلس کا مالک تم سے یہ کہے کہ اب مجلس برخواست کی جائے تو بلا مضائقہ تعمیل کرو۔ دوسروں کی وسعت میں خود تمہارے لیے وسعتِ رزق اور دوسرے امور میں وسعت ہے۔ (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں) مومنین اور اہل علم کے لیے بلند درجات ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی حقیقت سے باخبر ہے۔

۲۴۲۔ اس آیۂ مبارکہ کا محلِ نزول

اہلِ بدر (اور اصحاب بدر وہ بہترین صحابہ ہیں جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور جن کے مرتبے دوسرے صحابہ سے کہیں زیادہ ہیں) ان میں سے کچھ حضرات تشریف لائے۔ صحابہ کی مجلس منعقد تھی۔ ان لوگوں نے آنے والوں کے لیے مجلس میں بیٹھنے کے لیے جگہ نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنائی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی (اسی مجلس) میں تشریف فرماتھے ۔ آپ کو یہ ناگوار معلوم ہوا اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (جامع البیان ص ۲۶۲)

اسی طرح آیۂ مبارکہ (مذکورۃ الصدر) میں جو مجلس برخاست کرنے پر خوشی سے اٹھ کر چلے جانے کا ارشاد ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے رفع درجات کی بشارت ارشاد فرمائی ہے۔ یوں بھی کسی کے ہاں کب تک مجلس آرائی فرماتے رہیے گا ۔ آخر مالکِ مجلس کے اور کام بھی ہوں گے وہ کب تک دوستوں کے ساتھ پاؤں توڑ کر ایک جگہ بیٹھا رہے اور اپنے ضروری کاموں کو اہلِ محفل کی نذر کر دے ۔ قرآن مجید انسانی دستورِ حیات بھی ہے ۔ اس نے مجلس کے پورے قواعد و آداب بیان فرما دیئے ۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدابِ مجلس میں یہ ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ضرورت کے لیے مجلس سے اٹھے اور اسے واپس آنا ہو تو دوسرا شخص اس کی جگہ پر نہ بیٹھے ۔ (صحیح مسلم)

(۲) دو شخصوں کے درمیان خواہ مخواہ مجلس میں بیٹھنا یہ بھی آداب کے خلاف ہے ۔ (ترمذی)

(۳) مجلس میں بعد میں آنا اور مجلس کے وسط میں جا بیٹھنا یہ بھی مجلسی طریقہ کے منافی ہے ۔ (ابوداؤد)

خوش کلامی

خوش کلامی گویا سحر حلال (ایسا جادو ہے جو جائز ہو) ہے ۔ جس سے بات کی اپنا بن گیا ۔ حضرات انبیاء علیہم السلام میں یہ صفت معجزہ کی حد تک تھی کیونکہ تبلیغ کی پذیرائی کے لیے سب سے پہلی تاثیر مبلغ کے کلام ہی میں ہے :

فبما رحمة من الله لنت لهم. (۳:۱۵۹)	اللہ تعالیٰ کی رحمت نے (اے نبی) آپ کو امت کے لیے نرم دل بنا دیا ۔

جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قرآنی سراپا کے بعد عام ارشاد ہے ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقولوا للناس حسنا. (۲:۸۳) اے مومنو! ہر ایک سے خوش کلامی کے ساتھ پیش آؤ۔

۲۴۳۔ چنانچہ حضرت نبی کریمؐ (فداہ ابی وامی) کے حضور ایک صاحب نے عرض کیا۔ ''اے خدا کے سچے رسولؐ! فلاں صاحب نماز و روزہ اور صدقہ و خیرات کے تو کثرت سے عامل ہیں۔ مگر ان کے ہمسائے ان کی زبان درازی سے تکلیف میں رہتے ہیں!'' سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا ''وہ شخص دوزخ کا کندہ ہے۔''

پھر اسی (شخص) نے عرض کیا ''اے خدا کے برگزیدہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ایک بی بی ہیں جو نماز و روزہ اور صدقہ و خیرات تو واجبی طور پر ادا کرتی ہیں مگر ان کے ہمسائے ان سے بہت خوش ہیں؟'' رسول کریمؐ نے فرمایا ''یہ خوش نصیب جنت میں جائے گی!''

۲۴۴۔ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت کم سخن تھے۔ ایک بار انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ''اے خدا کے سچے نبی! مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو میرے لیے بہتر ہو؟'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اے حارث! اسے قابو میں رکھو۔''

شکریہ

کسی کے احسان کا اعتراف قول سے یا عمل کے ذریعہ ادا کرنا شکریہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے احسان کرنے والا کس قدر خوش ہوگا۔ اس میں اگر وسعت ہے تو وہ پھر احسان کرے گا اور اگر آپ اس مرتبہ بھی اس کا شکر ادا کریں گے تو وہ سمجھے گا کتنا شریف اور بھلا آدمی ہے۔ میری خوش کلامی یا کچھ دینے پر ایسے الفاظ سے میرا ذکر کرتا ہے کہ جی چاہتا ہے جو کچھ میرے پاس ہے سب اسے ہی سونپ دوں۔ شکریہ کے معاملہ میں یہی انداز رب العالمین کا ہے۔ فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لا زیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدیدo (۱۴:۷)

خدا تعالیٰ نے پہلے سے اعلان فرما رکھا ہے کہ اگر تم ادائے شکر کرو گے تو میں احسان اور بخشش میں اور اضافہ کرتا جاؤں گا۔ لیکن اگر تم نے کفرانِ نعمت دکھایا (تو پھر میرا تمہارا کوئی واسطہ نہیں) میرا عذاب سخت ہے۔

ظاہر ہے کہ جس پر خدا کا عذاب وارد ہو اس کے پاس مال و دولت بھی سہی۔ مگر وہ اس سے کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکا۔ خدا تعالیٰ کا عذاب قہر و غضب ہی نہیں کہ ذرا دیر میں کسی کو تہس نہس کر کے رکھ دے۔ ناشکر گزاری پر یہی عذاب کیا کم ہے کہ سب کچھ ہے مگر اکارت! اب اس کی تفصیل کیا کیجئے۔ بے برکتی سے کم عذاب کیا ہو گا!

اس کی نعمتوں پر توجہ کیجئے۔ ایک سے ایک انوکھی' رنگت' ذائقہ' خوشبو اور منفعت ہر ایک کی جدا جدا! ان نعمتوں میں صرف دودھ کی قدر و منزلت کا یہ عالم ہے کہ تمام کرہ ارض پر یکساں ہر ایک قوم اور ملک کے نزدیک بہتر اور پسندیدہ ہے لیکن دودھ کے حاصل ہونے کی راہوں پر غور کیجئے تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اگر صرف اس ایک نعمت پر اللہ کا ہر وقت شکر یہ ادا کرتے رہیئے تو کم ہے۔

وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربینo (۱۶:۶۶)

بلاشبہ ان مویشیوں کے معاملہ میں بھی تمہارے لیے ہماری ربوبیت کا بڑا سبق ہے انہی (مویشیوں) کے شکم سے ان کے خون اور لید میں سے ہم نے دودھ جیسی نفیس شے تمہارے لیے مہیا کر دی۔ جسے تم نہایت آسانی (اور خوشدلی) سے پی جاتے ہو۔

آیتِ مذکورہ سورۂ نحل (۱۴ویں پارہ) کی ہے۔ جس کے پہلے اور بعد میں کئی اور آیتیں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اسی قسم کے انعامات کے تذکرہ میں ارشاد فرمائیں۔ جن میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے صرف ایک آیت پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

آج تو انسان اپنے تناسبِ اعضا کے لیے ایسے نظریے پیش کر رہا ہے جن سے بعض اوقات اسے یہاں تک ثابت کرنا مطلوب ہوتا ہے کہ اس کا یہ وجود مادے تک کا محتاج نہ تھا۔ بلکہ مادہ مجبور تھا کہ اپنا ایک حصہ حضرت انسان کے وجود کی خاطر اس کی نذر کرتا!

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

ایسا ہی ہوگا! مگر ؎

آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا

الغرض۔ فرمایا:

والله اخرجكم من بطون امهاتكم لاتعلمون شيئا وجعل لكم السمع والابصار والافئدة لعلكم تشكرون. (۱۶:۷۸)

اور خداوند عالم ہی نے تمہیں تمہاری ماؤں کے شکم سے پیدا کیا۔ تمہیں تو اس وقت وہ حالت یاد تک نہیں اور تمہارے سننے کے لیے کان دیکھنے کے لیے آنکھیں اور سوچنے کے لیے دل بنایا تاکہ تم اس کا شکریہ ادا کرو۔

ان نعمتوں کے عوضانہ میں خدائے دوجہاں نے ہم سے کیا طلب فرمایا ہے:

يايها الذين امنوا كلوا من طيبات مارزقنكم واشكروا لله ان كنتم اياه تعبدونo

اے مومنو! ہماری پاکیزہ نعمتیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اگر تم اسی کے عبادت گزار ہو۔

واقعات سے ثبوت

۲۴۵۔ غزوۂ تبوک میں فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفیرِ عام کا فرمان صادر فرمایا مگر تیس ہزار فوج کے لیے صرف دس ہزار سواریوں کا انتظام تھا۔ بایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی ذمہ داری اپنے سر نہ لی۔ منافقین پیچھے رہ گئے۔ ان کی دیکھا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھی۔ ۸۰۔۹۰ کے قریب مسلمان بھی کسی نہ کسی عذر کی بنا پر نہ جا سکے۔ تبوک میں لڑائی کی نوبت تو نہ آئی تاہم سفر طویل تھا۔ صرف مورچہ ہی پر بیس روز رہنا پڑا اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

سید کونین صلوات اللہ علیہ مدینہ واپس تشریف لے آئے اور جو لوگ شرکت نہ کر سکے ایک ایک کی طلبی ہوئی۔ مگر تین حضرات کے سوا ہر ایک نے کچھ نہ کچھ جھوٹا عذر پیش کر دیا۔ جسے رسول اللہ تسلیم کرتے گئے۔ لیکن تین حضرات نے صاف کہہ دیا کہ ہم کسی طرح مجبور و معذور نہ تھے۔ آج کل کرتے کراتے آخر ہم بچھڑ ہی گئے۔ ان میں ایک صادق القول حضرت کعب بن مالکؓ بھی تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا کیونکہ انکارِ حکم بہت بڑا جرم تھا اور رسول اللہؐ از خود سزاؤں کے معاملہ میں سدا کے نرم۔ ان ہر سہ اصحاب کے لیے دنیا اس قدر تنگ ہوتی گئی کہ آخر ان کا معاشرتی مقاطعہ تک کر دیا گیا۔ لیکن رحمتِ الٰہی جوش میں آئی اور ان کی صداقت کی وجہ سے ان کا قصور معاف کر دیا گیا۔ قرآن مجید (سورۂ توبہ) میں یہ واقعہ منقول ہے۔

ان حضرات نے اپنی بریت کی کس قدر خوشی منائی۔ جس شخص نے سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک کو یہ خوشخبری سنائی۔ آپ نے تہ بند کے سوا بدن کے باقی دونوں کپڑے خوشی میں ان کو پیش کر دیئے اور ان سے پہلے خدا کے حضور سجدہ میں گر پڑے یہ سجدۂ شکر تھا۔

۲۴۶۔ حضرت کعب بنؓ مالک رضی اللہ عنہ نے اسی پر اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی عرض کیا کہ میں اس عفو کے شکریہ میں اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں صرف کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ''اپنے اہلِ و عیال کے لیے بھی کچھ رہنے دو۔ اور کچھ مسکینوں کو دے دو۔'' پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

۲۴۷۔ اسی طرح مسلیمۂ کذاب مدعیِ نبوت کے قتل ہونے کی خبر آئی تو خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ (۱)

۲۴۸۔ اسی طرح ایک ملعون خارجی کے قتل کی بشارت آئی تو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خدا کے حضور سجدۂ شکر ادا کیا۔

۱۔ زادالمعاد ج ۲ ص ۲۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۴۹۔اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبرئیل امین نے یہ بشارت عرض کی کہ جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود و صلوٰۃ بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔ رسول اللہ نے اپنی امت پر انعام کی بشارت سن کر سجدۂ شکر ادا فرمایا۔

۲۵۰۔اسی طرح جب رسول اللہ کو ایک لشکر کی فتح کی بشارت آئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر ادا کیا۔ (۱)

۲۵۱۔اسی طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قبیلہ ہمدان کی طرف تبلیغ کے لیے بھیجا اور ہمدانیوں کے لیے استقامت کی دعا مانگی۔

ایک داعی الی الحق کے لیے اس سے زیادہ خوشی کا اور کون سا موقعہ ہو سکتا ہے کہ اس کی دعوت مقبول ہو۔

۲۵۲۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ''میں نے یتیمی میں پرورش حاصل کی۔ مسکینی میں ہجرت کی۔ غزوان کی بیٹی کے ہاں روٹیوں پر ملازم تھا۔ جب وہ لوگ کسی منزل پر اترتے تو میں ان کے لیے لکڑیاں چن کر لاتا۔ اور جب (وہ) سوار ہو کر چلتے تو میں اونٹوں کی حدی خوانی کرتا لیکن خدا کا شکر ہے کہ

''آج مذہب نے قوت حاصل کر لی ہے اور ابو ہریرہ امام بن گیا ہے۔''

معمولی چیزوں پر ادائے شکر

۲۵۳۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہاں کچھ مہمان آ گئے۔ آپ نے اپنے گھر سے کھانا منگایا۔ تو ان کی والدہ نے تین روٹیاں اور روغنِ زیتون بھیجا۔ دستر خوان چنا گیا۔ تو حضرت ابو ہریرہ نے بآواز بلند تکبیر پکاری اور کہا: ''اس خدا کا شکر ہے جس نے روٹی سے ہمارا شکم بھرا حالانکہ اس سے پہلے ہماری غذا میں کھجور اور پانی کے سوا کچھ نہ تھا!''

۲۵۴۔حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کھانا کھاتے تو کہتے: ''اس خدا کا شکر ہے جو ہمارا کفیل ہوا اور ہمارے رزق میں وسعت بخشی۔''

۲۵۵۔حضرت عمر نے ایک مرتبہ نیا کپڑا زیب تن فرمایا تو کہا ''میں خدا کا شکر گزار

۱۔ زاد المعاد ج ۲ ص ۳۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں جس نے مجھ کو وہ لباس عنایت فرمایا جس سے میں اپنی عریانی چھپاتا ہوں اور زندگی میں زینت حاصل کرتا ہوں۔"

ایمان اور شکریہ دونوں کا معاوضہ

جس شخص میں ایمان اور شکر باری تعالیٰ یک جا ہو گئے۔ اس مومن کی دنیا سنور گئی اور عاقبت نورٌ علیٰ نور ہو گئی۔ لیکن ایمان وہ ایمان ہو جس میں شرک کی ملونی نہ ہو اور شکر ایسا شکر ہو جو انسان کے روئیں روئیں سے ادا ہونے لگے۔ یعنی اس کی زندگی کا ہر ایک قدم قرآنی ہدایت کے مطابق اُٹھے۔ وہ جب تک زندہ رہے خود کو قرآن مجید کے ماتحت سمجھے۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مایفعل اللہ بعذا بکم ان شکرتم وامنتم وکان اللہ شاکراً علیما ٥ (۱۴۷:۴)	اللہ تعالیٰ کو تمہیں عذاب میں مبتلا کرنے کی کیا پڑی ہے۔ اگر تم ادائے شکر کرو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تعالیٰ قدر دان اور صاحبِ علم ہے۔

۲۵۶۔ اور قرآن مجید کے اس حکم میں ایک دوسرے کے احسان کا شکریہ ادا کرنا بھی شامل ہے۔ رسول اللہ فرماتے ہیں:

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ.	جس نے مخلوق کے احسان کا شکر ادا نہ کیا اسے اللہ پاک کا شکریہ ادا کرنے کی توفیق بھی ہونے سے رہی۔

صداقت

جو کچھ دل میں ہے۔ وہی زبان پر آئے۔ تو عینِ صداقت ہے اور کون سا دل ہے جو اس حقیقت سے بے خبر ہے۔ لیکن بعض لوگ طمع میں دل کی بات زبان پر لانے سے کتراتے ہیں اور حقیقت سے انکار کر کے دوسروں کو دھوکے میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے صداقت جیسے گوہر بے بہا کی تعریف مختلف الفاظ سے فرمائی پہلے تو اللہ تعالیٰ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے خود اپنے صدقِ مقال کو دہرایا۔

ومن اصدق من الله قیلا. (۴:۱۲۲) اللہ سے زیادہ صدق کلام اور کس میں ہے!

پھر انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم کی صداقت کا سراپا بیان فرمایا:

۲۵۷۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں ارشاد ہوا:

واذکر فی الکتاب ابراھیم انه کان صدیقا نبیا. (۱۹:۴۱) اور الکتاب (قرآن) میں حضرت ابراہیمؑ کے واقعات پڑھو۔ وہ سراپا صداقت اور خدا کے سچے نبی تھے۔

۲۵۸۔ پھر حضرت ادریس صلوات اللہ علیہ کے تذکرہ میں فرمایا:

واذکر فی الکتاب ادریس انه کان صدیقا نبیا. (۱۹:۵۶) اور الکتاب (قرآن) میں حضرت ادریس کے احوال پر بھی غور کرو، وہ صداقت کے مجسمہ اور اللہ کے صادق نبی تھے۔

۲۵۹۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ جناب مریمؑ کے صدق میں فرمایا:

وامه صدیقة (۵:۷۵) حضرت عیسیٰؑ کی ماں بھی سراپا صداقت تھیں۔

۲۶۰۔ پھر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مناقب میں ارشاد ہوا:

یوسف ایھا الصدیق (۱۲:۴۶) یوسف! اے سراپائے صداقت!

۲۶۱۔ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ان کے والدِ گرامی جناب ابراہیم صلوٰت اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ایک نہایت عزیز دولت کی قربانی کا خواستگار ہے اور یہ دولت شاید تم ہی ہو؟ جناب اسماعیل نے فوراً عرض کیا:

یابت افعل ماتؤمر ستجدنی انشاء الله من الصبرین.O (۳۷:۱۰۲) اے میرے باپ! خدا تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل میں کوتاہی نہ فرمایئے۔ انشاء اللہ میں تو سب کچھ برداشت کرلوں گا۔

باپ نے اپنے لختِ جگر کے گلے پر چھری رکھ دی۔ مگر حضرت اسماعیلؑ نے اُف تک نہ کی۔ جناب اسماعیلؑ کی صداقت سراہتے ہوئے قرآن فرماتا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واذکر فی الکتاب اسماعیل انه کان صادق الوعدO (۱۹:۱۰۲)	اور الکتاب (قرآن) میں حضرت اسماعیل کا واقعہ دوہراؤ۔ بے شبہ وہ صدق ہی صدق تھے۔

۲۶۲۔ پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقِ مقال کی حکایت سنئیے!

صدق الله ورسوله (۳۳:۲۲)	اللہ اور اس کے رسول دونوں نے سچ فرمایا:

اسی تعلیم کے مطابق خواص وعوام ہر دو قسم کے لوگوں کی صداقت پر قرآن مجید نے انہیں متقی کا خطاب دیا گیا۔

والذی جآء بالصدق وصدق به اولٰئک هم المتقونO لهم مایشاء ون عند ربهم ذلک جزاء المحسنینO (۳۹:۳۴)	اور جو بھی اپنے دامن میں سچائی لے کر نکلا۔ پھر اس سچائی کی خود اس نے اپنے عمل وکردار سے تصدیق بھی کی۔ ایسے لوگ متقی ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کی ہر ایک خواہش پوری ہوگی۔ یہ معاوضہ ہے محسنوں کا!

حتیٰ کہ ان لوگوں کی تائید ونصرت ہر مومن پر واجب ہے۔

یاایها الذین امنوا اتقواالله وکونوا مع الصدقین O (۹:۱۱۹)	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور صادقین کی نصرت کرتے رہو۔

یہ صادقین انبیائے کرام اور ان کے پیروکار ہیں اور صداقت وہ حقیقت ہے جو قرآنِ مجید کی شوشے شوشے سے نمایاں ہے۔

۲۶۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو عامر کا وفد حاضر ہوا' ان کا سردار عامر تھا۔ حقیقت محمد یہ کا یہ پرتو ان سب کے دلوں پر پڑ چکا ہے۔ عامر نے عرض کیا۔ ''انت سیدنا'' (آپ ہمارے آقا ہیں!) رحمت دوعالم نے فرمایا ''السید اللہ'' آقا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ عامر نے عرض کیا ''جناب ہم سب سے افضل اور سب سے زیادہ فیاض ہیں۔'' رسول کریم نے فرمایا:

''اے عامر! جب زبان سے کوئی بات نکالو۔ تو اس کا لحاظ رکھو۔ کہ شیطان تم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو بہکا تو نہیں رہا۔''

عامر بڑا متکبر اور مفسد تھا۔ وہ رسول اللہ کے قتل کے ارادہ سے آیا تھا اور ایمان اس کی قسمت میں نہ تھا۔ بدنصیب کفر ہی میں طاعون سے ہلاک ہو گیا۔

۲۶۶۔ عہد نبوت میں تبوک کا وہ عظیم الشان مرحلہ درپیش آیا کہ نبی کریمؐ نے ہر ایک مومن کو سواری، اسلحہ اور رسد کے ساتھ اسی کی ذمہ داری پر شراکت کا ارشاد فرمایا۔ اصحاب مدینہ میں چند حضرات امروز فردا کرتے کرتے بچھڑ گئے اور خدا کے رسول اپنے ساتھیوں کی فوجِ ظفر موج کے ساتھ مدینہ تشریف لے آئے۔ اب رہ جانے والوں میں سے ہر ایک سے باز پرس فرمائی گئی۔ مگر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اصل صداقت کے جذبہ سے یہ عرض کیا ''یارسول اللہ میرے پاس سواری موجود تھی۔ اسلحہ کی کمی نہ تھی رسد کافی تھی۔ مگر میں اپنی سستی سے آج کل کرتے کرتے بچھڑ گیا اور آج اگر میں مسلمان نہ ہوتا تو اپنی چرب زبانی سے مجھے اپنی بریت میں ذرا بھی مشکل نہ تھی۔ اب اسلام لانے کے بعد صدق مقال کے بغیر کیا چارۂ کار ہوسکتا ہے۔ یارسول اللہؐ! سچ سچ میں نے عرض کر دیا ہے!''

رسول خداؐ نے ان سب پیچھے رہ جانے والوں سے فرمایا ''اچھا! جاؤ! اور خدا کے حکم کا انتظار کرو!'' چند روز بعد آنحضرتؐ نے عام حکم فرما دیا کہ ''ان لوگوں سے کوئی شخص تعلق نہ رکھے۔'' اس پر ان کی بیویوں نے ان کے لیے کھانا پکانے تک سے ہاتھ کھینچ لیا کہ یہ بھی ایک وجہ تعلق ہے۔

آخر حضرت کعب بن مالکؓ کی صداقت بارگاہ ایزدی میں اس قدر مقبول ہوئی کہ ان کی وجہ سے دوسرے خطاکار بھی معاف فرما دیئے گئے۔ (سورۂ توبہ میں پورا واقعہ دیکھئے)

۲۵۶۔ غزوہ حنین میں بے شمار مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرینِ مکہ کی بدحالی کی وجہ سے انہیں زیادہ حصہ عنایت فرما دیا۔ انصارِ مدینہ نے آپس میں گلہ کیا کہ ''ہماری تلواریں جن کے خون سے رنگی ہوئی ہیں۔ رسول اللہ نے ہمارا مالِ غنیمت انہی کو دے ڈالا ہے۔!''

سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ہوا اور تمام انصار کو جمع کر کے واقعہ دریافت فرمایا تو انہوں نے سچ سچ عرض کر دیا کہ ''یارسول اللہؐ! ہم نے ہی یہ الفاظ کہے تھے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(صداقت اسے کہتے ہیں!) یہ سن کر رسول اللہؐ نے ان سے فرمایا کہ ''بے شک ایسا ہی کیا گیا۔ کیونکہ مکہ والے مسلمان غریب الحال تھے۔ میں نے انہیں سہارا دینا چاہا۔ لیکن مجھے انصار سے اس قدر محبت ہے کہ اگر ہجرت کا ثواب نہ ہوتا تو میں مہاجر ہونے کے باوجود خود کو انصار کہلواتا۔''

اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔ ''اے انصار! تم یہ تو بتاؤ کہ اگر دوسرے لوگ اپنے گھروں کی طرف لوٹتے ہوئے دنیا کا مال و دولت ہمراہ لے جائیں اور تم اللہ اور اس کے رسول کو ساتھ لے کر لوٹو! تو دونوں میں سے کون زیادہ خوش نصیب ہے؟ یہ سن کر انصار پر رقت طاری ہوگئی اور سب بیک زبان پکار اٹھے۔۔ ''ہم سے زیادہ خوش نصیب کون ہوسکتا ہے جن کے ساتھ اللہ کا رسول ہوگا!''

۲۶۶۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں ایک ملزمہ کے معاملہ میں صحیح اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے کچھ فیصلہ فرما دیا۔ مگر حضرت علیؓ کو اس ملزمہ کی حالت کا علم تھا۔ آپ نے خلیفۃ المسلمین کو اصل حقیقت سے آگاہ کیا تو حضرت عمر نے باوجود خلیفۂ وقت ہونے کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اطلاع پر ان لفظوں میں اظہارِ صداقت فرمایا:

لولا علی لھلک عمر. اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوگیا ہوتا۔

۲۶۷۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی صداقت

حجاج بن یوسف کی تلوار سے ایک لاکھ بیس ہزار بے گناہ مسلمان قتل ہوئے۔ (مشکوٰۃ شریف) ان میں ایک اہم واقعہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا ہے۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق کے نواسے ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام (حضرت) اسماء ہے۔ یہی خوش نصیب بی بی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا ارشاد ہوا آپ حضرت ابوبکر کے ہاں تشریف لائے اور یہیں سے ہجرت کے سامان تیار ہونے لگے۔ اللہ رے فخرِ دو عالم کا سامانِ سفر! ایک سانڈنی اور ایک تھیلی جس میں تھوڑے سے ستو ہیں اور بس۔

غماز بن نہ جائے کہیں اشک چشم یاس
کیوں پوچھتے ہیں لوگ تجھے کیا عطا ہوا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس تھیلی کا منہ جس ڈوری سے باندھا گیا۔ وہ انہی (حضرت) اسماء کی کمر پٹی (نطاق) کا نصف ٹکڑا تھا۔ (جس کا دوسرا نصف حصہ بی بی نے اپنی پٹی کے لیے رکھ لیا۔ اسماء کے اس ایثار پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا ''اے اسماء تمہیں اس کے عوض میں جنت کے دو نطاق عطا ہوں گے۔'' آج سے حضرت اسماء ''ذات النطا قین'' کے لقب سے مشہور ہوئیں۔

جب حجاج نے آپ کے لختِ جگر حضرت عبداللہ کی نعشِ مبارک پھانسی سے اُتروا کر یہودِ مکہ کے پرانے قبرستان میں پھینکوا دی تو اس کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو حجاج نے طلب کیا۔ مگر انہوں نے حجاج کے دربار میں جانے سے انکار فرما دیا۔ اس نے دوسری مرتبہ سپاہی بھیجا کہ اگر نہیں آتیں تو میں چٹیا سے پکڑوا کر اپنے حضور پیش کرالوں گا۔ اس پر حضرت اسماء نے کہلا بھیجا کہ ''مجھے یہ تو منظور ہے کہ تم اس طرح گھسٹوا کر اپنے دربار میں مجھے حاضر کرالو۔ مگر میں از خود تمہارے جیسے ظالم کے سامنے نہ آؤں گی۔'' یہ جواب سن کر حجاج غصہ میں پیچ و تاب کھاتا ہوا خود آپ کی قیام گاہ پر ہانپتا ہوا آیا اور حضرت اسماء سے کہا:

(حجاج) ''تم نے دیکھ لیا میں نے اس دشمنِ خدا تمہارے بیٹے کے ساتھ کیا سلوک کیا؟''

(حضرت اسماء) ''ہاں میں نے دیکھ لیا! اے حجاج تو نے اس کی دنیا اور اپنی عاقبت خراب کر لی۔''

(حجاج) ''کیا آپ اس بیٹے (عبداللہ) کو فخر سے کہا کرتی تھیں کہ اے ذات النطا قین کے فرزند؟''

(حضرت اسماء) ''سوگند بخدا! بلا شبہ میں ذات النطا قین ہوں جب کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کا حکم لے کر میرے باپ کے گھر تشریف لائے اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے مندرجہ ذیل تیسری بات از خود حجاج سے کہی۔ فرمایا ''اے حجاج! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب پیدا ہوگا۔ اور دوسرا سفاک پیدا ہوگا۔ سو کذاب کو تو ہم نے تجھ سے پہلے دیکھ لیا ہے۔ مگر سفاک کو میں آج دیکھ رہی ہوں۔ وہ سفاک تو ہی ہے اے حجاج۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجاج سے حضرت اسماء کی کسی بات کا جواب نہ بن آیا اور شرمندہ ہو کر وہاں سے لوٹا۔ (مسلم شریف)

۲۶۸۔ بے مثل صداقت

کسی ایسے جرم پر جو دوسروں کو معلوم نہ ہو مگر قانون میں اس کی سزا موت سے کم نہ ہو۔ خود کو عدالت میں پیش کر دینا۔ وہ صداقت ہے جو پورے انسانی معاشرہ کی روح ہے۔

اصحاب رسول میں ایک صاحب جن کا نام حضرت ماعز (بن مالک) رضی اللہ عنہ ہے۔ نفس کے دھوکے میں آ گئے۔ لیکن ارتکاب کے بعد فوراً نبی کریم صلوات اللہ علیہ کے سامنے حاضر ہو کر عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! میں نے بدکاری کر لی ہے۔ مجھے رجم کر کے گناہ سے پاک کر دیجئے گا!''

(رجم سزا ہے بدکاری کی۔ اور رجم کرنا ہے پتھروں سے مجرم کو قتل کر دینا)

رسول کریمؐ نے یہ سن کر دوسری طرف اپنا منہ پھیر لیا۔ حضرت ماعز اس طرف آ کر عرض گزار ہوئے۔ نبی اللہ نے ادھر سے بھی رخ ہٹا لیا۔ حتیٰ کہ چار مرتبہ یہی ہوا۔ آخر حضرت ماعز کو حد لگا دی گئی۔ (حد شریعتِ محمدیہ میں بدنی سزا ہے)

۲۶۹۔ حضرت ماعز کے بعد

اب وہ بی بی آئیں جن سے حضرت ماعز نے ارتکابِ جرم کیا تھا۔ انہوں نے بھی وہی عرض کیا اور ان کی طرف سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح رخ پھیرنا شروع کر دیا۔ اس بی بی نے جھلا کر کہا۔۔۔۔ ''یارسول اللہ! کیا مجھے بھی آپ ماعز کی طرح لوٹانے کے درپے ہیں! ماعز نے میرے ہی ساتھ تو بدکاری کی تھی۔ اے خدا کے رسول! مجھے بھی رجم فرما کر پاک کر دیجئے۔!'' اور اس عورت کو بھی رجم کر دیا گیا۔

قرآنی تعلیم نے ان لوگوں پر کیسا اثر کیا! کہ اظہارِ صداقت کے ولولہ میں خود ہی پھانسی کی رسی گلے مین ڈال لی۔

عین دانائی و حکمت ہے یہ نادانی دل
ہمت عشق فدا کار کا فتویٰ ہے یہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنِ مجید نے انسانی قدروں میں کس قدر رفعت پیدا کر دی کہ مجرم ارتکابِ جرم کے بعد خود بخود اپنے لیے سزا کو دعوت دینے کے لیے چلے آ رہے ہیں۔

بڑھ جائے گی عزت گل و نسرین و سمن کی
لائی ہے چمن میں انہیں تقدیر چمن کی

تواضع

تواضع ضد ہے فرعونیت کی اور فرعونیت کی انتہا خود کو خدا سمجھ لینا ہے حالانکہ فرعون و نمرود و شداد و ہامان و قارون و ابوجہل بھی عام لوگوں کی طرح انسان ہی تھے۔

فلینظر الانسان مما خلق٥ خلق من ماء دافق ٥ یخرج من بین الصلب والترائب٥ (٨٦)

انسان کو اپنے اصل پر نگاہ کرنا چاہیے۔ مرد اور عورت کے قطرۂ آب سے تو اس کی پیدائش ہوئی (اس پر یہ غرور بے جا)

٢٧٠۔ انسان کسی منزلت پر کیوں نہ ہو۔ دوسروں کو با عزت اور محترم سمجھنا تواضع ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دبدبہ اور رعب اور منزلت دیکھیے۔

تو ہی بتلا کہ اکھاڑا درِ خیبر کس نے؟

اور خیبر کا واقعہ مشہور ہے۔ اس موقعہ پر ان کی شجاعت اور دلیری میں یہ عرض کرنا ہے مرحب (خیبر کے یہودی پہلوان) سے سامنا ہوا۔ تو مرحب دوروز سے دوسروں کو ڈرا کر شہید کر چکا تھا۔ اس نے آپ پر بھی وہی سحر پھونکنا چاہا۔ اس پر حضرت علیؓ نے للکارا کہ

انا الذی سمتنی امی حیدرا
کلیث غابات کریھة المنظر

(ارے تو کس کے فریب میں آپے سے باہر ہو رہا ہے۔ میرا تو نام میری ماں نے شیر رکھا ہے اور میں شیر بھی ایسا ہوں جسے دیکھ کر دشمن سہم جائے) (صحیح مسلم شریف)

٢٧١۔ بایں حیدری تواضع کا یہ عالم ہے کہ آپ کے عہدِ امارت میں بھی آپ کے ہمراہ چلتے وقت کوئی شخص ازرہِ تعظیم ذرا پیچھے چلتا۔ تو فرماتے۔

''ایسا مت کرو! اس میں امیر کے لیے فتنہ اور مومن کے لیے ذلت ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(جیسا کہ اسی باب کے اندر تواضع ہی کے واقعہ نمبر ۴ میں مذکور ہے)

۲۷۲۔ حضرت علیؓ کی منزلت کا یہ عالم ہے کہ آپ کا محبّ مومن اور آپ سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔ بایں ہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ''ابوتراب'' کا خطاب بخشا۔ (صحیح بخاری) حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود بھی فرماتے ہیں کہ میں ''قسیم النار'' ہوں۔ اس حدیث کی شرح میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کا ارشاد ہے۔ آپ سے اس حدیث کے معنیٰ ایک سائل نے پوچھے تو فرمایا:

''اس میں کون سی مشکل ہے کہ علیؓ کو ''قسیم النار'' سمجھا جائے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ اے علی! تیرا محبّ مومن اور تجھ سے دشمنی رکھنے والا منافق ہے؟''

سائل نے عرض کیا (امام احمد سے) یہ حدیث رسولؐ تو صحیح ہے مگر اس حدیث کو علیؓ کے قسیم النار ہونے سے کیا مناسبت ہے؟''

امام نے فرمایا: ''مومن کا گھر کہاں ہوگا؟''

سائل ''جنت میں''

امام نے پوچھا ''اور منافق کا ٹھکانہ؟''

سائل نے عرض کیا ''جہنم میں''

امام نے فرمایا۔ ''اسی شرح کے مطابق علیؓ قسیم النار ہیں۔'' (طبقات الحنابلہ ص ۲۳۲)

۲۷۳۔ یہی علی ابن ابی طالب قسیم النار ہیں۔ جنہیں رسول اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لقبِ ''ابوتراب'' مرحمت فرمایا۔ امتِ محمدیہ کے لیے علیؓ کی بوترابی کی شرح اسی قدر کافی ہے کہ اگر دوسروں کے لیے تواضعاً خاکسار بنے رہے تو ابوتراب اول کی طرح ''قسیم النار'' کے ثانوی درجہ تک ان شاء اللہ العزیز پہنچ جایئے گا۔

۲۷۴۔ یہی تواضع بنفسِ نفیس جناب خاتم الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مستجمع الصفات میں تھی۔ یہی وصف آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں موجود تھا اور اس تواضع کی تعریف میں قرآنِ مجید میں ایسے خوش اطوار لوگوں کے اوصاف یوں فرمائے گئے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱. وعبادالرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما. (۲۵.۶۳)

بندگانِ خدا کی ایک صفت یہ ہے کہ رفتار و گفتار سب میں متواضع ہیں۔ ان کی منزلت سے ناواقف اگر ان کے ساتھ سخت کلامی کریں تو ان سے دامن بچا کر نکل جائیں۔

اور..........!

۲. والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاماo (۲۵:۶۴)

بندگانِ خدا راتوں کی نیند چھوڑ کر خدا کے حضور سجدہ وقیام میں گزار دیتے ہیں۔

تواضع کی برتری میں ان آیات پر غور فرمایئے!

۱. ولا تصعر خدک للناس.

گال پھلا پھلا کر بات کرنے کی عادت اختیار نہ کیجئے۔

۲. ولاتمش علی الارض مرحاً ان اللہ لایحب کل مختال فخورo

اترا کر چلنا چھوڑ دیجئے۔ اللہ تعالیٰ مغرور و متکبر کا دوست دار نہیں۔

۳. واقصد فی مشیک.

متوسط چال سے چلئے

۴. واغضض من صوتک ان انکرالاصوات لصوت الحمیرo

بات کرتے وقت آواز دھیمی رہے۔ گلا پھاڑ کر چلانا تو گدھے کی آواز سے آواز ملانا ہے۔

۲۷۵۔ رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مقام جعرانہ میں گوشت تقسیم فرمارہے تھے کہ ایک بی بی تشریف لائیں۔ آنحضرتؐ نے ان کی تعظیم کے بعد اپنے اوڑھنے کی چادر ان کے بیٹھنے کے لیے زمین پر بچھادی۔ ایک صاحب نے دریافت کیا۔ تو فرمایا ''یہ میری رضاعی دودھ پلائی والدہ تھیں۔'' اگرچہ وہ بی بی اس وقت اسلام نہ لائی تھیں۔ مگر نبیؐ رحمت کی تواضع کا انداز دیکھئے۔!

۲۷۶۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت سے قبل اپنے سب کام خود ہی کرتے۔ اپنی بکریاں خود چرالاتے اور اپنے ہمسایوں کی بکریوں کا دودھ انہیں دوھ دیتے۔ مگر جب آپ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلیفہ مقرر ہوئے تو محلّہ کی ایک لڑکی نے افسوس کے لہجے میں کہا۔ ''اب ہماری بکریاں کون دوہے گا۔؟''

خلیفۃ المسلمین نے سنا تو فرمایا:

''خدا کی قسم! اب بھی یہ کام میں ہی کروں گا۔ اور امید ہے کہ خلافت مجھے خدمتِ خلق سے نہ روک سکے گی۔''

۲۷۷۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اپنے عہدِ خلافت میں) ایک روز بیت المال کے اونٹوں کے بدن پر خود تیل مل رہے تھے۔ ایک شخص نے دیکھا تو کہا:

''امیر المومنین! یہ کام تو کسی غلام کے کرنے کا ہے!''

فرمایا ''مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہوسکتا ہے؟ جو شخص مسلمانوں کا حکمران ہے وہ ان کا غلام بھی ہے۔''

۲۷۸۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسجد نبویؐ میں جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے کہ ایک طرف سے آواز آئی:

''اے عثمان! اپنی بے اعتدالیوں سے باز آؤ!''

آپ نے اسی وقت قبلہ رُخ ہوکر ہاتھ اُٹھا کر بارگاہِ الٰہی میں التجا کی ''یا اللہ میں توبہ کرتا ہوں۔ مجھے معاف فرمائیو!''

۲۷۹۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کسی مجلس میں تشریف لے جاتے اور دوسرے لوگ ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوجاتے۔ تو وہاں سے لوٹ آتے۔

کیونکہ جس شخص میں تواضع کا جوہر نہ ہو وہ متکبر ہے اور اللہ تعالیٰ کو تکبر نہایت ناپسند۔ مگر تواضع اس کے نزدیک کامیابی کا زینہ ہے۔

۲۸۰۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی۔ جو ہمارے لیے بھی ہے کہ:

واخفض جناحک للمومنین ٥ مومنوں کے لیے ہر حال میں نرم رہئے۔

(۱۵:۸۸)

آخر وہ قوم کیوں کر پنپ سکتی ہے۔ جس کا ہر ایک فرد انسانوں کے لیے فرعون ونمرود

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن جائے۔ پھر غریب کو سہارا کون دے گا؟

۲۸۱۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے جلال کی کسے تاب تھی۔ مگر ایک روز منبر پر تشریف لائے تو یہ فرمایا:

''ایک دن وہ تھا کہ میں اپنی خالہ کی بکریاں چرایا کرتا اور مجھے دن بھر کی مزدوری میں مٹھی بھر کھجور دیا کرتیں۔ یا آج میرا یہ زمانہ ہے!'' اتنا کہا اور منبر سے اتر آئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا۔ ''یہ تو آپ نے اپنی ہجو کی ہے!''

امیر المومنین نے فرمایا'' آج تنہائی میں میرے دل نے مجھے کہا کہ تم امیر المومنین ہو۔ تم سے بڑا کون ہوسکتا ہے۔ میں نے چاہا کہ دل کو اپنی حقیقت بتادوں اور اس کا میں نے یہ طریقہ اختیار کیا!'' آہ! عمر بن الخطاب! آپ پر میرے ماں باپ نثار۔ قبولیت کا یہ عالم کہ اسلام سے قبل وہ کروفر یا آج یہ حال کہ برائی کا خیال تک آنے میں یہ احتیاط! شاعر نے خوب کہا ہے۔

تواضع و زگردن فرازاں نکوست
گدا گر تواضع کند خوئے اوست

ممتاز آدمی انکسار سے پیش آئے تو اس کی نیکی ہے۔ گدا اگر تواضع کرے تو اس کا یہ پیشہ ہی ہے۔

بُردباری

کسی کے ظلمِ ناروا پر ضبط کرنا اور اس کی غلطی سے چشم پوشی کر لینا بردباری (حلم) ہے۔ مخلوقات میں یہ وصف سب سے زیادہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں پایا جاتا ہے۔ جن کی پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ہماری ہی بہتری کے لیے فرمایا:

اولئک الذین هدی الله فبهداهم اقتده. (۶:۹۱)

یہی وہ برگزیدہ ہیں جنہیں خداوند عالم نے ہدایت یاب فرمایا۔ اے مسلمانو! تم بھی ان کی پیروی کرو۔

ازاں جملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان ابراھیم لحلیم اواہ منیب o (۱۱:۷۵)

بے شک حضرت ابراہیم بردبار، نرم دل اور خدا کی رضا کے طلب گار تھے۔

آپ کو فرزند عطا فرمایا گیا تو وہ بھی آپ ہی کی مانند بردبار یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام۔

فبشرنه بغلم حلیمo (۳۷:۱۰۱)

ابراہیم کو ہم نے ایک بردبار بیٹے کی بشارت دی۔

انبیائے کرام کا تمام سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اسی صلبِ طاہر سے چلتا ہے۔ حامل قرآن کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پورے سلسلہ کے خاتم اور اپنی تعلیم و کردار سے تعلیماتِ نبوت کا تکملہ ہیں۔ جن کی بردباری کی نظیر پوری دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔

آپ کے اوصاف ستودہ کے بیان میں قرآن مجید فرماتا ہے:

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیمo (

(اے لوگو!) تم ہی میں سے وہ رسول تشریف لے آیا جو تمہاری بھلائی کا خواہاں اور مومنین کے لیے نہایت بردبار و رحم دل ہے۔

آپ پر بھیجی گئی کتاب میں ارشاد ہے:

وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان الله غفور رحیم o (۶۴:۱۴)

(اے مومنو!) اگر تم ایک دوسرے کی غلطیاں معاف کر دو اور ان کی کمزوریاں چھپا کر ان سے درگزر کر لیا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیاں معاف کرنے میں رحم پرور ہے۔

چنانچہ:

۲۸۲۔ ایک شخص (غیر مسلم) رسول اللہؐ کو اچھا نہ سمجھتا تھا۔ آنحضرتؐ کو بھی اس کی اطلاع تھی۔ اس نے حاضری کی اجازت چاہی فرمایا "یہ آدمی تو اچھا نہیں ہے۔ مگر اسے آ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانے دو۔" آنحضرت نے اس کے ساتھ نہایت نرمی سے گفتگو فرمائی اس کے واپس چلے جانے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ "آپ تو اسے اچھا نہ بتاتے تھے۔ پھر اس قدر مہربانی سے اس کے ساتھ بات چیت فرماتے رہے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بُرا وہ شخص ہے جس کی بدزبانی سے گھبرا کر لوگ اس سے ملنا جلنا ترک کر دیں۔"

۲۸۳۔ مدینہ منورہ کا واقعہ ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد (نبویؐ) میں تشریف فرما تھے۔ ایک بدو ناقہ کی مہار ہاتھ میں لیے بلا تکلف مسجد میں آ گھسا اور اپنے دہقانی لہجہ میں کہا: "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہے؟" اصحابِ کرام نے آنحضرتؐ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔۔"یہ رشکِ ماہتاب! جو تکیہ لگائے بیٹھے ہیں!"

بدو نے پوچھا:۔۔۔"اے فرزندِ عبدالمطلب! میں تجھ سے کچھ دریافت کروں گا۔ مگر میرے لہجے کی درشتی سے ناراض نہ ہو جانا!"

فرمایا (رسول خدا نے) "تم جس زبان میں چاہو۔ گفتگو کرو!"

سائل نے پوچھا:۔۔۔"تم خدا کی قسم کھا کر بتاؤ کیا اسی نے تمہیں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟"

آنحضرتؐ نے فرمایا"۔۔۔سوگند بہ خدا! ایسا ہی ہے۔"

سائل: "خدا کی قسم کے ساتھ بتاؤ کیا اسی نے پنج وقتہ نمازیں فرض کی ہیں؟

رسول پاکؐ نے فرمایا۔ "بخدائے لایزال! اسی نے۔"

سائل نے اسی لہجہ میں روزوں کا مسئلہ دریافت کیا۔ اسی انداز میں حجِ بیت اللہ کا حکم پوچھا اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح بردباری سے جواب ارشاد فرماتے رہے۔ سائل نے جب تمام احکام سن لیے تو کہا:

"۔۔۔میرا نام ضمام ہے۔ میں ثعلبہ کا بیٹا ہوں اور میں اپنی قوم کی طرف سے یہ مسئلے معلوم کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔ اب میں واپس جا کر ایک ایک بات اسی طرح بیان کر دوں گا۔ نہ ذرہ کم نہ کچھ زیادہ!"

حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس لوٹے تب نبی رحمت صلوٰۃ اللہ علیہ نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ''اس شخص نے پورے دین کو سمجھ لیا ہے۔'' (حضرت ضمام بن ثعلبہ السعدی قبیلۂ بنو سعد بن بکر سے ہیں۔)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس بردباری سے کلام کیا۔ یہی سرورِ دو عالم کی رحمت للعالمین ہے اور یہی ہے:

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس والله یحب المحسنین ٥ (۲:۱۳۴)	غصہ آنے کے وقت بردبار اور لوگوں کی غلطیاں معاف کرنے والے! اور اللہ تعالیٰ احسان شیوہ اشخاص کا دوست دار ہے۔ (یعنی اہل ایمان)

اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر بردبار کون ہوگا۔

گل غلط! لالہ غلط! مہر غلط! ماہ غلط!
کوئی ثانی نہیں لاثانی ہے' یکتا ہے وہ رُخ

سید البشرؐ کی اس بردباری کا اعتراف حضرتِ کردگار نے بھی فرمایا:

فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك فاعف عنهم واستغفرلهم وشاورهم في الامر ٥ (۳:۱۵۹)	(اے نبی!) یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ آپ کے اخلاق میں اس قدر رفعت ہے۔ اگر کہیں آپ کج خلق اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ سے دُور ہٹ جاتے۔ آپ اپنے متعلق ان کی کوتاہی اور بھی نظرانداز کرتے رہیے! اور اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت طلب کرتے رہیے اور ان کی تالیفِ قلب کے لیے انہیں اپنے مشوروں میں شریک کرلیا کیجیے۔

۲۸۴۔ چنانچہ غزوۂ حنین سے واپسی پر چند بدوؤں (مسلمانوں) نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مقام پر مال لینے کی غرض سے چاروں طرف سے گھیر لیا اور رفتہ رفتہ آپ کو بیریوں کے جھنڈ میں گھسیٹ کر لے گئے۔ ان میں سے ایک بدو نے آپ کی چادر اتار لی۔ مگر [سرورِ کائنات] دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خفگی کا اظہار نہ فرمایا بلکہ انہیں اس طرح سمجھایا:

'' [اگ]ر اس وقت میرے پاس ان درختوں کے برابر بکریاں ہوتیں تو میں اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیاضی سے تم لوگوں میں تقسیم کر دیتا کہ تم مجھے بخیل نہ سمجھتے۔ مگر اب تو میں تمام مالِ غنیمت تقسیم کر آیا ہوں۔"

۲۸۵۔ ضماد بن ثعلبہ از جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شناسا تھے۔ نادانوں نے مشہور کر دیا کہ آپ اس جنون میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ خود کو خدا کا نبی سمجھنے لگے ہیں۔ ضماد عامل تھے مکہ معظّمہ آئے تو خدمت رسالت میں پہنچے اور کہا "سنا ہے آپ کو جنون ہو گیا ہے۔ میں آپ پر عمل پڑھنے کی غرض سے آیا ہوں۔" رسول اللہ نے فرمایا:

"الحمدلله نحمده ونستعينه من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له واشهدان لا اله الا الله وحده لاشريک له واشهدان محمدا عبده ورسوله.. [1] (اصابه)

ضماد پر اس قدر اثر ہوا کہ دوبارہ ان کلمات کو سنا، تیسری مرتبہ سنانے کی درخواست کی۔ وہ حیران تھا اور اس نے کہا..... "میں کاہنوں، جادوگروں اور شاعروں ہر ایک کی باتیں اور کلام سنتا رہا ہوں مگر ایسا پُر تاثیر کلام آج تک نہیں سنا۔ یہ تو دریاؤں کی تہ تک اثر انداز ہو کر رہے گا۔!" اور حضرت ضماد رضی اللہ عنہ اسی وقت اسلام لے آئے۔" (اصابہ)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بردباری ایک طرف! مذکورہ کلمات وہی ہیں جو ہر وعظ میں ہمارے واعظین سناتے رہتے ہیں۔ مگر ہمارے لیے آج الفاظ کے کوئی معنیٰ نہیں رہے۔ سننے والے عربی سے ناواقف، سنانے والے۔۔۔

جاں فشانی مجھے نصیب رہے   دل ستانی تجھے مبارک ہو

۲۸۶۔ یہودیوں کی گستاخیاں حد سے بڑھ گئی تھیں۔ ایک مرتبہ چند یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو السلام علیکم کی بجائے "السام علیکم" کہا۔ جس کے معنیٰ ہیں "تمہیں موت نصیب ہو!" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سن لیا تو فوراً جواب دیا کہ "وعليكم السام واللعنة (تم پر بھی موت وارد ہو اور لعنت مزید برآں)

۱۔ تمام حمد وثناء اللہ تعالیٰ کے لیے زیبا ہے۔ ہم اسی کے مدح خواں ہیں اور اسی کی مدد کے طلب گار جسے اللہ ہدایت یاب کرے وہی راہِ حق پر ہے اور گمراہ وہ ہے جو اللہ کی ہدایت سے محروم رہ جائے۔ پھر اس کا تو کوئی پیشوا ہی نہیں اور میں گواہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی بلا شرکتِ غیرِ وحدانیت پر اور میں شاہد ہوں کہ محمد اس کا بندہ ہے اور اس کا پیغمبر ہے۔ ﷺ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ نے ام المومنین کے یہ الفاظ سن کر فرمایا۔ ''عائشہ! تم نے کیوں ایسا جواب دیا؟ اللہ تعالیٰ کو ہر کام میں نرمی پسند ہے۔'' ام المومنین نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! ان یہودیوں نے جو کچھ کہا۔ آپ نے نہیں سنا؟'' فرمایا ''ہاں! ہاں! میں نے سن لیا تھا اور صرف اس کلمہ سے میں نے جواب کافی سمجھا جو (میں نے) ان سے کہا کہ ''علیکم'' (اور تم پر بھی)

۲۸۷۔ صلح حدیبیہ کا معاہدہ جب تحریر میں آنے کو ہوا تو کافروں کے وکیل حضرت سہیل بن عمرو تھے (جو بعد میں اسلام لے آئے) رسول اللہ نے اپنی طرف سے عنوانِ صلح میں لکھوایا۔۔۔ ''هذا من محمد رسول الله'' (یہ تحریر محمد رسول اللہؐ کی طرف سے ہے) (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت سہیلؓ نے اعتراض کیا کہ ''ہم اگر آپ کو رسول مانتے تو ہمارا آپ سے جھگڑا ہی کیا تھا! ہمیں یہ الفاظ منظور نہیں۔'' بلکہ عنوانِ صلح یہ ہوگا (اس طرح لکھا جائے گا)۔۔۔ ''هذا من محمد بن عبد الله... '' (یہ تحریر محمد بن عبداللہ کی طرف سے ہے۔ سہیل کی یہ بات کس قدر توہین آمیز تھی۔ مگر نبیٔ رحمت صلوٰۃ اللہ علیہ نے ضبط کرتے ہوئے فرمایا:

''۔۔۔جیسے سہیل کہتا ہے۔ وہی لکھ دو۔''

۲۸۸۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور جنگِ صفین کے واقعات پر نظر کیجیے۔ کوئی صورت سہی۔ امیر المومنین کے حق بجانب ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔ بایں ہمہ فریق مخالف کے سپہ سالار حضرت عمرو بن العاص اور آپ باہم معرکہ آرا ہوئے تو حضرت عمرو۔۔۔ لڑائی کے دوران زمین پر گر پڑے اور گرتے ہی برہنہ ہوگئے۔ حضرت علیؓ کے لیے یہ موقعہ غنیمت تھا کہ سینے پر بیٹھ کر ان کا کام تمام کر دیتے۔ مگر دشمن کو اس بے بسی میں دیکھ کر حضرت علیؓ کا دل اُلٹا بھر آیا اور دوسری طرف منہ پھیر لیا۔۔۔ ادھر حضرت عمرو اُٹھ کر اپنے لشکر میں چلے گئے۔

۲۸۹۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہی بردباری جنگِ جمل میں دکھائی۔ یہاں فتح آخر حضرت علیؓ ہی کے مقدر میں تھی۔ مگر فریقِ مخالف بھی مسلمان ہی تھے۔ جو شکست کھاتے ہی بھاگ نکلے۔ مگر امیر المومنین نے عام منادی کرادی کہ:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔ (۲) زخمیوں پر گھوڑے نہ دوڑائے جائیں۔ (۳) مسلمانوں کا مال غنیمت سمجھ کر اسے لوٹا نہ جائے (۴) جو خود حملہ نہ کرے اس پر ہتھیار نہ اٹھایا جائے۔

سادگی

دولت مند ہو کر سادہ چلن سے رہنا اور معمولی قسم کا لباس پہننا سادگی ہے۔اس سے یہ فائدہ ہے کہ غریب لوگوں کے ساتھ برابری نظر آئے تاکہ سب ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھیں اور وقت پر کام آئیں۔قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق سادگی سے ہٹ کر رہنے کا نام ''تکبر'' ہے اور یہ شان صرف اللہ کے لیے خاص ہے۔

وله الكبرياء في السموات والارض وهوالعزيز الحكيمO (۴۵:	آسمانوں اور زمین میں ایک خدا ہی ہے جس کو بڑائی حاصل ہے۔کیونکہ وہ قدرت وحکمت کا مالک ہے۔

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''جو شخص خدا کے لیے سادگی اور خاکساری اختیار کرتا ہے۔خدا اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔''

۲۹۰۔اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جب تک دولتِ اسلام سے بے بہرہ تھے۔شان وشوکت سے رہتے اور بیش قیمت لباس زیبِ تن فرماتے لیکن مسلمان ہوتے ہی انہوں نے چاروں طرف نظر ڈالی تو پوری جماعت پر عسرت اور ناداری کے بادل چھائے ہوئے تھے۔اب ان کی چادر میں بھی کھال کا پیوند نظر آنے لگا۔رسول پاکؐ نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا: ''یہ وہی مصعب ہے جو فخر کے مارے زمین پر قدم نہ رکھ سکتا تھا۔''

۲۹۱۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ سادگی سے رہتے تھے کپڑوں میں اکثر پیوند لگا ہوتا۔ایک دفعہ دیر تک اپنے گھر میں رہے۔جب باہر تشریف لائے تو لوگ انتظار میں تھے۔معلوم ہوا کہ پہننے کے کپڑے دھلوا کر دھوپ میں ڈال دیئے تھے۔خشک ہونے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک خلیفۃ المسلمین کو زنانہ میں رہنا پڑا۔ کیونکہ دوسری پوشاک نہ تھی۔

۲۹۲۔ حضرت عمرؓ نے ایک عامل کو طلب فرمایا تو ان کے ساتھ صرف ایک کٹوردان۔ ایک عصا اور ایک پیالہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں دیکھا تو فرمایا کہ:

''آپ کے پاس صرف یہی سامان ہے یا کچھ اور بھی ہے؟''

عامل نے عرض کیا ''اس سے زائد کی ضرورت ہی کیا ہے۔ عصا پہ کٹورا ٹانگ لیتا ہوں اور پیالے میں کھانا کھالیتا ہوں!''

۲۹۳۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائن کے گورنر تھے۔ اپنے صدر میں پہنچے۔ تو لوگوں نے عرض کی۔ ''جس چیز کی ضرورت ہو فرمایئے۔'' آپ نے فرمایا ''صرف اپنا کھانا اور گدھے کا چارہ مطلوب ہے!'' اور جب مدینہ شریف واپس آئے تو جس حال میں گئے تھے بال برابر فرق نہ پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو لپٹ گئے اور فرمایا: ''تم میرے اور میں تمہارا بھائی ہوں۔''

۲۹۴۔ حضرت ابوعبیدہؓ جراح شام کے عامل تھے۔ جب حضرت عمر شام تشریف لے گئے تو ان کی بے سروسامانی دیکھ کر فرمایا: ''اے ابوعبیدہ! سوائے تمہارے ہم میں سے ہر ایک کو دنیا نے اپنے بس میں کرلیا ہے!''

۲۹۵۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سادگی کے لیے یہی کافی ہے کہ سیدالبشر صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات کے لیے مسجد میں تشریف لائے تو امیرالمومنین (قمیص کے بغیر) زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اٹھ بیٹھے۔ پشتِ مبارک سے مٹی لگی ہوئی تھی۔ جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ گرامی سے صاف فرمایا اور رسولؐ خدا نے اس موقعہ پر حضرت علیؓ کو ابوتراب کے خطاب سے سرفرازی بخشی۔ اس خطاب سے علی ابن ابی طالب کی سادگی واضح ہے۔

خانۂ جاں میں نمودار ہے ایک پیکر نور
حسرتو آؤ رُخ یار کا جلوہ دیکھیں

۲۹۶۔ حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر تھے۔ لیکن لباس میں اس قدر سادگی تھی کہ ایک شخص نے گھاس خریدی اور ان کو مزدور سمجھ کر گٹھڑی ان کے سر پر رکھ دی۔ وہ گورنر کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزدور بنا کر ساتھ لے جا رہے تھے کہ لوگوں نے دیکھ کر شور مچایا۔ ''ارے یہ تو ہمارے گورنر ہیں اور رسول اللہ کے صحابی ہیں!''

اس شخص نے معافی مانگی مگر حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ ''نہیں اب تو میں آپ کی گٹھڑی آپ کے گھر پہنچا کر لوٹوں گا۔''

یعنی سادگی غرور و تکبر کا علاج ہے۔

صفائی

جسم اور لباس کا میل و کثافت سے بچائے رکھنا صفائی و پاکیزگی ہے اور میل کی منحوس قسم وہ نجاست ہے جس سے لباس یا بدن کی طہارت ختم ہو جائے۔ دل خود اس کا بار محسوس کرتا ہے۔ حتیٰ کہ عبادت کا میلان بھی ختم ہو جاتا ہے۔

بدن اور لباس کا میلا رہنا ایک غضب ہے۔ الٰہی! انسان حساس ہو کر بھی یہ غلاظت اٹھائے پھر رہا ہے۔ ایسے شخص کو اپنے پاس کون بیٹھنے دے گا۔ رسولوں کے لباس بیش قیمت تو نہ تھے لیکن ان معمولی پوشاکوں میں بھی طہارت و نفاست نے وہ چار چاند لگا دیئے کہ ان کے روئیں روئیں سے ہیبت ٹپکتی۔ نبیوں نے خود بھی بیش قیمت پوشاک سے اجتناب فرمایا اور امتیوں کو بھی اسراف سے بچنے کی ہدایت فرمائی۔ ساتھ ہی ان برگزیدوں نے خود بھی طہارت و نفاست کو اپنی زینت میں بیش از بیش استعمال فرمایا اور امتیوں کو بھی اس کی تائید و تاکید فرمائی۔

۲۹۷۔ چنانچہ اہلِ قبا (مدینہ منورہ کے ایک محلّہ کا نام ہے) جو پاکیزگی کے بے حد شوقین تھے۔ قرآن مجید نے ان کی طہارت و صفائی پر ان الفاظ میں ان کی تعریف فرمائی:

لمسجد اسّس علی التقویٰ من اول یوم احق ان تقوم فیہ ۔ فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرینo (۹:۱۰۸)

جس مسجد کی بنیاد پرہیزگاری ہے (نہ کہ دکھلاوا) اس میں (اے رسولؐ) آپ کا نماز ادا کرنا بہت مناسب ہے۔ اس مسجد کے نمازی طہارت پسند ہیں اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ لوگوں ہی کو پسند فرماتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں ایک لفظ (سورۂ مدثر میں) ''الرجز'' آیا ہے۔ جس کے معنی عقائد کی ناپاکی بھی ہے اور ظاہری بدن کی میل و غلاظت بھی ہے۔ نبی کریم (الطاہر المطہر صلی اللہ علیہ وسلم) سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

یاایھا المدثر ٥ قم فانذر ٥ وربک فکبر ٥ وثیابک فطھر ٥ والرجز فاھجر ٥ (۷۴ : ۱ . ۵)

اے کملی پوش! تبلیغِ حق کے لیے کمر بستہ ہو جایئے۔ لوگوں کو ان کے برے انجام سے ڈرایئے۔ اپنے پروردگار کی کبریائی بیان کیجئے۔ اپنی پوشاک کو پاک رکھئے اور ہر قسم کی میل و غلاظت سے خود کو طاہر و پاکیزہ رکھئے۔

۲۹۸۔ صحابہ کرام کی زندگی اس زمانہ اور حالت کے مطابق نہایت سادہ تھی اس پر بھی پاکیزگی کا یہ ذوق کہ بدن پر ذرا سی نجاست اپنے سر پر بوجھ سمجھتے اور جب تک طہارت نہ فرما لیتے۔ چین نہ آتا۔

۲۹۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو کسی مسجد میں امام مقرر فرمایا انہوں نے مسجد کی دیوار پر قبلہ رُخ ہو کر تھوک دیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امامت سے معزول فرما دیا۔ اس شخص نے رسول پاک کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی معزولی کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا:

نعم انک اذیت اللہ ورسولہ.

ہاں! میں نے اس لیے تمہیں معزول کیا ہے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچائی ہے۔

مسجد میں تھوکنا یا مسجد سے باہر اور اندر دونوں حالتوں میں قبلہ کی طرف تھوکنا خلافِ تہذیب و مخالفِ مذہب ہے۔

۳۰۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص مسجد میں کچا لہسن یا پیاز کھا کر نہ آیا کرے۔ فرماتے اس کی بدبو سے مجھے تکلیف ہوتی اور فرشتوں کو ایذا پہنچتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۰۱۔ اس عہد اور خصوصاً حجاز جیسی سرزمین میں صابن وغیرہ کا کیا ذکر بایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طہارت کے وقت پہلے مٹی سے ہاتھ صاف فرماتے۔

۳۰۲۔ مسواک کا معاملہ دیکھئے۔ رسول اللہ کا آخری فعل (اس دنیا کے ترک کرنے کے موقعہ پر) مسواک کرنا ہے۔ اور فرماتے کہ اگر امت کے لیے بار نہ ہوتا تو میں ان کے لیے مسواک کرنا ہر وضو میں واجب کر دیتا۔

۳۰۳۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو محض پاکیزگی کی خاطر روزانہ غسل فرماتے۔

۳۰۴۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا وقتِ نزع آیا تو صاف ستھری پوشاک منگا کر زیب تن کی اور کہا''۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص جس پوشاک میں فوت ہوگیا۔ اسی لباس میں اس کا حشر ہوگا۔ اپنے ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرنا کوئی صحابہ کی زندگی سے حاصل کرے۔

۳۰۵۔ حضرت ابوقتادہ انصاری (رضی اللہ عنہ) نے سر پر پٹے رکھ لیے۔ بالکل الجھے ہی رہتے۔ انہوں نے رسالت مآب سے عرض کیا کہ اگر شریعت مانع نہ ہو تو میں بالوں میں کنگھی کرلیا کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''ہاں! ہاں!! انہیں سنوارتے رہا کرو۔'' حضرت ابوقتادہ کی نظافت و پاکیزگی کا یہ حال ہوگیا کہ دن میں دو تین مرتبہ بالوں میں تیل لگاتے اور کنگھا کرتے۔

آخر انسان کو اللہ تعالیٰ نے متناسب الاعضاء زینت ہی کے لیے تو بنایا ہے۔ پھر کوئی خود اپنی صورت بگاڑ لے۔ لباس میں از خود بدتراشی اختیار کرلے۔ طہارت و پاکیزگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ تو اس بدنصیب نے جامۂ انسانیت کی کس قدر توہین کی۔ لیکن کونسی زینت و آرائش قابلِ مدحت ہے اور کون سی سزاوارِ مذمت؟ جس میں فخر نہ ہو۔

۳۰۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی جن نعمتوں کو پسند فرمایا ان میں ایک خوشبو بھی ہے۔ آپ کی خدمت میں جب خوشبو پیش کی جاتی تو اسے واپس نہ فرماتے۔

۳۰۷۔ اصحابِ کرام میں جو لوگ صاحبِ ثروت تھے۔ مشک اور دوسری خوشبو دار چیزیں استعمال فرماتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ چھوٹا موٹا لباس استعمال کرتے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں بھی پیوند در پیوند ہوتے مگر نفاستِ طبع کا یہ حال ہے کہ جب میسر ہوتا۔ مشک تک استعمال کرنے میں بھی دریغ نہ ہوتا۔

۳۰۸۔ جمعہ کے روز وجوبِ غسل کی اس حکمت پر بھی غور کیجیے کہ مسجدوں میں نمازی کس کثرت سے جمع ہوتے ہیں۔ پھر ایک دوسرے سے مل کر بیٹھنا اور صف میں کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا ہونا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جمعہ کے روز غسل واجب ہے اور ہر شخص کو بہتر سے بہتر جو خوشبو ملے۔ نماز کے لیے آنے سے پہلے اسے استعمال کرے۔''

۳۰۹۔ اس عہد کے یہودی نہایت غلیظ طریقے سے رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:

''خدا تعالیٰ خود پاک ہے۔ اسے پاکیزگی مرغوب ہے۔ مسلمانو! تم اپنے گھروں کو خوب صاف ستھرا رکھا کرو اور یہودیوں کی مشابہت سے بچتے رہو۔''

آج تو یہ رواج ہے کہ نہار منہ (اور بلکہ بستر ہی میں) جامِ صبوحی (Bed Tea) نوش فرمانے کے بعد بستر سے اٹھا جاتا ہے۔ مگر قدیم مسلمانوں کے یہ آداب نہ تھے۔ اصولِ نظافت کے مطابق رسول اللہ کا یہ ارشاد تھا اور ابھی تک بدستور واجب العمل ہے کہ: ''جو شخص سو کر اٹھے پہلے تین مرتبہ اپنے ہاتھ دھو لے۔ اسے کیا خبر کہ سوتے وقت اس کے ہاتھوں پر کہیں نجاست تو نہیں لگ گئی۔''

۳۱۰۔ قرآن مجید میں ''واللہ یحب المطھرین'' (۹:۱۰۹) ''اللہ تعالیٰ پاک اور صاف رہنے والوں کا دوست دار ہے۔'' فرمایا تو اس کی وضاحت حاملِ قرآن جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی:

''......نظافت کے متعلق یہ دس امور فطری ہیں:

(۱) مونچھیں ترشوانا (۲) ڈاڑھی بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) ناک کا پانی سے صاف کرتے رہنا (۵) ناخن ترشوانا (۶) انگلیوں کے درمیان کی میل کچیل دھونا (۷،۸) بغل اور زیرِ ناف کے بال صاف کرنا (۹) بول و براز دونوں حالتوں میں پانی سے طہارت کرنا (۱۰) کلی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے رہنا۔

غور کیجیے تو انسان کا شرف اس کے اندازِ نفاست سے ظاہر ہوتا ہے نہ کہ بیش قیمت لباس سے۔ وہ دولت مندی یا بے جا خرچ (اسراف) کا کرشمہ ہے لیکن صفائی اور نظافت اور نفاست و پاکیزگی اس کے دل کی کیفیت کی آئینہ دار ہے۔ پوشاک لاکھ کم درجہ اور گھٹیا سہی مگر اس کی پھبن مقصود ہے۔ انسان کو جو نورِ ہدایت قرآن مجید کی تعلیم سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ پاک اور صاف رہنے والوں کے لیے ہے۔ "واللہ یحب المطھرین" کی بشارت سناتا ہے۔ وہی لباس وہی نظافت' وہی طہارت' وہی سبک روی فطری ہے۔ نہ کہ آج اس کی نقالی' کل اس سے ہٹ کر کسی اور کی ہیئت بنالینا۔ قرآن مجید کو ضابطۂ حیات کہنا اور اس پر عمل سے پرہیز کرنا۔

منکرے بودن وہم رنگ مستاں زیستن .... جسے کوئی شخص پسند نہیں کرسکتا

شب کی نیند

انسانی کردار کے تذکرہ میں شب کی نیند کا بیان بظاہر غیر محل دکھائی دیتا ہے۔ مگر کلامِ پاک کے اخلاقی اقدار میں دوسرے امور کی طرح یہ چیز بھی واضح لفظوں میں نظر آرہی ہے۔

ذرا شہروں کی موجودہ حالت پر غور کیجیے۔ دن بھر شوروغوغا اور قسم قسم کی آوازوں سے کانوں کے پردے پھٹ رہے ہیں۔ رات کے وقت دن کے بعض فتنے ذرا کم ہوجاتے ہیں تو کچھ نئے ہنگامے اور سر اُٹھالیتے ہیں۔ رات کے آخری حصہ میں ذرا سکون ہوا تو پو پھٹنے پر ازسرنو وہی آوازیں دماغ کو ہلانا شروع کردیتی ہیں۔ ان ہنگاموں نے انسان کے آرام و سکون پر کیسا مہلک اثر ڈال رکھا ہے!

ہر انسان اگر ازخود فیصلہ کرے تو اسے اس میں راحت نظر آتی ہے کہ وہ سپیدۂ سحر سے لے کر عشا کے وقت تک اپنے ضروری اور امورِ محنت اور تفریحات سے فراغت پاکر خود کو نیند کی گود میں ڈال دے۔ مگر انسان کیا کرے۔ اب تو شہروں میں شب کے ایک بجے سے قبل سونے کا ارادہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ جب کہ ایک بجے (رات کے وقت) نیند کا ارادہ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دن کے ۸ بجے بستر سے اٹھنے کا خیال معمول بن چکا ہے۔

قرآن مجید نہ تو اس قسم کی راہبانہ زندگی کا واعظ ہے کہ ترکِ دنیا کر کے پہاڑوں کی غار میں جا بیٹھیے اور نہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ دن اور رات کے کسی حصہ میں اپنے آپ کو آرام نہ دیجیے۔ بلکہ اس کی راہ دونوں حالتوں کے بین بین ہے۔ جیسے نمازِ جمعہ کے لیے فرمایا:

یاایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع . (۶۲:۹)

''اے مومنو! نماز جمعہ کی اذان سنتے ہی یادِ الٰہی کے لیے (مسجد میں) آنا شروع کر دو۔ اس وقت خرید و فروخت میں کیسا نفع سہی مگر فوراً لین دین ختم کر دو۔

لیکن جونہی نماز ہو جائے۔ ازسرِنو اپنے کاروبار میں مصروف ہو جاؤ تا کہ تم اپنی روزی حاصل کر سکو۔ اور ادائے نماز کے بعد

فاذا قضیت الصلوٰة فانتشروا فی الارض وبتغوا من فضل اللہ.(۶۲:۹)

نماز ادا کرنے کے بعد پھر مسجد سے نکل کر اللہ کی دی ہوئی حلال روزی کی تلاش شروع کر دو۔

اسی طرح قرآن پاک میں تلاش رزق کے اشارے بلکہ حکم اور سورتوں میں بھی ملتے ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کے لیے کسب حلال کی تلقین ہم غیر ضروری سمجھ لیں۔ پھر کلام پاک صرف رہبانیت اور ترکِ دنیا کا معلم رہ جائے گا۔ یا چند ایک معاشرتی سبقوں کا مجموعہ۔ مگر اس کا تعلق پوری زندگی کے ساتھ نہ ہوگا۔

قرآن مجید دنیوی زندگی کی زینت کا رہبر بھی ہے۔ جس میں نماز اور کسبِ حلال دونوں مساوی ہیں۔ نماز سے اللہ کے ساتھ تعلق پیدا ہوگا۔ یہ تعلق دل میں خدا کی گرفت سے خوف اور اس کے کرم پر ڈھارس بندھائے گا۔ انسان روزی حاصل کرنے میں دغا و فریب سے دوسروں کا حق مارنے کی کوشش نہ کرے گا۔ جس سے اس کی دنیا سنورے گی۔ اور عقبیٰ میں اس دنیا کے اعمال اس کے کام آئیں گے۔

چونکہ دنیا میں انسان کو ہر راحت و آسائش سے بہرہ مند رکھنا ہے اس لیے ذاتِ باری نے شب کی نیند کو بھی اپنے انعاموں میں شمار فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وخلقنا کم ازواجا وجعلنا نومکم سباتا وجعلنا اللیل لباسا وجعلنا النهار معاشا ○ (۷۸: ۸۔ ۱۱)	اے انسانو! تمہاری تسکینِ خاطر کے لیے ہم نے تمہیں دو طبقوں میں تقسیم فرما دیا (یعنی) مرد اور عورت میں (پھر دیکھو!) تمہارے لیے نیند میں کیسی کیفیت پیدا کر دی۔ شب کو تمہارے لیے لباس بنا دیا اور دن کو روزی حاصل کرنے کا ذریعہ ٹھہرایا۔

قرآنِ مجید کے اندازِ بیان میں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ جس شے کی اہمیت اس کے نزدیک زیادہ ہے۔ اس کا تذکرہ بھی زیادہ فرماتا ہے۔ چونکہ شب بھر کی پوری نیند پر صحت اور طولِ عمر دونوں کا مدار ہے۔ اس لیے اس انعام کا تذکرہ یوں بھی فرمایا کہ جو سایہ صبح صادق سے لے کر سورج نکلنے تک ہر طرف پھیلا ہوا نظر آتا ہے اسے بھی ذاتِ باری نے اپنے انعامات میں شمار کیا۔ پھر آفتاب عالمتاب اسی سائے کو جس شاہانہ کروفر کے ساتھ اپنے جلو میں لے کر نکلتا ہے۔ اسے بھی اپنا احسان بتایا۔ پھر سائے اور آفتاب دونوں کا آنے والی رات کی تاریکی سے ڈر کر منہ چھپا لینے کو بھی اپنے لطف و کرم سے تعبیر کیا۔ پھر رات میں جی بھر کر سوئے رہنے کے بعد دن میں طلب معاش کے لیے دوڑ دھوپ کو بھی اپنی ہی مہربانی سے خطاب فرمایا:

الم ترالی ربک کیف مدالظل ولوشاء لجعله ساکنا ثم جعلنا الشمس علیه دلیلاً ○ ثم قبضنه الینا قبضاً یسیرا ○ وهوالذی جعل لکم الیل لباسا والنوم سباتا وجعل النهار نشورا ○ (۲۵: ۴۵۔ ۴۷)	(اے انسانو!) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے سائے کو (طلوعِ فجر سے لے کر سورج کی آمد تک) کس طرح بکھیر رکھا تھا۔ پھر سورج نکلا تو سائے کو اسی طرح مسلط نہیں رہنے دیا۔ بلکہ اسے سورج کے تابع فرمان بنا دیا (وہ جس طرف چاہتا ہے اسے اپنے ساتھ لیے پھرتا ہے) (پھر شام ہونے کو آئی) تو اللہ نے سائے کو پہلے سمیٹا۔ پھر رات کی تاریکی کو تمہارے لیے پردہ بنا کر لٹکا دیا۔ پھر اس رات میں نیند (جیسی نعمت) کو تمہارے سکون و راحت کا سبب بنایا۔ (جس کے بعد) پھر دن میں سایہ اسی طرح آفتاب کے ہمرکاب رہنے لگا۔ تاکہ تم روزی کی طلب میں سایہ اور دھوپ دونوں سے فائدہ حاصل کرتے رہو۔“

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شب میں پوری نیند سے راحت حاصل کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشا کی نماز سے قبل سونے سے اور اس کے بعد بیکار باتیں کرنے سے منع فرما دیا۔

سرورِ کائنات نے نیند کے آداب میں مندرجہ ذیل طریقوں کی بھی ہدایت فرمائی:

(۱) باوضو سوئے (۲) پہلے دائیں پہلو پر لیٹے (۳) پیٹ کے بل نہ سوئے (۴) ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھ کر لیٹنا تکبر ہے۔ (۵) سونے سے قبل کھانے پینے کی چیزوں کو ڈھانک دیجئے اور (۶) گھر میں آگ روشن رکھ کر نہ سوئیے۔

توبہ

اپنی خطا اور تقصیر پر پشیمان ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کرنا اور خود اس غلطی کو ترک کر دینا ''توبہ'' ہے۔

والذین اذا فعلوا فاحشۃ اوظلموا انفسھم ذکروااللہ فاستغفروا لذنوبھم ومن یغفرالذنوب الا اللہ ولم یصروا علی مافعلوا وھم یعلمونo (۲:۱۳۵)

جن لوگوں سے علانیہ گناہ سرزد ہوا۔ یا درپردہ (مگر) انہوں نے اللہ کے حضور میں معافی مانگی اور خدا کے سوا گناہوں کا معاف کرنے والا اور کون ہے؟ (اور معافی مانگنے کے بعد) ان لوگوں نے پھر گناہ نہ کیا اور وہ جانتے ہیں (کہ معافی مانگنا اور گناہ کرتے رہنا کچھ سودمند نہیں)

اور فرمایا:

فمن تاب بعد ظلمہ واصلح فان اللہ یتوب علیہ ان اللہ غفور رحیم o (۵:۴۹)

جس کسی نے گناہ کے بعد توبہ کی اور خود کو نیکی سے سنوارا۔ اللہ نے اس کی توبہ قبول فرمالی۔ واقعی اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے۔

توبہ میں جلدی کیجئے

موت تو ایسی یقینی چیز ہے جو کسی حالت میں ٹل نہیں سکتی۔ فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

این ماتکونوا یدرککم الموت ولوکنتم فی بروج مشیدة ۝ (۷۸:۴)

جس جگہ بھی تم جا چھپو موت تمہیں چھوڑ نہیں سکتی اگر چہ وہ (ایسا) گنبد بے در ہی کیوں نہ ہو (جس میں جانے کی راہ تک نہ ملے)

موت کے بعد تمام اعمال ختم ہو جاتے ہیں۔ رجوع اور توبہ کی ادنیٰ سے ادنیٰ گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن موت سے قبل۔۔۔ بعض ایسی بیماریاں بھی ملتی ہیں۔ جن کی وجہ سے توبہ کی توفیق باقی نہیں رہ سکتی۔۔۔ زبان بند ہو جاتی ہے۔ دماغ سوچنے کے قابل نہیں رہتا اور توبہ کا موقع نکل جاتا ہے۔ یا زبان بھی کام دے رہی ہے لیکن ہوش قائم نہیں۔ تب بھی توبہ کا وقت ختم ہو گیا ہے یا سب اعضا درست ہیں لیکن انسان ایسے جھمیلوں میں گھر گیا کہ اسے توبہ کا وقت نہیں ملتا (اگر چہ یہ بھی جنون ہی کا ایک شعبہ ہے کہ کرنے کے کام نظر انداز ہو گئے اور نہ کرنے کے کاموں میں اس قدر الجھاؤ بڑھ گیا) یہ اور ایسی ہی دوسری الجھنوں کی بنا پر قرآن مجید توبہ کے لیے ''قریب سے قریب'' کی ہدایت فرماتا ہے۔

انما التوبة علی الله للذین یعملون السوء بجماله ثم یتوبون من قریب فاؤلئک یتوب الله علیهم وکان الله علیما حکیما۝ (۱۷:۴)

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی توبہ پر متوجہ ہوتا ہے۔ جن سے گناہ تو ان کی بے خبری میں سرزد ہو گئے مگر توبہ کرنے میں انہوں نے جلد سے جلد کام لیا! وہی لوگ معافی کے قابل ہیں اور اللہ تعالیٰ عالم و صاحبِ حکمت ہے۔

نہ یہ کہ فرعون کی طرح جان لبوں پر آ پہنچی اور توبہ کی سوجھی! توبہ سے منشا تو یہ تھا کہ اپنے گناہوں کی آلودگی نیک عمل سے پاک کی جائے۔ پھر کیا قبر میں پہنچ کر تلافی کیجئے گا۔ قرآن مجید اس نکتہ پر کتنے حکیمانہ انداز میں فرماتا ہے!

ولیست التوبة للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدهم الموت قال انی تبت الن. (۱۸:۴)

اور ان لوگوں کی توبہ قابلِ توجہ نہیں جو عمر بھر تو گناہ کماتے رہے مگر جونہی موت کو سامنے دیکھا تو کہنے لگے۔ ''اے ہمارے رب میں توبہ کرتا ہوں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توبہ رحمتِ الٰہی کا سبب اور رزق کی کثرت کا موجب ہے

نبی اللہ حضرت ہود علیہ السلام کے واقعہ میں ارشاد (قرآنی) ہے:

...... ویاقوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیه یرسل السماء علیکم مدراراً ویزدکم قوة الی قوتکم ولا تتولوا مجرمینo (۱۱:۵۲)

اے بھائیو! رب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو! اور توبہ کرو! جس سے وہ تمہارے اوپر خوب بارش برسائے گا۔ تمہیں ہر طرح سے قوت پیدا ہوگی اور تم مجرمانہ حرکتوں کو بند کردو۔

زندگی نام ہے سادہ طریق سے بسر کرنے کا اور سادگی میں ضروری ہے کہ انسان کا دامن اخلاقی برائیوں سے پاک ہو۔ تاکہ وہ یکسورہ کر اپنی زندگی کو تابناک بنائے جو گناہوں سے آلودہ ہوکر اس قدر گھناؤنی ہو جاتی ہے کہ وہی زندگی بعض اوقات انسان کو خودکشی پر آمادہ کرلیتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲)

نہ کرنے کے کام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قطع رحمی

رشتہ داروں ہی سے نہیں بنی آدم میں کسی کے ساتھ بیر باندھ لینا ان کے ستانے اور دُکھ پہنچانے کے منصوبے سوچتے رہنا کون سی بھلائی ہے۔ پھر خداوند عالم نے جن کے ساتھ محبت اور احسان کی تعلیم فرمائی ہے۔ ان کے ساتھ برائی کرنے میں کیونکر اچھا صلہ مل سکتا ہے۔ قرآنِ پاک میں فاسقوں کی مذمت کے تذکرہ میں قطع رحمی کرنے والوں کا شمار بھی اسی (فاسقوں کی) ٹولی میں کیا گیا ہے۔

الذین ینقضون عهدالله من بعد میثاقه ویقطعون ما امر الله به ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئک هم الخاسرونo (۲:۲۷)

جنہوں نے عہدِ میثاق کو پارہ پارہ کر ڈالا اور جن کے ساتھ انہیں صلۂ رحمی کا حکم دیا گیا تھا ان سے قطع رحمی کر بیٹھے۔ یہ تمام عالم میں فساد کی آگ بھڑکاتا ہے۔ جس میں ان کا اپنا ہی نقصان ہے۔

کلامِ الٰہی میں منافقوں سے نفرت ہے اور ان پر لعنت اسی لیے ہے کہ وہ زبان سے ایمان اور اسلام کا اقرار کرتے ہیں۔ مگر ان کے دل اس رشتۂ قرآنی کو ہر وقت قطع کرنے پر تلے رہتے ہیں۔

المنافقون و المنفقت بعضهم من بعض یامرون بالمنکر وینهون عن المعروف ویقبضون ایدیهم نسوا الله فنسیهم ان المنافقین هم الفاسقونo وعدالله المنفقین و المنفقت و الکفار نار جهنم خالدین فیها هی حسبهم ولعنهم الله ولهم عذاب مقیمo (۹:۶۷۔۶۸)

منافق مرد اور عورت سب کے سب بے فرمانی میں یکساں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک برائی کی تلقین اور بھلائی سے منع کرتا ہے۔ ہر ایک اپنے ہاتھ کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکتا ہے' انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا ہی دیا ہے۔ پس اللہ نے بھی انہیں چھوڑ دیا ہے (یہ) منافق گناہوں میں سرمست ہیں (اسی وجہ سے) اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ منافق مرد اور عورت اور کفار ہر ایک کی سزا جہنم ہے۔ جس میں وہ سدا پڑے رہیں گے۔ ان کی سزا ہی یہ ہے۔ اور ان پر اللہ کی لعنت ہے اور ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جس طرح منافقوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور عذاب دائمی ہے۔ اسی طرح عوام و خواص ہر ایک سے قطع محبت کرنے پر اس کی لعنت ہے۔ خیال رہے کہ قرآنی ہدایت میں رحم و قربت صرف رشتہ داروں کے لیے ہی نہیں بلکہ۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا
کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا

فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھمO (۴۷: ۲۲، ۲۳)

کیا تم اس موقعہ کے انتظار میں بیٹھے ہو کہ تمہیں سربراہی دی جائے اور تم زمین میں فساد مچا دو اور قطع رحمی شروع کر دو۔ (اے لوگو!) ایسے اشخاص پر اللہ نے لعنت فرمادی اور انہیں قبولِ حق سے بے بہرہ کر دیا اور راہِ ہدایت دیکھنے سے اندھا کر دیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ خلقِ دنیا سے فارغ ہوا تو آخر میں ''رحم'' کو پیدا فرمایا۔ اس وقت رحم عرض گزار ہوا۔ یا اللہ! اگر کوئی شخص میرے ساتھ تعلق قطع کر دے۔ اس کی کچھ سزا بھی ہوگی؟ اللہ پاک نے فرمایا: اس مردود کی سزا یہ ہے کہ میں بھی اس سے قطع تعلق کر لوں گا۔'' یہ فرمانے کے بعد نبی کریمؐ نے اوپر کی آیت تلاوت فرمائی۔

اور حسنِ سلوک کے معاملہ میں مسلمان اور کافر رشتہ دار میں کوئی امتیاز نہ چاہیے۔ بجز اس کے کہ کافر رشتہ دار کو ترکہ میں حصہ نہ ملے گا۔ ورنہ دوسرے سلوک اس کے ساتھ مساوی کیے جانا چاہئیں۔

۳۱۱۔ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ایک یہودی قرابت دار کے لیے ایک جائیداد وقف کی۔

۳۱۲۔ قطع رحمی پر عالمگیر قحط کا تازیانہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کے ساتھ قطع رحمی کی۔ جوان کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مار پیٹ کر کنوئیں میں پھینک دیا۔ پھر اپنا غلام بنا کر سوداگروں کے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔ ۔۔۔مگر اب دوسرا دور پلٹا۔ پورے ملکِ کنعان پر قحط کی وبا چھا گئی اور حضرت یوسفؑ کے ہاتھ میں قدرت نے غلہ کی چابیاں دے دیں۔ آپ کے وہ بھائی بھی غلہ کی بھیک مانگنے اسی بادشاہ مصر کے پاس آئے۔ جو کسی وقت انہی بھائیوں کی قطع رحمی کا شکار بن چکا تھا۔ مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ تو حضرت یوسفؑ ہیں۔ تو ان کے سامنے زمین پر گر کر معافی مانگی۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس علاقہ سے قحط کی وبا اٹھالی! کیونکہ انہیں قطع رحمی کی سزا مل چکی تھی۔

۳۱۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے ایک صحابی نے عرض کیا ''میرے رشتہ دار ہیں۔ جن کے ساتھ میں ہمیشہ بھلائی کرتا ہوں۔ مگر وہ بدی سے ہاتھ نہیں روکتے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا تم ان کے منہ میں راکھ بھرتے رہو اور جب تک تم ان پر احسان کرتے رہو گے۔ خدا کی طرف سے تمہاری مدد جاری رہے گی۔

قتل ناحق

اللہ تعالیٰ نے عالمِ کون و مکاں خلق فرمایا اور اس میں قسم قسم کے گل اور بوٹے پیدا کیے۔ دریا بہائے۔ زمین کی تہہ سے صاف و شفاف پانی کے چشمے ابلوائے۔ آسمان سے مینہ برسایا۔ یہ سورج اور چاند گرمی اور نور کے دو نورانی چشمے خلق فرمائے۔ کھانے کے لیے انواع و اقسام کے غلے، میوے اور ہر موسم میں نئی نئی قسم کے پھل پیدا فرمائے۔

متاعا لکم و لا نعامکم (۷۹: ۳۳)

اے انسانو! تم خود بھی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہو اور تمہارے مویشی بھی۔

کہاں تک بیان کیجئے!

وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا ان اللہ لغفور رحیمo (۱۶: ۱۸)

تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کسی طریق حساب سے کیوں نہ کرو ان پر احاطہ ناممکن ہے۔ واقعی اللہ غفور و رحیم ہے۔

یہ سب کچھ بنی آدم کے آرام و آسائش کے لیے پیدا کیا۔ جس انسان کو پاک پروردگار نے نہایت اچھی ساخت میں خلق فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ٥ (۹۵:۴) بلاشبہ ہم نے انسان کو نہایت اچھی ساخت میں خلق فرمایا:

پھر جس کے لیے خداوندِ کون و مکان نے عالم اور اس کی یہ نعمتیں پیدا کیں۔ اس انسان کو ذرا سی بات پر جان سے کھو دینا کہاں کی شرافت ہے۔ اپنے کنبہ پر بھی کوئی ہاتھ صاف کرتا ہے!

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند
کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

۳۱۴۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہدِ خلافت میں ایک شخص کو گشت کے سپاہی پکڑ لائے۔ اس کے ہاتھ میں خون سے لتھڑی ہوئی چھری تھی۔ آستینیں چڑھی ہوئی اور دونوں بانہیں کہنیوں تک خون آلودہ! وہ جس وقت گرفتار ہوا اس کے سامنے ایک مقتول انسان کی لاش تھی۔ حضرت علیؓ نے پوچھا تو اس نے فوراً اقبال جرم کر لیا۔ اس پر امیر المومنین نے اسے جلاد کے سپرد کر دیا مگر اچانک ایک اور شخص بھاگتا ہوا آیا اور اس نے بیان دیا کہ یہ شخص مجرم نہیں بلکہ اس مقتول کا قاتل میں ہوں۔ اسے چھوڑ دیجئے اور مجھے جلاد کے حوالے کیجئے۔ حضرت علیؓ نے اس آنے والے سے حقیقتِ حال دریافت فرمائی تو اس نے عرض کیا:

"امیر المومنین! میں قلاش ہو چکا ہوں۔ آج شب کو اس نیت سے گھر سے نکلا کہ کہیں سے کچھ مل جائے۔ تو یہ شخص (مقتول) مجھے مل گیا اور میں نے اسے پچھاڑ کر قتل کر ڈالا۔ اتنے میں آپ کے گشت کے سپاہی آ نکلے۔ انہیں دیکھ کر میں تو ایک طرف دبک گیا۔ مگر یہ غریب جسے آپ نے جلاد کے سپرد فرمایا ہے' کہیں سے آ نکلا اور مقتول کی نعش کے پاس پیشاب کرنے کے لیے بیٹھ گیا۔ اندھیر شب تھی لاش پر اس کی نظر نہ پڑی مگر سپاہیوں نے اسے لاش پر بیٹھا دیکھ کر گرفتار کر لیا۔ امیر المومنین! میں اس لیے حاضر ہوا ہوں ایک انسان کی جان تو میں نے ناحق ختم کر ہی دی۔ یہ دوسرا میری وجہ سے کیوں مارا جائے۔ اسے چھوڑ کر آپ مجھے جلاد کے حوالے فرمایئے۔"

حضرت علیؓ نے اس دوسرے شخص سے پوچھا تو اس نے عرض کیا "میں قصاب ہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شب کو اپنے باڑے میں گائے ذبح کر رہا تھا اور مجھے بول کی ضرورت پیش آئی۔ مذبح میں پیشاب کرنا شریعت میں منع تھا۔ میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ چھری بھی ہاتھ میں لیتا آیا کہیں رکھ کر بھول نہ جاؤں۔ اندھیری رات تھی میں زمین پر بیٹھ گیا۔ مگر مجھے معلوم نہ ہوا کہ میرے سامنے کوئی لاش پڑی ہے۔ گشت کے یہ سپاہی میرے قریب سے گزر رہے تھے وہ مجھے اور لاش کو دیکھ کر چونک اٹھے اور مجھے گرفتار کر لیا۔"

امیر المومنین نے فرمایا "مگر تو نے اس بے ساختگی سے اقبال جرم کیوں کر لیا۔ اس نے عرض کیا" صاحب! میرے ہاتھ میں خون آلودہ چھری تھی۔ آستینیں کہنیوں تک چڑھی ہوئیں۔ دونوں بانہیں لہو میں ڈوبی ہوئی۔ انسان کی لاش میرے سامنے! امیر المومنین! میں لاکھ قسمیں کھاتا کہ مجھے اس واقعہ کا علم تک نہیں مگر اسے کیونکر تسلیم کر لیا جاتا!"

اس وقت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ امیر المومنین نے ان سے فرمایا کیا فیصلہ کرنا چاہیے؟ ابن علیؓ نے عرض کیا۔ پہلا شخص تو بے قصور ہے ہی۔ اس نے قتل کیا ہی نہیں لیکن دوسرے شخص نے اگر ایک بے گنہ کو ناحق قتل بھی کر دیا ہے تو وہ ایک بے قصور شخص کی جان بھی بچا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

......ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعاo (۵: ۳۲)	اور جس نے کسی ایک انسان کو زندہ کیا اس نے پورے عالم کو زندگی بخشی۔

امام حسن کے مشورے اور قرآنی آیت کے لطفِ معنیٰ پر حضرت علیؓ نے مقتول کے وارثوں کو بیت المال سے دیت (معاوضہ) ادا فرما دی۔ پہلا شخص تو بے گناہ ہی تھا مگر دوسرے کو اس نکتہ پر رہا کر دیا کہ اس نے ایک بے گناہ شخص کو موت کے منہ سے بچا لیا۔

انسانی جان کی یہ حرمت! یا مسلمانوں ہی کا یہ حال ہو! شرک کے بعد جس گنہ کی سزا ابدی جہنم ہے۔ مسلمان کا قتل ناحق ہے۔ پھر جہنم کی سزا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا غضب اور لعنتِ مزید ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومن یقتل مؤمنا متعمدًا فجزآءہ جھنم خالدا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعدلہ عذابا الیماً ۝ (۴: ۹۳)

اور جس کسی نے مومن کو ناحق قتل کر ڈالا اس کی سزا سدا کے لیے جہنم ہے اور اللہ کا اس پر غضب ولعنت مزید برآں اور اس پر عذاب دردناک مزید۔

۳۱۵۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جب خارجیوں کے ساتھ جنگ کی (اور اس میں دونوں فریق مسلمان ہی تھے) جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ ایک شخص نے آپ سے اعتراضاً کہا کہ "آپ ان کے ساتھ مل کر نماز کیوں پڑھتے ہیں۔ یہ تو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا:

"...... جو شخص "حی علی الصلوٰۃ" پکارے گا۔ میں اس کی دعوت قبول کروں گا اور جو شخص "حی علی الفلاح" کہے گا۔ میں اس کی دعوت بھی قبول کروں گا۔ لیکن جو شخص یہ کہے کہ "آ ؤ مسلمانوں کو قتل کرو اور ان کا مال لوٹو" میں اس سے انکار کر دوں گا۔

۳۱۶۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بہادری اور تیزی دونوں حد سے بڑھی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک قوم کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ دہقانی تھے۔ دور سے حضرت خالد اور ان کی فوج کو دیکھ کر کہنے لگے کہ "ہم نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے۔" خالد سمجھے کہ یہ اسلام سے بیزاری دکھا رہے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنے پہلے مذہب کو چھوڑنے کا اعلان کر رہے تھے۔ حضرت خالد نے سب کو گرفتار کر لیا۔ اور سپاہیوں سے فرمایا کہ اپنے اپنے قیدیوں کو قتل کر ڈالیں۔ بعض نے اس حکم کی تعمیل میں اپنے مقبوضہ قیدیوں کو قتل کر ڈالا اور بعض نے قتل کرنے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سنا تو حضرت خالد پر سخت ناراضی کا اظہار فرمایا اور آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر عرض کیا "یا اللہ! میں خالد کے اس فعل سے بری ہوں۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سزائے قتل میں بھی قتل ناحق کا خطرہ ہے

ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطنا فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا ٥ (۱۷ : ۳۳)	بغیر اس شخص کے جس کا خون حکم الٰہی کے مطابق حلال ہو کسی اور کو مت قتل کرو اور اگر کوئی شخص بے گناہی میں مارا جائے تو اس کے وارثوں کے لیے ہم نے غلبہ کی صورت بنا دی ہے۔ مگر وارث غلبہ کے زعم میں اصل قاتل کے سوا کسی اور کی جان نہ کھو دیں۔ مقتول کے وارث کی تو مدد کی جا رہی ہے۔"

اس آیت میں قتل ناحق کی دو صورتیں یہ ہو سکتی ہیں:

(۱) قاتل سے از خود انتقام نہ لیا جائے۔ یہ امام دعدالت کا منصب ہے جس کے صدور فیصلہ کے بغیر کچھ نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) مقتول کے وارث اصل قاتل کی بجائے کسی اور کو عمداً مجرم بنا کر قصاص لیں تو یہ بجائے خود حرام ہے کیونکہ یہ نیا شخص تو مقتول کے معاملہ میں بری الذمہ ہے۔

یہ احکام مسلم و غیر مسلم دونوں کے لیے مساوی ہیں۔ قرآن اپنے غیر مسلم ساتھیوں اور ہمسایہ ملکوں کے غیر مسلم باشندوں کے قتل ناحق سے بھی منع فرماتا ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ مسلمان اگر مسلمان کو ناحق قتل کر دے تو اس کی سزا ابدی جہنم بھی ہے لیکن غیر مسلم کے قاتل کی یہ سزا کیوں نہیں؟ غیر مسلمان کے لیے اس پر شکوہ کی گنجائش نہیں۔ یہ عاقبت کی سزا کا معاملہ ہے۔ جہاں مسلمان اور غیر مسلمان یک جا نہ ہوں گے! دنیا میں مسلم و غیر مسلم معاشرتی سنجوگ ہے۔ اس لیے قرآن مجید معاشرہ کے حقوق میں جس حد تک مسلمانوں کا طرف دار ہے۔ اسی حد تک غیر مسلم کا بھی نگہبان ہے۔

ظلم

کسی شے کا اس کے اصل مقام سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینا ظلم ہے اور سب سے بڑا ظلم خدا کی خدائی میں کسی غیر کو حصہ دار بنا لینے میں ہے۔: یابنی لاتشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم ٥ (۳۱:۱۳) (حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے نورِ نظر اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ شرک تو سب سے بڑا ظلم ہے۔)

ظلم گمراہی ہے

قرآنی تعلیم کہ عین اخلاق و زندگی ہے۔ احکامِ الٰہی سے سرتابی کو ظلم سے تعبیر کرتی ہے۔ کیونکہ ہدایت کی بجائے گمراہی بھی ظلم ہی ہے۔

کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم وشھدوا ان الرسول حق وجاء ھم البینت واللہ لایھدی القوم الظلمین o (۳:۸۶)	اللہ تعالیٰ اس قوم کو کیونکر کامیاب زندگی بخش دے جو اس پر ایمان لانے اور رسول کی رسالت کا اقرار کرنے اور واضح تر آیات اترنے کے بعد پھر انکار کر بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ ظالموں کو ہدایت کی راہ نہیں بخشتا۔

ذیل میں لکھی گئی آیت کے آخری جملہ (لکیر کشیدہ) سے جو نتیجہ نکل سکتا ہے اس کا فیصلہ میں ان لوگوں پر چھوڑتا ہوں۔ جن کے سامنے (میری طرح) قرآن مجید قابل عمل ہے۔

فاما الذین کفرو فاعذبھم عذابا شدیدا فی الدنیا والاخرۃ وما لھم من ناصرین o واما الذین امنوا وعملوا الصلحت فیوفیھم اجورھم واللہ لایحب الظالمین o (۳:۵۶.۵۷)	لیکن جن لوگوں نے کفر اختیار کیا۔ انہیں میں (اللہ تعالیٰ) دنیا و آخرت دونوں میں ایسا سخت عذاب کروں گا کہ جس سے ان کا کوئی حمایتی انہیں بچا نہ سکے گا لیکن جو لوگ ایمان دار ہیں اور نیک عمل ان کا دستورِ زندگی ہے ان کے اعمال کے بدلے انہیں دونوں جہان میں پورا اجر ملے گا۔

جس کی دوستی اور محبت سے اس ''جانِ جاں'' نے ہاتھ کھینچ لیا۔ اس فرد یا قوم کا کیا انجام ہوگا؟ پھر دیکھو! اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چند امور میں آزمایا۔ اور وہ ان آزمائشوں میں پورے اترے۔ اس کے بعد ان سے فرمایا کہ ''اے ابراہیمؑ میں تجھے تمام عالم کی پیشوائی کا منصب بخش رہا ہوں۔'' حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا ''پروردگارِ عالم! کیا میری اولاد بھی اس مرتبہ سے سربلند ہوگی؟'' تب خدا نے فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہاں! ہاں! جو شخص پاک سرشت اور نیک اعمال سے بہرہ ور ہوگا۔ اسے بقدرِ ہمت پیشوائی سے حصہ بھی ملے گا۔ مگر ظلم پیشہ لوگ کسی بلند مرتبہ سے سرفراز نہ ہوں گے۔ (1)

پس ظلم کے معنیٰ کفر کے بھی ہیں اور یہ بھی ظلم ہی ہے کہ دین کے بعض حکموں کو تسلیم کر لیا جائے اور کسی حکم سے انکار کر دیا جائے۔ (اسی طرح ایک دوسرے کا حق مار لینا بھی ظلم ہے جس میں دل آزاری کی بات سے لے کر ہر وہ سلوک ظلم ہے جو انصاف و عدل کے خلاف ہو۔ کسی کے ذمہ دو فریقوں کا معاملہ پیش کیا گیا مگر اس نے جان بوجھ کر مظلوم کا حق ظالم کی جھولی میں ڈال دیا۔ ایک شخص کے پاس امانت کے طور پر کوئی راز یا چیز رکھ دی گئی۔ مگر یہ راز اس نے غیر سے بتا دیا اور اس چیز میں سے پوری یا اس کا ذرا سا حصہ کتر لیا۔ یا اگر وہ محض استعمال کی شے ہے تو امانت دار نے اسے اپنے کام میں لانا شروع کر دیا۔ (مثلاً کوئی سواری یا عام استعمال کی چیزیں) یہ تمام ظلم کی قسمیں ہیں۔ جن سے قوموں میں باہمی اعتماد ختم ہو کر ایک دوسرے سے بدگمانی 'نفرت' کینہ اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے قرآن مجید جابجا (واللہ لایحب الظلمین ٥ (۲) ان اللہ لایھدی القوم الظالمین ٥ (۳) لاینال عھدی الظالمین (۴) اور ان لعنۃ اللہ علی الظالمین ٥ (۵) اور کون شخص بدنصیب تر ہے اس خانہ برباد سے جو اللہ کی محبت سے محروم ہو۔ یا جس کی دستگیری سے خدائے دو جہان اپنا ہاتھ کھینچ لے۔ یا وہ اللہ تعالیٰ کے عہدِ خلافت سے محروم ہو جائے۔ حتیٰ کہ وہ خدا تعالیٰ کی لعنت کا مستوجب قرار پائے۔

صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے اسی قرآن (ہادی) کو اپنا رہبر بنایا اور دنیا پر اسلام کی مہربانی اور عدل و انصاف کا سکہ قائم فرما دیا۔

۳۱۷۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں فرمایا۔ ''میں نے عاملوں کو اس لیے مقرر نہیں کیا کہ وہ تمہارے منہ پر طمانچے ماریں۔ تمہارے مال ضبط کر لیں۔ میں

۱۔ یہ مفہوم ہے۔ اس آیت کا (پارہ الم سے) کہ واذابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلك للناس اماما قال ومن ذریتی؟ قال لاینال عھدی الظلمین ٥ (۲:۱۲۸)

(۲) اور اللہ تعالیٰ ظالموں کا دوست نہیں (۳) فی الحقیقت اللہ تعالیٰ ظلم پیشہ قوم کو کامیابی نہیں بخشتا (۴) فی الحقیقت میرا (اللہ کا) عہدِ خلافت ظالموں کو حاصل نہیں ہوتا۔ (۵) بلاشبہ اللہ کی لعنت ظالموں پر برستی رہتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعلان کرتا ہوں کہ جس شخص کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا ہو۔ اسے میرے سامنے بیان کرنا چاہیے تاکہ میں ظالم سے قصاص لوں!"

حضرت عمرو بن العاص جو مصر کے عامل اور فاتح تھے۔ اس موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا۔ "اگر کوئی عامل رعایا کے کسی فرد کو اس کے واقعی جرم پر سزا دے۔ تب بھی آپ اس سے قصاص لیجئے گا؟"

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "ہاں! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر اس نے غلطی سے ایسا کیا ہے تو میں کیوں اس سے قصاص نہ لوں گا۔ جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ سے بھی قصاص لیا گیا۔"

چنانچہ حضرت عمرؓ کے عہد میں حج کے مجمع میں اس پر عمل بھی ہوا۔ امیر المومنین نے عام خطبہ دیا اور خطبہ میں فرمایا "جس شخص کو کسی عامل سے شکایت ہو۔ وہ اپنی شکایت کھڑا ہو کر پیش کرے۔" اور اسی وقت ایک شخص نے عامل کے خلاف استغاثہ کیا کہ اس نے مجھے ناحق سو کوڑے مارے ہیں!"

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "کیا تم بھی اسے سو کوڑے مارنا چاہتے ہو؟"

جناب عمرو بن العاص آڑے آئے۔ مگر امیر المومنین نے آج بھی وہی جواب دیا کہ "یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتِ گرامی پر بھی ایسا ہی کیا۔"

آخر کار عمرو بن العاص نے مستغیث کو فی تازیانہ دو اشرفی دے کر دو سو اشرفیوں پر اسے راضی کر لیا اور قرآنی تعلیم کے مطابق مستغیث کو قصاص و دیت دونوں کا اختیار ہے۔ نہ آج کل کے دستور کے مطابق کہ مجرم کی تو جائداد ضبط ہو سکتی ہے لیکن مقتول کے وارثوں کو اس میں سے کچھ بھی نہیں مل سکتا بلکہ تمام رقم خزانۂ سرکار میں داخل ہوتی ہے۔ قرآنی دستور معاشرہ کو دیکھئے اور ان قوانین انصاف پر نظر رکھئے۔ کس قدر تفاوت ہے!

اِنتقام

دشمن سے اس کی زیادتی کا معاوضہ (بدلہ) لینا انتقام ہے۔ مگر قرآن مجید جیسے رہبر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہدایت کیجئے۔ اسی قدر بدلے کا حق دیتا ہے جس حد تک کسی نے زیادتی کی ہو۔

جزآء سیئة سیئة مثلھا. (۴۲:۳۸) برائی کا بدلہ اسی قدر برائی ہے۔

یہ نکتہ ملحوظ خاطر رہے کہ زیادتی و تعدی کو قرآن مجید میں برائی بتایا گیا ہے لیکن آیت مذکورہ کے ساتھ ہی دوسرے جملہ میں قرآن نے وہ نکتہ بتایا کہ اگر ذہن میں بیٹھ جائے اور اس پر عمل کی توفیق مل سکے تو برائی کرنے والا ہمیشہ کے لیے آپ کا حمایتی اور وفادار بن جائے۔

ظاہر ہے کہ انتقام (بدلہ) ناجائز نہیں۔ اس سے آئندہ کے لیے ظلم کرنے والے کا ہاتھ رک جائے گا اور دوسروں کو بھی عبرت ہوگی۔ مثلاً کسی نے غصہ میں آکر ایک شخص کا دانت توڑ دیا۔ اب قرآنِ مجید اسے یہ حق دیتا ہے کہ تم بھی اس کا وہی دانت توڑ سکتے ہو جس طرح اس ستم پرور نے تمہارا دانت توڑا!

وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص. ٥ (۵:۴)

اور ہم (اللہ) نے اس (تورات) میں فرما دیا کہ (انتقام میں) قتل کے بدلے قتل ہے۔ آنکھ' ناک' کان اور دانت پر ایک کے بدلہ میں وہی عضو اور زخم کے معاوضہ میں زخم نہیں بلکہ مالی تاوان ہے۔

لیکن انتقام و قصاص (مالی تاوان) دونوں حالتوں میں اپنے مخالف یا اپنے مقتول کے قاتل کو معاف کر دیتے ہیں۔ قرآنِ مجید نے جو لطیف اشارے فرمائے ہیں۔ ان پر عمل کرنے میں کچھ اور ہی لطف ہے!

وجزآء سیئة سیئة مثلھا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ انہ لایحب الظالمین٥ (۴۲:۴۵)

زیادتی کا بدلہ اسی زیادتی کے برابر ہے (زیادہ نہیں!) لیکن جس نے معاف کر دیا اور صلح کر لی اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے جو ظالموں کا دوست دار نہیں۔

یہ آیت یہودیوں کے تذکرہ میں تورات کے احکام کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد ہوئی ہے۔ مگر امتِ محمدیہ کے لیے بھی اس کا حکم ویسے ہی بحال ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں فرمایا:

یاایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحربالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی.(۲:۱۷۸)

(مومنو!) قصاص لینا تمہارا حق ہے۔ قتل میں آزاد و غلام و عورت سب کا قصاص ہے۔

جس کا معاوضہ (اجر) وہ ارحم الراحمین اپنے ذمے ڈال لے۔اس کی خوش نصیبی میں کسے شبہ ہے اور کسی عضو کے ضرر یا قتل ناحق پر اسی قدر جزا یعنی انتقام ہے جس قدر مجروح و مقتول کے ساتھ برتا گیا۔مگر زخموں پر قصاص نہیں بلکہ معاوضہ مالی ہے کہ کان کے بدلے کان تو کٹوایا جا سکتا ہے۔مگر کسی زخم کی گہرائی اور پھیلاؤ کے بعینہٖ مطابق زخم یا گھاؤ نہیں دیا جا سکتا۔ممکن ہے مجروح کے زخم سے یہ گھاؤ بڑھ جائے۔اس لیے مطلق طور پر زخم کا معاوضہ مالی ہے اور یہ بجائے خود ایک عجیب سبق!

اس مسئلہ (قصاص) میں عرض یہ کرنا تھا کہ انتقام کا حق ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے یہ رعایت ملحوظ رکھی کہ اگر مجروح یا مقتول کے وارث حملہ آور اور قاتل کو اپنا انتقام بھی انہیں معاف کر دیں تو ان کی یہ مہربانی جس سے دوسروں کا کوئی عضو بدن محفوظ رہ جائے ان کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا اور اس معافی کا ثمرہ اسے کس موقعہ پر حاصل ہوگا؟

یوم یفر المرءُ من اخیه وامه وابیه وصاحبته وبنیه لکل امری منهم یومئذ شان یغنیه وجوه یومئذ مسفرة ضاحکة مستشرة ووجوه یومئذ علیها غبرة ترهقها قترة اولئک هم الکفرة الفجرة o (۸۰:۳۴:۴۲)

(اے لوگو) اس دن سے ڈرو! جب کہ ہر ایک بھائی' والدین اور اولاد شوہر اور بیوی سب ایک دوسرے کو دیکھ کر بھاگ نکلیں گے (تاکہ وہ اس سے تھوڑی بہت نیکی طلب نہ کر لے) ہر شخص اپنی مصیبت میں مبتلا ہوگا! کچھ لوگ اس روز ہشاش بشاش نظر آئیں گے۔ بعضوں کے چہرے گرد و غبار آلود ہوں گے اور بعض کے چہرے فرطِ غم سے کالے پڑ جائیں گے۔یہ لوگ کافر ہوں گے گناہوں سے آلودہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس جس شخص کو ایسے نازک موقعہ پر اللہ تعالیٰ سے عوضانہ مل سکے۔ اس کی ان مصیبتوں میں کمی واقع ہو سکے گی۔

ترکِ انتقام کے چند واقعات

۳۱۸۔ انتقام نہ لینے میں ایک وہ مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کا تذکرہ بچے بچے کی زبان پر ہے۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ! اور جن کے ترکِ انتقام ہی کے لیے قرآن کریم نے ان کا قصہ ''احسن القصص'' سے تعبیر فرمایا:

نحن نقص علیک احسن القصص بما اوحینا الیک ھذالقرآنo

(اب) ہم ایک نہایت اچھا قصہ اس قرآن کریم کے ضمن میں بیان فرماتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام پر ان کے بھائیوں نے کیا کیا ظلم ڈھائے۔ کم سن (یوسف) کو جی بھر کے پیٹ لیا۔ اس پر بھی کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ تو اٹھا کر انہیں کنوئیں میں ڈال دیا۔ وہاں سے ایک راہ گزر کارواں نے انہیں (حضرت یوسف کو) باہر نکالا۔ اب انہی بھائیوں نے آپ کو اپنا بھگوڑا غلام بتا کر چند کھوٹے (وہ بھی نجس) سکوں کے عوض میں فروخت کر دیا۔

آخر ان (برادرانِ یوسف) کی کردنی ان کے پیش آئی اور قدرت نے اسی مظلوم و معتوب بھائی کے در پر بھکاری بنا کر ان بھائیوں کو پہنچا دیا۔ عبرت کا مقام ہے کہ یوسف جیسے مہ پارا کم سن بھائی کو نکمی پونجی کے عوض میں سوداگروں کے ہاتھوں فروخت کرنے والے آج شہنشاہِ وقت (حضرت یوسفؑ) کے دربار میں غلہ حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوئے تو اپنے ہی منہ سے اپنی کم سرمایہ پونجی کا اعتراف ان لفظوں میں عرض کیا:

یاایھا العزیز مسنا واھلنا الضروجئنا ببضاعة مذجة فاوف لنا الکیل وتصدق علینا ان اللہ یجزی المتصدقینo (۱۲:۸۸)

(اے ہمارے بادشاہ ہمارا تمام گھر بھوکوں مر رہا ہے اور ہمارے پاس یہی نکمی پونجی ہے ہمیں اس کی قیمت سے کچھ زیادہ غلہ بطور صدقہ بھی عنایت فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والوں کو بہتر بدلہ دیتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر ان کے بھائی ہی تو تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو ضبط کا یارا نہ رہا اور ان سے فرمایا "تمہیں یہ بھی یاد ہے کہ یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ تم نے (بے خبری میں) کیا کیا برتاؤ کیا؟"

قال هل علمتم مافعلتم بيوسف و اخيه اذانتم جاهلونo (۱۲: ۸۹)

اس سوال پر ادھر کیا بیتی؟

جفائے یار پر چھایا ہے اک عالم ندامت کا
یہی تھا مدعا میری تمنائے شہادت کا

سب بھائی بیک زبان کہہ اٹھے۔ "حضور! آپ یوسف ہی تو نہیں؟"

قالوا ء انک لانت یوسف؟ (۱۲: ۹۰)

فرمایا: "ہاں میں یوسف ہی ہوں اور یہ دوسرا میرا بھائی ہے۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہے۔ جو شخص اس سے ڈرتا ہے اور مصیبت میں صبر کرتا ہے۔ اس کا اجر اللہ تعالیٰ رائیگاں نہیں فرماتا:

قال انا يوسف وهذا اخى قد من الله علينا انه من يتق ويصبر فان الله لايضيع اجر المحسنينo (۱۲: ۹۰)

آج وہ ظلم کیش اپنے مظلوم بھائی کے حضور سرنگوں بزبانِ قال و حال بہر دو انداز عرض گزار ہیں کہ...... "اللہ پاک نے آپ کو (اے یوسف) ہم پر برتری بخشی ہے۔ ہمارے قصور معاف فرمایئے ہم واقعی جناب کے معاملہ میں خطا کار تھے۔

تالله لقد اثرک الله علينا وان كنا لخاطئينo (۱۲: ۹۱)

ان کی ذلت انتہا تک پہنچ چکی تھی۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے انتقام سے درگزر کرتے ہوئے فرمایا:

لاتثريب عليكم اليوم يغفرالله لكم وهو ارحم الراحمينo (۱۲: ۹۲)

میں آپ لوگوں کو آج ملامت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے وہ بڑا رحم پرور ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گر زِ دست زلف مشکینت خطائے رفت رفت
و ز ہندوَت شما بر من جفائے رفت رفت
در طریقت خاطر کلفت نباشد باز آ
درمیانِ جان و جاناں ماجرائے رفت رفت

۳۱۹۔ اس طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ ہے۔ یہاں اور بھی نئے نئے ظلم ڈھائے گئے۔ دشمنوں کو قتل سے بھی گریز نہ تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ آخران کے ظلموں سے عاجز آ کر اپنے آباؤ اجداد کا بسایا ہوا لہلہاتا ہوا گلستان بیت الحرام چھوڑ کر ہجرت پر مجبور ہو گئے۔

مگر اب اس پیشین گوئی کا ظہور ہونے کو ہے۔

لااقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلدo (۹۰: ۱۔۲) اے نبی مجھے اس مکہ کی قسم ہے تم ضرور اس پر لوٹو گے۔

یہ تکمیل فتح مکہ کے روز ہوئی۔ رحمتِ دو عالمؐ بیت اللہ میں تختِ شہنشاہی پر نہیں بلکہ زمین پر جلوہ فرما ہیں۔ تمام اہلِ مکہ سر جھکائے سامنے کھڑے ہیں کسی کی گردن اوپر نہیں اٹھتی۔ ہر ایک کو اپنی کرتوت یاد ہے کہ ہم نے اسی بیت اللہ سے انہیں (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) کس طرح نکال دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے بیٹھے نہیں بلکہ دہلیز کعبہ سے ٹیک لگا کر کھڑے ہیں آپ نے ان سے فرمایا:

”آج آپ لوگوں کو مجھ سے کیا توقع ہے؟“

مجرمین مکہ نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا:

”آپ خود ہمارے اچھے بھائی ہیں اور ہمارے اچھے بھائی کی یادگار ہیں۔
ہمیں آپ کی طرف سے نیک سلوک کے سوا کسی اور امر کا اندیشہ نہیں۔“

آنحضرتؐ نے فرمایا ”میں تم سے وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا:۔۔۔کہ ”آج میں تمہیں کوئی ملامت نہیں کرتا۔“ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذهبوا انتم الطلقآء. جائیے آپ لوگ آزاد ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل مکہ اپنے مظلوم بھائی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ترکِ انتقام دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہوگئے اور آج آپ کو خدا کا سچا رسول سمجھ کر سب کے سب اسلام لے آئے۔

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

چوری

جائز طور پر روزی حاصل کرنے سے جی چرانا مگر دوسروں کے مال و دولت پر نظر رکھنا کہ ان کی آنکھ بچے اور باندھ کر لے جائیں۔ یہ چوری و سرقہ ہے۔ غریب (مالک) نے کن مشقتوں سے مال حاصل کیا اور اسے کن ضرورتوں کے لیے جمع رکھا۔ وہ (مالک) اس (مال) سے اپنے بچوں کو پالے گا۔ ان کی تعلیم و تربیت پر خرچ کرے گا لیکن ایک نالائق و بے رحم انسان نے اس کا مال چرا کر اس کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے۔

سرقہ (چوری) سوسائٹی کا نہایت قبیح جرم ہے۔ ایسے مجرم کسی مجلس میں برملا بیٹھ نہیں سکتے (ان کی توقیر کا تو سوال ہی نہیں) اس پیشہ کے لوگ خود بھی لوگوں سے چھپتے پھرتے ہیں۔ قرآن پاک میں چوری کی سزا ہاتھ کٹوا دینا ہے۔

والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم○ (۵:۳۸)	چور مرد ہو یا عورت' ان کا ہاتھ کٹوا دو۔ یہ سزا ہے ان کے جرم کی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور خداوند عالم غالب و حکیم ہے۔

آیت کے آخری لفظ ''عزیز'' کے معنی غالب ہے بدلہ لینے میں' جامع البیان (۹۹) نے لکھے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے چور سے اپنے بندے کا مال چرانے پر انتقام لیا۔ پس جس جرم کا انتقام خداوند عالم بندوں کی طرف سے خود لے۔ اس جرم کی قباحت کس حد تک ہے! اللہ تعالیٰ نے از حد خفگی میں جس ہاتھ سے چور نے سرقہ کیا۔ اس ہاتھ کو کٹوا دینا ضروری سمجھا۔ یہ پہلی مرتبہ سرقہ کی سزا ہے۔ اگر دوسری مرتبہ اس نے پھر چوری کی۔ دوسرا ہاتھ قلم کر دیا جائے۔ تیسری مرتبہ ایک پاؤں ٹخنوں تک اور چوتھی بار دوسرا پیر کٹوایا جائے گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ فرمائیں گے۔ دونوں ہاتھ کٹنے کے بعد پیروں سے کون سرقہ کر سکتا ہے۔ مگر یہ ذوقِ گناہ بھی رگ وریشہ میں اس طرح سرایت کر جاتا ہے جیسے۔

سر جاتا ہے سر سے تیرا سودا نہیں جاتا
دل جاتا ہے دل سے تیری الفت نہیں جاتی

۳۲۰۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک شخص اترا۔ جس کا ایک ہاتھ اور ایک پیر کٹا ہوا تھا .... وہ آپ کا مہمان تھا۔ شب بھر عبادت میں مشغول رہا۔ خلیفۃ المسلمین اس سے بڑے متاثر ہوئے۔ اس سے پوچھا ''آپ کے ہاتھ پاؤں کس نے کٹوا دیئے؟'' عرض کیا...... یعلی بن منیہ نے مجھ پر یہ ظلم ڈھایا ہے!'' حضرت ابوبکر نے فرمایا...... ''میں اس سے جواب طلب کروں گا کہ اس نے آپ جیسے عبادت گزار کو یہ دکھ کیوں پہنچایا؟

اسی دوران میں حضرت اسماء بنت عمیس کا زیور غائب ہو گیا۔ تحقیقات ہوئی۔ تو زیور ایک سنار کے پاس نکلا۔ اس سنار نے بیان دیا کہ ''وہی دست و پا بریدہ شخص میرے ہاں یہ زیور بیچ گیا ہے۔'' حضرت ابوبکر نے کہا...... ''چوری تو خیر بڑی چیز نہیں۔ مگر اس نے مجھے خوب دھوکا دیا!'' اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا دوسرا پاؤں بھی کٹوا دیا۔

آیت والسارق والسارقۃ...... کے آخری دو لفظ عزیز و حکیم قابل غور ہیں۔ جو معاشرہ کو چوروں کی دست برد سے پوری طرح محفوظ رکھنے کا ایسا پر تاثر عمل ہے' کہ جہاں ایک چور کے ہاتھ کٹوا دیئے گئے۔ پوری جماعت میں سرقہ کا ذوق ختم ہو گیا۔ مگر جن لوگوں نے اپنی عشرت انگیز تہذیب و تمدن کے ہیجان و سرور میں قرآنی سزاؤں کو خلاف تہذیب سمجھ کر ان سے اپنا دامن بچا رکھا ہے۔ انہیں در بار و نگہبان رکھنے کا دردِ سر لاحق' پھر یہی دربان اپنے مالکوں کے اموال پر ہاتھ صاف کرنے میں دلیر۔۔۔ ادھر جیل خانے جرائم کی اس طرح مستقل اور کامیاب تربیت گاہیں بنی ہوئی ہیں کہ:

گیا ہوں بعد مدت کے جو میں دیوانہ صحرا میں
پڑی ہے آبلوں کی آنکھ نوک خار پر کیا کیا

چوری کا سد باب ہو تو کیونکر ہو!

خلافِ تہذیب وہ کام تھے جو معاشرہ کے امن و عافیت میں نقب لگا کر اس کا امن و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکون سرقہ کرلیں۔ جیسا کہ موجودہ قوانین میں ان ہلکی پھلکی سزاؤں کے نتائج سے آج عالم میں کہیں کسی کو آرام وچین نہیں۔ نہ یہ کہ جو شخص بلا استحقاق دوسرے کا مال چرا لے اور اس کی بدکرداری کے انسداد کے لیے اس کا وہ عضو ہی قلم کر دیا جائے۔ جس سے اس نے معاشرہ میں یوں اضطراب و ہیجان پیدا کیا کہ محلّہ میں اگر ایک شخص کے ہاں چوری ہوگئی تو ہفتوں اہل محلّہ کو چین کی نیند نہ سو سکے۔ عورتیں اور بچے کئی کئی راتیں یونہی بلبلا کر چونک اٹھیں۔ اگر قرآنی تعزیر سے کام لیا جاتا۔ تو نتیجہ اس کے برعکس ہوتا اور وہ سکون وطمانیت اور چین وقرار ہوتا۔

نبیوں کے لائے ہوئے صحیفوں اور لیڈروں کے بنائے ہوئے قوانین میں یہی تو فرق ہے۔ اس طرف پوری انسانیت کے سکون وطمانیت کی فکر اور ادھر صرف یہ خیال کہ آج کے چند بھلے لوگ ہمیں برا کہہ لیں گے۔ لیکن فی الواقع بروں سے دامن بچانے کے لیے اگر ان کی برائیوں پر پوری گرفت کی گئی۔ تو ان کے ہاتھوں کہیں ہمارا انجام ہی خراب نہ ہو! ان قوانین پر جرائم پیشہ تہہ دل سے اپنے ان لیڈروں کی طرف یہ کہتا ہوا بڑھتا ہے کہ:

ہم بھی حاضر ہیں بندگی کے لیے
آپ کو ہو جو صاحبی کی ہوس

اور قرآنی دستور (قانون) کے خلاف ہر ایک قانون ساز کے دل میں یہی خوف ہے ورنہ آج کل کا ذوقِ سرقہ دوایک چوروں کے ہاتھ کاٹنے سے کیوں کر ختم نہیں ہوسکتا۔!

۳۲۱۔ عہدِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایک عورت نے چوری کی۔ مقدمہ رسالت پناہ کی عدالت میں آیا۔ ملزمہ بڑے گھرانے کی تھی۔ بعض لوگوں نے سفارش کرا کے اسے معاف کرانا چاہا اور اس سفارش کے لیے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو آمادہ کرلیا۔ جناب اسامہ حضرت زیدؓ کے فرزند ہیں۔ جو رسول اللہ کے آزاد کردہ اور متبنّی تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر عزیز تھے کہ آپ اپنے ہاتھ سے ان کی ناک صاف کرتے (ترمذی)...... حضرت اسامہؓ نے اس عورت کی سفارش کی۔ رسول کریمؐ کی عادت تھی کہ جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو عام خطبہ ارشاد فرماتے۔ اس معاملہ کو بھی آپ نے اہم ہی سمجھا اور یہ خطبہ فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"......پہلی امتوں نے دستور بنالیا تھا کہ جہاں کسی اونچے قبیلہ والے نے جرم کیا تو اس کی سفارش کر کے معاملہ رفع دفع کرالیا۔لیکن وہی جرم اگر کسی کمزور سے ہوگیا تو اسے سزا کی بھینٹ چڑھا دیا مگر سوگند بخدا! اگر فاطمہؓ بنتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرے۔تو میں اس کے ہاتھ کٹوانے میں بھی دریغ نہ کروں گا......اور آپ نے اس چور عورت کا ہاتھ کٹوا کر پھینک دیا! (صحاح ستہ)

مال مسروقہ کی مقدار جس پر ہاتھ کٹوایا جائے مندرجہ ذیل ہے۔حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین درہم مال کی چوری پر ایک شخص کا ہاتھ کٹوایا۔(متفق علیہ)

نوٹ:

(۱) درہم چاندی کا سکہ ہے تین درہم کا وزن آج کے تقریباً گیارہ ماشہ ہیں۔(ایک درہم مساوی ۳ ماشہ ۵ رتی۔پس ۳ درہم مساوی ۱۰ ماشہ ۷ رتی ہوئے۔راقم نے درہم کے گیارہ ماشہ احتیاطاً لکھ دیئے ہیں۔

(۲) متفق علیہ سے مراد وہ حدیث ہے جو ان ۶ کتابوں میں موجود ہو: (۱) صحیح بخاری (۲) صحیح مسلم (۳) سنن ابی داوٗد (۴) سنن نسائی (۵) جامع ترمذی (۶) سنن ابن ماجہ۔

بے حیائی

اچھے اخلاق میں عمدہ ترین صفت "حیا" ہے۔مرد ہو یا عورت جسے اس خوبی سے جس قدر کم حصہ ملا اتنا ہی اسے بدنصیب کہیے اور جس کسی کو شرم و حیا کا وافر حصہ مرحمت ہوا۔اس قدر اسے خوش نصیب کہیے۔حیا کے مقابلہ میں جو کچھ ہے اس کا نام لیتے ہوئے شرم آتی ہے اور کون شریف آدمی ہے جو ایسے الفاظ زبان پر لائے۔قرآن کریم جو بہترین اخلاق کا معلم ہے۔ہر قسم کی برائی اور گناہ سے بچنے کی تاکید فرماتا ہے۔کیوں کہ اس میں انسان کا بھلا ہے جس سے وہ دوسروں کی نظر میں عزت حاصل کرسکتا ہے۔

قل انما حرم ربی الفواحش ما ظهر منها وما بطن والاثم والبغي بغير الحق ۝ (۷:۳۲)

اے نبی! ان سے فرما دیجئے کہ میرے رب نے ہر قسم کی بے حیائی (درپردہ ہو یا برملا) اور ہر ایک گناہ اور سرکشی کو حرام فرما دیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ مشہور جملہ .... وہر چہ خواہی کن! بھی نبیوں ہی کا کلام ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان مما ادرک الناس من کلام النبوۃ الاولی: اذالم تستحی فاصنع ماشئت○ (بخاری)

پہلے نبیوں کی نصیحتوں میں سے ایک مقولہ یہ بھی ہے کہ بے حیاباش وہر چہ خواہی کن"

۳۲۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مشہور تھا کہ آپ حیا کا مجسمہ تھے۔ کبھی کسی پر طعن وتشنیع نہ فرماتے کہ یہ بھی شرم کے خلاف ہے۔ بازاروں سے گزرتے تو خاموشی کے ساتھ۔ قہقہہ کا تو کیا ذکر لب مبارک ہنسی تک سے پوری طرح آشنا نہ تھے ایسے موقعہ پر بھی زیر لب تبسم فرماتے۔

۳۲۴۔ حضرت ام سلمہؓ (ام المومنین) کی خدمت میں حمص (مقام) کی چند بیبیاں حاضر ہوئیں۔ مدینہ منورہ میں یہ مشہور تھا کہ حمص کی عورتیں حمام میں غسل کرنے جاتی ہیں۔ ام المومنین (حضرت ام سلمہؓ) نے ان بیبیوں سے دریافت فرمایا۔ تو حمص والی بیبیوں نے جواب میں عرض کیا۔ "کیا حمام بری چیز ہے؟"

حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو عورت دوسروں کے گھر میں غسل کرتی ہے خدا تعالیٰ اس کی پردہ دری کرتا ہے۔"

(کیونکہ اس وقت حمام میں بغیر ازار بند کے غسل کا رواج تھا اور مرد بھی حمام میں غسل کے لیے جاتے۔ اس سے وہ جگہ غیروں کا گھر قرار دیا گیا۔)

۳۲۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "شجر ایمان کی کی کچھ اوپر ساٹھ شاخیں ہیں۔ ان میں حیا بھی ایک شاخ ہے!"

۳۲۶۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حیا کا یہ عالم تھا کہ گھر کا دروازہ بند ہونے پر بھی غسل خانہ میں ازار بند کے بغیر نہ جاتے اور فرماتے "مجھے ایسی حالت میں جھک کر پانی لیتے میں شرم آتی ہے!

حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاریکی میں غسل فرماتے۔ اس پر بھی فرطِ حیا سے سیدھے کھڑے نہ ہوتے!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۲۷۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حمام کے لیے تشریف لائے۔ تو معلوم ہوا کہ ابھی ابھی اس میں یکے بعد دیگرے کئی اشخاص بغیر ازار بند کے غسل کر رہے تھے۔ آپ نے حمام کے مالک سے فرمایا۔ تو اس نے حمام پاک کر کے آپ کو اطلاع دی۔ مگر اب حضرت ابن عمرؓ نے پانی کو چھوا تو بے حد گرم تھا۔ فرمایا "کس قدر برا گھر ہے وہ جس سے حیا فسخ کر دی گئی ہے اور کس قدر اچھا گھر ہے وہ جس سے آدمی چاہے تو عبرت حاصل کرتا ہے۔ یعنی دوزخ کو یاد کر سکتا ہے!"

بدچلنی

مرد ہو یا عورت دونوں کے دامنِ عصمت کی نگہبانی کے لیے قرآنی ہدایات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے معاشرہ پر کس کس پہلو سے احسان فرمایا ہے حتیٰ کہ اس معاملہ کے ابتدائی مرحلوں پر بھی پوری پابندیاں (قرآن مجید نے) عائد کر دی ہیں مثلاً:

اپنے گھر کے سوا دوسروں کے ہاں جاؤ تو پہلے آواز دو! نہ کہ دراتے ہوئے کسی کے گھر میں چلے جاؤ۔ نہ معلوم گھر کی عورتیں کس حال میں بیٹھی ہیں۔ یہ معلوم ہونے کے بعد کہ غیر محرم (یا محرم ہی سہی) زنانہ میں تشریف لا رہے ہیں۔ محرم ہوگا تو وہ خود کو سنبھال تو لیں گی اور اگر غیر محرم ہوگا تو پردہ ہی کر لیں گی۔

یاایھا الذین امنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا. (۲۴:۲۷)

(مومنو!) دوسروں کے ہاں جاؤ تو پہلے گھر والوں سے اندر جانے کی اجازت حاصل کر لو۔ (اور اجازت کے بعد بھی) اندر قدم رکھنے سے قبل گھر والوں پر "السلام علیکم" (بآواز بلند) کہہ لو۔

لیکن اگر کسی نے اندر سے جواب ہی نہیں دیا تب؟

فان لم تجدوا فیھا احدا فلا تدخلوا ھا حتی یؤذن لکمo (۲۴:۲۸)

اور اگر اس گھر سے کسی نے آنے کی اجازت نہیں دی تو ان کی چوکھٹ کے اندر قدم مت رکھو!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ صرف یہ بلکہ اس احترام میں یہاں تک ارشاد ہوا کہ اگر وہ لوگ اس وقت ملاقات نہ کرنا چاہیں تو بلا مضائقہ واپس لوٹ آیئے:

وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھواز کی لکم واللہ بما تعملون علیم ٥ (۲۸:۲۴)	اور اگر تم سے اہل مکان یہ کہیں کہ اس وقت ملاقات نہ ہوگی۔ واپس تشریف لے جایئے۔ تو آپ یہی کیجئے یہ واپسی (اور آداب ملاقات اے مومنو! تمہارے (معاشرہ اور تمہاری ذات) کے لیے نہایت پاکیزہ ہیں اور پاک پروردگار تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

لیکن عام مہمان خانوں یا مردانہ نشست گاہوں کے لیے ان قواعد و آداب کی پابندی نہیں۔ بلکہ

لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونۃ ٥ (۲۹:۲۴)	عام مہمان خانوں میں بغیر اجازت کے چلے جانا کوئی معصیت نہیں!

کیونکہ وہاں ایسے امکانات و خطرات ہی نہیں۔ جن سے گناہ میں آلودگی کا اندیشہ کیا جا سکے۔

اسی طرح اپنا غلام یا خدمتگار ہے اور بالغ بھی ہے۔ تو اس کے لیے زنانہ میں آنے کے آداب وضوابط میں بھی انہی خطرات کا سدباب (قرآن مجید نے) ضروری سمجھا اور آج کل کے انداز کے مطابق ان (خدمتگاروں) کو گھروں میں آزاد نہیں چھوڑ دیا گیا۔ حیرت ہے کہ آخر گھر کے اصل افراد میں اس قدر نازکی کیوں فرض کر لی گئی ہے کہ بیشتر امور خانہ داری میں خدمت گار کے بغیر رہا نہیں جاتا۔ پھر زنانہ حصوں میں کام کرنے والے بھی مرد ہی ہیں آخر کیوں؟

ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا٥ (۱:۷٦)	انسان کو اپنا وہ دور بھول گیا جب کہ اس کے وجود کا نام و نشان تک نہ تھا)

یا عالمِ ہستی میں آنے کے ساتھ ہی یہ انانیت!...... پس خدمت گار یا غلام کے متعلق فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یاایھا الذین امنوا لایستاذنکم الذین ملکت ایمانکم و الذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلاث مرات.	اے مومنو! تمہارے بالغ یا کم سن خدمتگار (اور غلام (مرد یا عورت) ان اوقات سہ گانہ میں اجازت کے بغیر تمہاری آرام گاہوں میں قدم نہ رکھیں۔
(۱) من قبل صلوٰت الفجر	(۱) نماز فجر سے قبل! (کیونکہ یہ بے خبری کی نیند کا موقعہ ہے)
(۲) وحین تضعون ثیابکم من الظھیرۃ	(۲) دوپہر کے وقت! (یہ موقعہ بھی مختصر سے آرام کا زمانہ ہے۔)
(۳) ومن بعد صلوٰۃ العشآء	(۳) عشاء کے بعد (اس وقت باقاعدہ نیند کا غلبہ شروع ہوجاتا ہے)
ثلث عورات لکم لیس علیکم ولاعلیھم جناح بعدھن طوافون علیکم بعضکم علی بعض ٥ (۲۴:۵۸)	یہ اوقاتِ سہ گانہ تمہارے پردے کے موقعے ہیں۔ ان کے سوا یہ خدمت گار جب بھی چاہیں آئیں!

ان آداب سے آقا و خدمتگار دونوں کی پاک دامانی مقصود ہے جس میں اس قدر احتیاط کا حکم (قرآن کریم) میں فرمایا گیا کہ جونہی نابالغ بچے حدِ بلوغ تک پہنچیں۔ پردے کے آداب وقواعد کے پابند کردیئے جائیں تاکہ وہ عورتوں کے حالات سے بے خبر ہی رہیں!

واذابلغ الاطفال منکم الحلم فلیستاذنوا کما استاذن الذین من قبلھم٥ (۲۴:۵۹)	جس وقت کم سن بچے حدِ بلوغ تک پہنچ جائیں انہیں بھی بالغوں کی طرح اجازت کے بعد ایسے موقعوں پر آنا چاہیے۔

پاک دامانی کے لیے مرد اور عورت دونوں کو مساویانہ (برابر) تاکید فرمائی گئی۔ کہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے شرم وحیا سے رہیں۔ عورتوں کے لیے فرمایا:

قل للمؤمنات یغففن من ابصارھن٥ (۲۴:۳۱)	(اے نبی! مومنہ عورتوں سے فرما دیجئے کہ جہاں جہاں مردوں کے سامنے آنے جانے کا موقع ہو وہاں خودبخود نیچی نظریں کیے رہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مردوں کے لیے فرمایا:

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم ٥ (۳۰:۲۴)

اے نبی! مومنین سے فرما دیجئے کہ جب وہ عورتوں کے سامنے سے گزریں تو شرم وحیا کے ساتھ نیچی نظر کیے ہوئے نکل جائیں اور اپنی نظروں کی حفاظت رکھیں یہ ان کے لیے نہایت پاکیزہ امر ہے۔

اگر معاشرہ میں یہ دستور رائج ہو جائے تو ان مفسدات کا سد باب ہونے میں کیا کمی رہ جاتی ہے۔ جن کی وجہ سے آئے دن قتل و جرائم تک نوبت پہنچ رہی ہے اور اس سے زیادہ تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

(البتہ پردہ مروجہ کی صرف عورتیں مکلف ہیں! (مرد تو نقاب اوڑھ ہی نہیں سکتے)

ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ماظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او آبائھن ٥ (۳۱:۲۴)

(عورتیں) اپنی پاک دامنی کا خیال نہ بھولیں اور اپنے بناؤ سنگار کا اظہار غیر مردوں کے سامنے نہ ہونے دیں اور اپنی اوڑھنیوں سے اپنا بدن اچھی طرح ڈھانپ کر رکھیں (پھر فرمایا گیا کہ) اپنے سنگار کی نمائش غیروں کے سامنے نہ ہونے دیں۔ البتہ شوہر اور والد کے سامنے اس میں مضائقہ نہیں!

یہ عورتوں کی پردہ داری کے احکام ہیں۔ جن کی پردہ دری کے پیچھے آج ہمہ شمہ ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ مگر عفیفات کی پردہ دری فرمانے والے مسلمان مفسروں کے پاس مندرجہ ذیل آیات کا کیا جواب ہے؟

ذالک ادنی ان یعرفن٥ (۵۹:۳۳) یہ اس لیے کہ عورتیں پہچانی ہی نہ جا سکیں۔

کیا آج کل یہ بے پردہ چہرے پہچانے نہیں جاتے!!

اسی طرح قرآن مجید بدکاری کی راہوں سے بھی منع فرماتا ہے!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولاتقربوا الفواحش ماظهر منها وما بطن ٥ (۶:۱۵۲)	برائی چھوٹی ہو یا بڑی اس کے قریب مت جاؤ۔

یہ پاک دامنی کا بھی سبق ہے جس طرح (یہی آیت) دوسری برائیوں سے دور رکھنے کا سبب ہے۔ مثلاً قمار خانے میں صرف جوا دیکھنے کے لیے جانا۔ مگر کب تک آپ کا جیب محفوظ رہ سکتا ہے۔ اسی طرح بدکاری کے ابتدائی مرحلہ سے منع فرمایا گیا۔ کہ اس معاملہ کے قریب بھی نہ جائیے۔ بلکہ اس کی احتیاط یہاں تک بتائی گئی ہے۔

''مومن مرد اور عورت دونوں غیر محرموں کے آمنے سامنے آنے پر اپنی نظریں نیچی کرلیا کریں۔''

سورت نمبر ۲۴ کی آیات نمبر ۳۰۔۳۱ جن کا ذکر اوپر آچکا ہے......اور......!

ولاتقربوا الزنی انه کان فاحشة وسآء سبیلا ٥ (۱۷:۳۲)	اے مومنو! بدکاری کے قریب بھی نہ جاؤ یہ بے حیائی ہے اور برا چلن ہے۔

۳۲۸۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہاں تک گوارا نہ تھا کہ کوئی شخص اپنی بہن بیٹی کی منگنی پر یہ لفظ بھی اپنی زبان سے نکالے کہ ''وہ جوان ہو رہی ہے'' چنانچہ ایک صاحب نے اپنی بہن کی نسبت کے موقعہ پر یہ لفظ استعمال کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے اسے سزا دی!

۳۲۹۔ حضرت مرثد غنوی رضی اللہ مہاجر مکی کے ذمہ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فریضہ عائد کر دیا کہ مکہ والوں نے جن مسلمانوں کو قید خانوں میں ڈال رکھا ہے۔ انہیں وہاں سے نکالتے رہیں۔ یہ کام وہ نہایت پھرتی سے کرتے رہے۔ مگر ایک چاندنی شب کو جب حضرت مرثد مکہ والوں کے قید خانہ میں پہنچے تو ان کی ایک پرانی شناسا عورت عناق نے انہیں تاک لیا اور آگے بڑھ کر ان سے بدکاری پر اصرار کیا۔ لیکن مرثدؓ نے فرمایا ''قرآن مجید نے اس کام کو حرام فرما دیا ہے۔ میں اب کیسے کر سکتا ہوں!'' مگر دونوں میں رد و کد بڑھتی گئی۔ آخر عناق نے واویلا شروع کر دیا۔ اتنے میں حضرت مرثد قید خانہ سے ایک مسلمان کی بیڑیاں کاٹ کر انہیں لے نکلے۔ کافر تعاقب میں دوڑے۔ مگر یہ دونوں مکہ معظمہ سے باہر ایک غار میں چھپ گئے۔

۳۳۰۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری (صحابی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے ......'' میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا تحمل تو کر لوں گا کہ مردار کی بدبو سے میرا دماغ پھٹنے لگے۔ مگر مجھے یہ گوارا نہ ہوگا کہ کسی غیر عورت کی خوشبو بھی میرے قریب ہو کر نکلے۔''

سود خوری

نفع اندوزی کی ایک جائز صورت یہ ہے کہ تجارت میں جائز منافع حاصل کیا جائے اس کے سوا جس قدر صورتیں ہیں۔ وہ سود خوری ہے۔ مثلاً ایک جنس ہے جسے اگر آج فروخت کر دیا جائے تو معمولی منافع حاصل ہوگا۔ لیکن اس مال کو اگر کچھ دن کے لیے روک لیا گیا تاکہ بازار کا بھاؤ چڑھ جائے اور فروخت کرنے سے نفع زیادہ ہو تب اسے منڈی میں رکھا جائے۔ اس کا نام ''احتکار'' ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''احتکار'' سے منع فرمایا ہے کیونکہ احتکار سود ہی کی ایک قسم ہے۔ جسے قرآن نے حرام بتایا ہے۔ اسلام کیونکر گوارا کر سکتا ہے کہ بنی نوع انسان کی ضروریات کو یوں روک کر رکھے۔ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

یہ مصیبت سونے اور چاندی سے لے کر کھانے پہننے اور روزمرہ کے استعمال کی ہر ایک شے میں ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک شخص اگر کسی ایک جنس میں کچھ زیادہ کما لیتا ہے تو دوسری بے شمار چیزوں میں جن کی اسے خود بھی ضرورت ہے اس نفع کے مقابلہ میں کہیں زیادہ رقم وہ ادا کرنے پر مجبور ہے۔ آج دنیا کا ہر شخص اسی پریشانی میں مبتلا ہے لیکن ذوق نظر کو کیا کہیے کہ پھر بھی اصلاح کی طرف توجہ نہیں۔ آخر یہ بھی سود ہی کی ایک قسم ہے اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم جس عمل کو شیطانی بتائے اس میں انسان کو لطفِ زندگی حاصل ہو سکے۔ یہ تو ناممکن ہے۔

نفع اندوزی کی ایک قسم قدیم اور عام ہے کسی کو روپیہ یا کوئی اور جنس قرض دیجیے اور اس پر تھوڑا یا بہت منافع مقرر کر لیجیے۔ یہ برادری کے لیے ایسا مضر ہے کہ دولت مند مالدار بن جائیں گے اور ضرورت مند دن بدن اور زیادہ کنگال ہوتے جائیں گے۔ جس سے انسانی برادری کے دو طبقے بن جاتے ہیں۔ (۱) سرمایہ دار اور (۲) غریب۔ ان دونوں میں باہمی بے اعتمادی اور نفرت بڑھتے بڑھتے آخر ایسے ناخوشگوار واقعات رونما ہوں گے۔ جن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پورے معاشرہ کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس لیے قرآنِ مجید تے نفع اندوز سود کھانے والوں کو الٹی میٹم دے دیا ہے۔ منع سود کی ان آیتوں پر غور کیجئے۔

الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس ذلک بانھم قالوا انما البیع مثل الربوا واحل اللہ البیع وحرم الربوا فمن جاءہ موعظۃ من ربہ فانتھی فلہ ماسلف. وامرہ الی اللہ ومن عاد فاولئک اصحب النار ھم فیھا خالدون٥ (۲:۲۷۵)

سود خور لوگ قیامت کے روز اس طرح کھڑے کیے جائیں گے جیسے شیطان نے ان پر جادو کر دیا ہے۔ ان کی یہ سزا اس لیے ہے کہ وہ کہتے تھے سود بھی تو ایک تجارت ہی ہے حالانکہ اللہ نے تجارت کا نفع حلال اور سود کا منافع حرام ٹھہرا دیا ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد جو شخص رب پاک کی نصیحت سے فائدہ حاصل کرے اسے کفر کی حالت کا لیا ہوا سود معاف ہے۔ لیکن مسلمان ہو کر اگر کسی نے پھر یہ سودا کیا۔ تو ایسے لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

یعنی اس سود کی معافی ہے جو کسی نے اپنی کفر کی حالات میں وصول کیا لیکن جو لوگ مسلمان ہو کر یہ لین دین کرتے ہیں ان کی معافی کا سوال کجا!

پھر سودی مال کی نحوستیں دیکھیے۔ سود خور کی اس کے محلے ہی میں کوئی عزت ہے؟ وہ جدھر جاتا ہے۔ ارے! یہ تو بیاجی ہے! وہ اس لعنت سے بچنے کے لیے قسم قسم کے فریب جاری رکھتا ہے۔ پھر اس کا خزانہ کہاں خرچ ہوتا ہے؟ یہ نمونے سب کے سامنے ہیں!

..........سود کی اس بے برکتی پر قرآن فرماتا ہے:

یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات واللہ لایحب کل کفار اثیم٥ (۲:۲۷۶)

اللہ پاک سود کے مال کو آخر کار تباہ کر ہی دیتا ہے لیکن جس مال سے خیرات کی جائے اسے برکتوں سے مالا مال کرتا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سود خور' کافر گنہ پیشہ سے کبھی محبت نہیں کرسکتا۔''

قرآن مجید میں انسانی اصلاح کا جذبہ ہے وہ اس سفاکانہ عادت سے روکنے کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے یہ بھی فرماتا ہے:

یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوان کنتم مومنین ٥ (۲:۲۷۸)

اے مومنو! اللہ سے ڈرو! اور اگر تم نے غفلت سے سود خوری کا پیشہ اختیار کر ہی لیا ہے تو اب اپنے مقروض سے اصل رقم لے کر اپنے ایمان کو بچالو۔

لیکن جو شخص اس پر بھی نہ سمجھے اس کے لیے خدا اور اس کے رسول کی طرف سے صاف لفظوں میں اعلان جنگ ہے۔

فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لاتظلمون ولاتظلمون ٥ (۲:۲۷۹)

اگر تم سود خوری سے نہیں رکتے تو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور اگر اب بھی توبہ کر لو تو مقروض سے اصل رقم لے لو۔ نہ کم نہ زیادہ!

مسئلہ

بعض لوگ بینکوں میں روپیہ جمع کرا دیتے ہیں جس روپیہ کو بینک زیادہ تر سود ہی پر لگاتے ہیں اور وہ (بینک) اس کا کم تر حصہ کسی تجارت میں صرف کرتے ہیں لیکن تقسیم منافع کی حالت میں دونوں رقمیں یک جا کر دی جاتی ہیں۔ جو روپیہ جمع کرنے والوں کو بصورتِ نفع یا سود ملتی ہیں۔

انگریز کی حکومت کا کیا ذکر آج تو اسلامی دور ہے لیکن ہمارے بینک اسی طرح کاروبار کرتے ہیں اگرچہ بعض روپیہ والے اس وقت بھی سود نہ لیتے تھے اور ان کا یہ عمل مناسب تھا لیکن انگریز کے عہد میں بعض لوگ بینکوں سے سود کی رقم لے کر کسی تعلیمی یا تبلیغی ادارہ میں خرچ کر دیتے تھے۔ بظاہر تو یہ مناسب ہی ہوگا لیکن سود پھر بھی سود ہی ہے اور اسے حاصل کر کے دوسروں کو کھلانا بھی شریعت میں منع ہے۔ رہبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لعن اللہ اکل الربوا وموکلہ ٥ اللہ کی لعنت ہے سود خود کھانے والوں اور دوسروں کو کھلانے والے دونوں پر۔

اور اب پاکستان بننے کے بعد صورتِ حال بالکل مختلف ہے۔ انگریز کے عہد میں جو یہ حالت تھی کہ جو شخص اپنی رقم کا سود بینک سے وصول نہ کرے۔ وہ عیسائی مبلغین کو دے دیا جاتا جس سے ''ملک کے باشندوں کو وہ دینِ مسیحی میں لانے کے پھندے تیار کرتے اور مسلمان بھی ان پھندوں میں گرفتار ہو جاتے۔ مگر اب۔

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

نہ انگریز باقی رہے نہ ان کے لاڈلے عیسائی مشن میں جان رہی بلکہ اب حکومت کا تمام نظم ونسق ملکی حکومت کے ہاتھ میں ہے جس سے کوئی مسلمان مجبور نہیں کہ اگر وہ بینک کا سود اپنی جھولی میں نہ ڈالے گا تو کسی غیر مسلم مشن کے حوالے کر دیا جائے۔ لہٰذا قرآنی اعلان جنگ!

فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ.

''اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کے لیے نکل آؤ۔'' سے پوری طرح بچنا چاہیے۔

۳۳۱۔ حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے لیے تشریف لے گئے تو جہنم کے اندر ایک ایسا جتھا دیکھا جن کے شکم گنبد کی مانند ابھرے ہوئے تھے۔ باہر سے ان گنبدوں میں سانپ گھومتے پھرتے اور صاحب گنبد کو ڈستے دکھائی دیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل امین سے فرمایا'' ...... اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں''

جبرئیل نے عرض کیا'' ...... یارسول اللہ یہ سود خور ہیں!''

۳۳۲۔ حضرت ابو بردہؓ حضرت علی علیہ السلام کے عہدِ خلافت میں (جناب شریحؒ کے بعد) قاضی کے منصب پر فائز ہوئے جب مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت عبداللہ بن سلام (صحابی) نے فرمایا ''ابو بردہ! آپ کو ایسے شہر میں قاضی بنا کر رکھا گیا ہے جہاں کے لوگ کسی نہ کسی حیلہ سے سود لینے کی راہیں نکال لیتے ہیں! مگر خیال رہے کہ اگر تمہارے ہاں کے کسی اہلِ معاملہ نے تمہارے لیے سواری یا سواری کا چارہ تک پیش کیا اور تم نے اسے قبول

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرلیا تو یہ بھی سود ہی ہے۔''

عہدِ رسالت مآب ﷺ اور زمانہ خلافتِ راشدہؓ میں بحسبِ ارشادِ رسول خدا یہ قانون مقرر تھا کہ گیہوں اور جو کا تبادلہ کیا جائے تو دونوں کی مقدار برابر ہو۔ (اور یہ ملکی اور وقتی رواج کا مسئلہ ہے۔)

۳۳۴۔ ایک مرتبہ حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام کو ایک صاع [1] گیہوں دیئے کہ بازار سے جو بدل لائیں۔ غلام بازار گیا تو گیہوں کی مقدار سے جو کچھ زیادہ لے آیا۔ حضرت معمرؓ نے فرمایا ''جاؤ انہیں واپس کر کے اپنے گیہوں واپس لے آؤ کیونکہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ غلہ کا تبادلہ مساوی (برابر) مقدار میں ہونا چاہیے۔'' دوستوں نے کہا ''بازار میں صرف جو کا رواج ہے۔ گیہوں نہیں مل سکتا۔''

حضرت معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''مجھے اندیشہ ہے کہ یہ صورت سود کے ہم شکل نہ ہو۔ اس لیے میں نے گیہوں واپس کر لیے۔''

قرآنی تعلیم پر عمل کرنے میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر احتیاط کرتے تھے!

خیانت

کسی کا حق مار لینا یا پورا ادا نہ کرنا خیانت ہے۔ مثلاً مال یا اسباب ہے جو رکھنے والے کو پورا ادا نہیں کیا گیا۔ یا اس کا کوئی حصہ روک لیا گیا تو یہ خیانت ہے۔ کسی دوست یا قرابت دار نے کوئی راز بتایا اور اسے دوسروں سے کہہ دیا تو یہ بھی خیانت ہے۔ یا والدین نے اولاد کی تربیت اور بھلائی پوری طرح نہیں کی۔ تو یہ بھی خیانت ہے۔ اسی طرح اولاد اپنے ماں باپ کی تعظیم میں کمی کرنے لگے۔ تو یہ بھی خیانت ہے۔ اسی طرح دوستوں کے حقوق کا معاملہ ہے۔ تمام بنی نوع کی بھلائی اور بہبود کی فکر سے غفلت اور صرف اپنے کاروبار کے سنوارنے کی لگن یہ بھی خیانت ہے۔ مگر سب سے بڑی خیانت اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا نہ کرنا ہے۔ یہی ایک خیانت دوسری تمام خیانتوں کی بنیاد ہے۔ قرآن مجید نے

۱۔ ایک صاع میں ایک سواسی تولے ہوتے ہیں، ایک صاع دو سیر چار چھٹانک کا ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقوق اللہ میں اور باہم ایک دوسرے کے معاملوں میں خیانت سے منع کرنے میں ایک ہی آیت سے اشارہ فرمادیا ہے:

یاایھا الذین امنوا لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا اماناتکم وانتم تعلمون ٥ (۸:۲۷)

اے مومنو! اللہ اور رسول کی خیانت مت کرو! نہ آپس میں ایک دوسرے کی امانت میں خیانت روا رکھو! اور تم اس کی برائی کو خود بھی سمجھتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں کسی اور کو ساجھی بنالینا سب سے بڑی خیانت ہے۔یعنی توحید میں کم ادا کرنا اگر توحید کامل ہے اور عمل میں کمی ہے تو یقین جانیے کہ یہ عمل میں خیانت ہے۔کوئی زندگی محض اعتقاد پر کامل نہیں ہوسکتی۔اسی طرح قرآنی زندگی ہے جس میں عقیدہ اور عمل دونوں چاہئیں ورنہ کسی ایک میں کوئی سی کمی رکھنا خیانت ہے۔جس طرح انسان اپنی برادری یا دوستوں کے معاملات میں پوری طرح حق ادا نہ کر کے خیانت کا مجرم بن جاتا ہے۔اسی طرح دین کے حقوق ادا کرنے میں کمی کرنا بھی خیانت ہے بلکہ سب سے بڑی خیانت ہے۔

۳۲۵۔حضرت نوحؑ اور حضرت لوط علیہما السلام دونوں نبیوں کی بیویوں کی خیانت کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ خیانت کرنے والے کو خدا کی گرفت سے کوئی بھی تو نہیں بچا سکتا۔

ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امرأت نوح وامرأت لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا صلحین فخانتا ھما فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئا ٥ (۶۶:۱۰)

خدا تعالیٰ کافروں کے سمجھانے کی غرض سے حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کی مثال یوں بیان فرماتا ہے (یعنی) باوجودیکہ یہ دونوں ہمارے نیک بندوں کے گھروں میں تھیں۔مگر دونوں نے اپنے شوہروں کی خیانت کی اور اس جرم پر ان کو وہ بھی اللہ کی گرفت سے نہ بچا سکے۔"

سچ ہے برے کام میں کوئی واسطہ کام نہیں دیتا۔ان دونوں نے اپنے شوہروں کے راز۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں خیانت کی اور ان کو سزا ملی۔

خیانت کے موقعہ پر اپنا دامن بچالینا

۳۳۶۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور بادشاہِ مصر کی بیوی کا معاملہ ہے۔ آخر حضرت یوسفؑ کو دریافت پر اس ملکہ ہی نے ظاہر کر دیا کہ:

انا راودته عن نفسه وانه لمن الصدقین٥ (۱۲:۵۱)	(ملکہ نے اپنے شوہر سے کہا) میں ہی حضرت یوسفؑ کو پھسلاتی رہی مگر وہ تو صادق اور ثابت قدم نکلا۔

اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

ذالک لیعلم انی لم اخنه بالغیب وان اللّٰه لایهدی کیدالخائنین٥ (۱۲:۵۲)	میں نے تو اپنے متعلقہ الزام پر تحقیق کے لیے اس لیے کہا تھا کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ میں نے در پردہ بھی خیانت نہیں کی اور میں یہ خیانت کیونکر کر سکتا تھا جب کہ اللہ تعالیٰ بددیانتوں کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔

خیانت نفاق ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”منافق کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھیں تو وہ اس میں خیانت کرنے سے نہ رکے۔“

صحابۂ رسولؐ خیانت سے کس قدر ڈرتے تھے

۳۳۷۔ ایک مرتبہ حضرت جریر رضی اللہ کا خادم ان کی گائیوں کو چرا کر واپس گھر لایا تو ان کے ریوڑ میں کسی اور کی گائے بھی آ گئی۔ حضرت جریرؓ نے اپنے خادم سے پوچھا ”یہ گائے کس کی ہے؟“ اس نے عرض کیا۔ ”مجھے تو معلوم نہیں۔ کہیں سے گلے کے ساتھ مل گئی ہے۔“ حضرت جریرؓ نے خادم کو حکم دیا ”اسے نکال دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ بھولے بھٹکے جانور کو صرف گمراہ اپنے ہاں پناہ دے سکتا ہے۔"

۳۳۸۔ایک صحابی کے پاس کسی کی امانت تھی۔مگر جب امانت رکھنے والا نہ آیا تو یہ صحابی رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یارسول اللہؐ میرے پاس قبیلہ ازدی کے ایک شخص کی امانت ہے۔مگر نہ وہ خود ملتا ہے نہ اس کے قبیلہ کا کوئی اور شخص مجھے نظر آتا ہے! میں کیا کروں؟"

رسول اللہؐ نے فرمایا۔"ایک سال اس شخص کو اور تلاش کرو۔" حضرت جریرؓ نے انتظار کیا مگر وہ مالک ایک سال تک بھی نہ آیا۔امین پھر حاضر ہوئے۔ یارسول اللہ اس قبیلہ کا کوئی آدمی نہیں ملتا۔" آنحضرتؐ نے فرمایا۔"ایک سال اور انتظار کرو" مگر پھر بھی اس قبیلہ (ازدی) کا کوئی شخص نظر نہ آیا۔آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"اگر کوئی ازدی نہیں ملتا۔تو خزاعی قبیلہ کے کسی شخص کو وہ امانت دے دو۔تم بری الذمہ ہو جاؤ گے۔" (ازدی اور خزاعی دونوں قبیلے ایک دوسرے سے رشتہ میں قریب تھے)

۳۳۹۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ کچھ نارنگیاں آئیں۔ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں نے ایک ایک نارنگی ان میں سے اٹھالی۔حضرت علیؓ نے دونوں سے نارنگیاں لے کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیں۔

۳۴۰۔کسی رئیس نے امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ایک ایک چادر ہدیۃً بھیجی۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ خطبہ فرما رہے تھے کہ دونوں صاحبزادوں کی چادروں پر آپ کی نظر پڑ گئی۔پہلے واقعہ دریافت کیا۔پھر فرمایا کہ "دونوں چادریں بیت المال میں جمع کرادو۔"

۳۴۱۔امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی خدمت میں اصبہان سے بہت سا مال و سامان پہنچا۔جسے آپ نے چند دیانت دار اشخاص کی تحویل میں رکھوا دیا۔اس مال میں سے جناب ام کلثوم (دختر امیر المومنین) نے شہد اور گھی کا ایک ایک مشکیزہ اپنے ہاں منگوالیا۔ حضرت علیؓ نے شمار کیا۔تو دو مشکیزوں کی کمی معلوم ہوئی۔آپ نے تحویل داروں سے پوچھا تو انہوں نے ڈرتے ہوئے عرض کیا "ہم ابھی جمع کر دیتے ہیں۔" فرمایا "اصل معاملہ تم کو بتانا پڑے گا!" اور معاملہ معلوم ہونے پر فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"میں نے تو حکم دیا تھا کہ یہ عام مسلمانوں کے لیے ہے۔ مگر تم نے ام کلثوم کو بھیج دیا!" اور اسی وقت دونوں مشکیزے وہاں سے منگا لیے۔ ان میں سے جو کچھ خرچ ہو چکا تھا۔ اس کی قیمت کا حساب ۳ درہم بنا۔ جو حضرت ام کلثومؓ کے ہاں سے منگا لیے اور انہیں بیت المال میں داخل کر دیا۔ بعد میں بقیہ (تمام) شہد اور گھی مسلمانوں میں تقسیم فرمایا:

۳۴۲۔ اسی طرح حضرت علیؓ کے پاس اصبہان سے کچھ اور مال آیا۔ جس میں ایک روٹی بھی تھی۔ آپ نے اس روٹی کے ٹکڑے کر کے مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے۔

۳۴۳۔ حضرت علیؓ نے بیت المال کا پورا اندوختہ مسلمانوں میں تقسیم فرما کر اپنے ہاتھ سے جھاڑو دی۔ اور اس جگہ پر دو رکعت نماز ادا کر کے فرمایا "میرا مقصد یہ ہے کہ یہ زمین قیامت کے دن شہادت دے کہ میں نے مسلمانوں کے مال میں خیانت نہیں کی۔"

۳۴۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے۔ دوا میں شہد کی ضرورت تھی مسجد میں آئے اور منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا "اے مسلمانو! میں بیمار ہو گیا ہوں مجھے دوا میں شہد کی ضرورت ہے اور بیت المال میں شہد کا ایک مٹکا رکھا ہے اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں اس میں سے تھوڑا سا شہد منگا لوں! اور اگر آپ لوگ انکار کر دیں تو مجھ پر حرام ہے۔

۳۴۵۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں ایک مرتبہ بیت المال کا تمام مال صرف ہونے کے بعد کچھ بچ گیا۔ آپ نے لوگوں سے مشورہ کیا تو سب نے یہی عرض کیا:

"...... اے امیر المومنین! ہم نے آپ کو زراعت اور تجارت سے روک دیا ہے۔ آپ تنگدست رہتے ہیں۔ یہ مال آپ لے لیجئے گا۔"

مگر آپ نے حضرت علیؓ سے مزید مشورہ کیا۔ انہوں نے فرمایا "مسلمانوں نے آپ کو اختیار دے ہی دیا ہے۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا "نہیں آپ اپنی رائے دیجئے۔"

حضرت علیؓ نے کہا:

"آپ کو بھی یاد ہوگا ایک روز آپ اور میں دونوں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اس روز ہم نے آپ کو افسردہ دیکھا۔ دوسرے روز بھی ایسا ہی اتفاق ہوا۔ ہم دونوں باریاب حضورِ رسالتؐ تھے۔ مگر اس روز آپ بشاش تھے۔ میں نے آپ سے دریافت کی تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ "کل میرے صدقہ میں سے دو دینار بچ گئے تھے۔ تو میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رنجیدہ تھا۔مگر آج میں نے انہیں تقسیم کر دیا ہے تو میں خوش ہوں۔"

حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے کہا: "آپ نے سچ فرمایا اے علی! میں دنیا اور آخرت دونوں میں آپ کا شکر گزار رہوں۔"

۳۴۶۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت حذیفہ بن الیمان العبسی عامل مدائن کو لکھا "بیت المال میں سے مسلمانوں کے وظیفے تقسیم کر دو۔" انہوں نے تعمیل کے بعد لکھا "وظیفے تقسیم ہو چکے۔لیکن بہت سا مال پھر بھی بچ گیا۔" حضرت عمرؓ نے دوسرا فرمان بھیجا کہ "اسے بھی مسلمانوں میں تقسیم کر دو۔ کیونکہ یہ مال عمرؓ اور آلِ عمر کا نہیں ہے۔"

۳۴۷۔ حضرت عمرؓ کی بیوی (رضی اللہ عنہما) نے ایک اشرفی کا شہد خرید کر بادشاہ روم کے قاصد کے ہاتھ اس کی ملکہ کی طرف تحفۃً بھیجا۔قیصر کی بیگم نے اسی شیشی میں جواہرات بھر کر امیر المومنین کی بیوی کو واپس کیے۔جب حضرت عمر کو معلوم ہوا تو یہ جواہرات فروخت کر کے ایک اشرفی اپنی بیوی کو واپس کر دی اور باقی رقم بیت المال میں جمع کرا دی۔

کیونکہ یہ تحفہ امیر المومنین کی بیوی کی طرف آیا تھا نہ کہ عمر کی بیوی کے پاس۔پس جو مال امیر کے حرم میں کسی کے پاس تحفۃً بھی آئے وہ بھی مسلمانوں کا مال ہے۔

۳۴۸۔ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے جناب عبداللہؓ کے اونٹ سرکاری چراگاہ میں چر چگ کر جب خوب موٹے تازے ہو گئے۔تب حضرت عبداللہؓ انہیں منڈی میں بیچنے کے لیے آئے۔حضرت عمرؓ نے دیکھا تو فرمایا:

"امیر المومنین کے فرزند! ادھر آؤ' چرواہوں نے تمہیں امیر المومنین کا بیٹا سمجھ کر تمہارے اونٹوں کو سرکاری چراگاہوں میں خوب چرایا! یہ لو ان کی اصل قیمت اور اونٹ بیت المال میں جمع کر دو۔"

نکتۂ آخر

۳۴۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو مسعود انصاری کو تحصیلدار محصل بنا کر بھیجنا چاہا تو ان سے فرمایا: ......"اے ابو مسعود! ایسا نہ کرنا کہ قیامت کے دن تمہاری پشت پر صدقہ کا کوئی اونٹ بلبلاتا ہوا نظر آئے!"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو مسعودؓ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! اب میں تحصیلداری پر نہ جاؤں گا۔''
اور رسول کریمؐ نے ان کی یہ درخواست منظور فرمالی۔

ماپ تول میں کمی

کون ہوگا جسے ماپ تول سے سابقہ نہ پڑے! اگر دوسرے کے ہاتھ کوئی شے فروخت نہ کرے گا تو خود دوسروں سے کچھ نہ کچھ خریدنے سے مفر ناممکن ہے۔ اب اگر فروخت کنندہ نے ماپ (تول) میں خست کی اور خریدار کو علم ہوگیا تو کیا نتیجہ نکلے گا؟ لیکن اس کا ایک اور پہلو اس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے کہ اگر یہ عادت رفتہ رفتہ ساری قوم میں پھیل گئی تو اس قوم کی ساکھ خاک میں مل جائے گی۔ خصوصاً موجودہ دور میں جب کہ قوموں اور ملکوں کی زندگی کا دارومدار تجارت اور تبادلہ اشیاء ہی پر ہے۔ ایسے دور میں جس قوم یا (Firm) کا اعتبار اٹھ گیا۔ دنیا کی کسی منڈی میں اس سے خرید یا تبادلہ نہ کیا جائے گا۔

۳۵۰۔ اس قسم کے نقصانات سے روکنے کے لیے قرآن کریم نے حضرت شعیبؑ کی قوم کا ذکر کیا۔ جس قوم نے خرید کے ماپ علیحدہ اور فروخت کے پیمانے دوسرے رکھے تھے۔ (اور بظاہر ان دونوں قسموں میں کوئی فرق نظر نہ آتا تھا)

ولاتنقصوا المکیال والمیزان انی اراکم بخیر وانی اخاف علیکم عذاب یوم محیطo ویاقوم اوفوا المکیال والمیزان بالقسط ولاتبخسوا الناس اشیاءھم ولا تعثوفی الارض مفسدینo (۱۱:۸۵)	اور ماپ تول میں کمی مت کرو میں تمہیں آسودہ حال میں دیکھتا ہوں مگر ایک گھیر لینے والا عذاب بھی ہے جو کہ میں تم پر وارد ہونے سے ڈرتا ہوں۔ اور اے میری قوم! پورا کرو ماپ اور تول انصاف کے ساتھ یوں کہ کسی کو ڈنڈی مار کر مت دو اور زمین پر فساد مت پھیلاؤ!

ان کوتاہ اندیشوں نے حضرت شعیبؑ کو کیا جواب دیا؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یاشعیب اصلوتک تامرک ان نترک مایعبد اباؤنا او ان نفعل فی اموالنا مانشؤاء انک لانت الحلیم الرشید ○ (۸۷:۱۱)

اے شعیبؑ (کیا تمہاری نماز گزاری نے تمہیں اس مغالطہ میں ڈال دیا ہے کہ ہم تمہارے کہنے سے اپنے ان دیوتاؤں کو چھوڑ بیٹھیں جنہیں ہمارے بزرگ پوجتے رہے (ارے شعیبؑ!) اور یہ کہ آپ کے فرمانے سے ہم اپنے لین دین میں پورا تول کر اپنے اموال تباہ کر بیٹھیں (ہاں صاحب) آپ تو بڑے حلیم الطبع اور ہدایت یاب ہیں نا!

قوم شعیب (علیہ السلام) نے ماپ تول میں کمی کی عادت نہ بدلی اور جب انہوں نے خدا کی نافرمانی کو نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے بھی سدا برائی پر جمے رہنے والوں کو ملیا میٹ کرنے کی سنت سے ہاتھ نہ کھینچا۔

ولما جاء امرنا نجینا شعیبا والذین امنوا معه برحمة منا واخذت الذین ظلموا الصیحة فاصبحوا فی دیارهم جاثمین ○ (۹۴:۱۱)

(آخر انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب نے گھیر ہی لیا) اور جب ہمارا عذاب ان پر وارد ہوا تو ہم نے شعیبؑ اور اس پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت کے ساتھ ایک طرف کر دیا۔ ان (ڈنڈی مار) ظالموں نے جب عذاب کی پکار سنی تو اپنے اپنے گھروں ہی میں اوندھے منہ گر کر موت کی گود میں جا سوئے۔

ماپ تول میں خست خداوند عالم کے نزدیک اس قدر مکروہ و معیوب ہے کہ قرآن مجید میں اور نقصانات پر بھی اس سے متنبہ فرمایا:

ویل للمطففین. الذین اذا اکتالو علی الناس یستوفون واذا کالوهم اووزنوهم یخسرون ○ الایظن اولئک انهم مبعوثون. لیوم عظیم یوم یقوم الناس لرب العالمین ○ (۱:۸۲)

تباہی ہے ان ڈنڈی ماروں کے لیے جو دوسروں سے خرید کرتے وقت پورا مال لیتے ہیں مگر جب اپنا سودا فروخت کرتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔ انہیں یہ خیال بھی نہیں آتا کہ اس ''یوم عظیم'' میں رب کے سامنے پیش ہو کر کیا جواب دیں گے!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم ایسے اخلاق کی تعلیم دیتا ہے۔ جس کا تقاضا ہم از خود ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ پھر یہ کیوں کر گوارا کیا جا سکے۔ کہ اوروں سے پورا سودا لیجئے مگر جب دوسروں کے ہاتھ کچھ بیچئے تو مقررہ تول اور ماپ سے کم دیجئے۔ دین ہر معاملہ میں یکساں توازن چاہتا ہے۔ پورے ماپ تول کا نام ہی ''وزن'' ہے۔ اور قرآن:

وزنوا بالقسطاس المستقیم۔ [1] (۱۷:۳۵) کی ہدایت فرماتا ہے۔ وہ بھی ہمارے ہی بھلے کے لیے تاکہ ایک دوسرے سے ایسا برتاؤ کرنے میں باہم اعتماد پیدا ہو جائے!

ماپ تول میں کمی کی اصلاح کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جب تک آپ خرید شدہ چیز اپنی تحویل (قبضہ) میں نہ کرلیں۔ اسے دوسرے کے ہاتھ فروخت نہ کیجئے یعنی موجودہ وقت کی پرچون در پرچون پر خرید و فروخت کی صورت اسلام میں ناپسند ہے۔ جس میں مال کا وجود تک نہیں صرف پرچے خریدے جا رہے ہیں۔ جن کی گردش میں یہ برق پیمائی ہے۔ بحث اس سے نہیں کہ اس قسم کی زبانی خرید و فروخت میں ایک لحہ کے اندر کوئی بن گیا تو وقت کا قارون نظر آنے لگا اور دوسرا بگڑ گیا تو فقیر بے نوا کی حالت تک جا پہنچا۔ قرآنی تعلیم کا منشا یہ ہے کہ اگر آپ ایک ہزار من گیہوں فروخت کر رہے ہیں تو پہلے مال اس خریدار کے سامنے لائیے۔ ورنہ اصل شے کے بغیر خرید و فروخت جوا ہے یا ڈنڈے ماری کرنا! (دنوں حالتوں میں سے ایک ضرور ہے اس قسم کی خرید و فروخت پر عہد صحابہ رضوان اللہ علیہم کا واقعہ پڑھئے۔

۳۵۱۔ جس وقت مروان بن الحکم مدینہ منورہ میں گورنر تھے تو انہوں نے مسلمانوں کے وظائف کی رسید (چیک) دینے کا دستور جاری کر دیا۔ یہ رسید بیت المال کے خزانچی کو دکھائی جاتی۔ اس کے مطابق وہ رقم ادا کر دیتا۔ مگر بعض ضرورت مند لوگ سرکاری رسید کسی اور شخص کے ہاتھوں فروخت کر دیتے۔ یہ واقعات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سنے تو مروان کے پاس تشریف لے گئے۔ انہیں فرمایا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تک اصلی مال پر قبضہ نہ ہو جائے خرید و فروخت منع ہے۔''

مروان نے آج سے سپاہی مقرر کر دیئے۔ کہ اگر کوئی شخص ایسی رسید فروخت کرتا نظر آئے تو وہ رسید اس کے ہاتھ سے چھین لی جائے۔

۱۔ اور پورا تول تولو!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال

جو ضرورت کسی طرح خود پوری نہ کی جا سکے۔ مناسب طور پر اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے لیکن بھیک مانگنے کی یہ شکل قرآنی زندگی کے سراسر خلاف ہے کیونکہ سدا کے لیے اپنا بار دوسروں کے سر ڈال دینا جماعت کی پریشانی کا سبب ہے اور اس سے اصلی مستحق محروم امداد رہ جاتے ہیں۔ مہاجرین مکہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کن مصیبتوں میں گرفتار تھے۔ مگر کوئی لفظ ایسا نہیں نظر آتا کہ ان میں سے کسی نے مانگنے کا شیوہ اختیار کر لیا ہو۔ ضرورت مندوں کی حالت تو ان کے طور طریقوں سے واضح ہو جاتی ہے ایسے بے حال مگر ترک سوال کرنے والوں کی تعریف میں پڑھیے:

للفقراء الذين احصروا في سبيل الله لايستطيعون ضربا في الارض يحسبهم الجاهل اغنياء من التعفف تعرفهم بسيمهم لايسئلون الناس الحافا ○ (۲:۲۷۳)

خیرات ان لوگوں کا حق ہے جو کسی وجہ سے ایک جگہ پاؤں توڑ کر بیٹھ چکے ہیں۔ مجبوریاں انہیں اپنی جگہ سے ہلنے نہیں دیتیں۔ ان کے حالات سے بے خبر لوگ سمجھتے ہیں کہ انہیں کوئی ضرورت نہیں! حالانکہ ان کی ضرورت مندی ان کے چہروں سے ٹپک رہی ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ وہ دوسروں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس آیت کے یہ معنیٰ سمجھے کہ سوال حتی الوسع غیر معقول عادت ہے۔ اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ چنانچہ:

۳۵۲۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لاتسئلوا الناس اشياء" (لوگوں سے سوال مت کرو!) تو صحابہ کرام نے اس حکم کی یہاں تک پابندی فرمائی کہ اگر سواری کی حالت میں ایک کے ہاتھ سے چابک گر گیا تو اس نے ساتھی سے نہیں کہا۔ بلکہ خود گھوڑے سے اتر کر اپنا چابک اٹھایا۔

۳۵۳۔ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ تین روز تک بھوکے رہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی سے سوال نہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو فرمایا: ''جس کسی کو سوال سے بچنے والے کی زیارت کرنا مقصود ہو۔ وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے۔''

اسی صبر و تحمل کا ثمرہ ہے کہ جس وقت (غزوہ) احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر زخم آیا تو حضرت مالک نے آگے بڑھ کر آپ کے چہرہ سے خون چوسا۔ پھر اپنی ٹیک سے آنحضرت کو سہارا دیا۔ جس پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہے جس کے خون میں میرا خون جذب ہوا ہو۔ وہ مالک، بن سنان کو دیکھے۔'' (اصابہ)

۳۵۴۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے روز اسلام لائے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ طلب کیا۔ جسے آپ نے عنایت فرما دیا۔ پھر کبھی سوال کیا تو آنحضرت نے پورا کر دیا۔ تیسری مرتبہ کچھ مانگ بیٹھے۔ اب بھی آپ نے ان کی ضرورت پوری کر دی۔ مگر اس مرتبہ یہ نصیحت فرمائی۔

''اے حکیم! یہ مال و منال دیکھنے میں نہایت سرسبز و شاداب اور مزے میں بے حد شیریں ہے مگر جو ان کی طرف حرص و طمع سے آتا ہے۔ اس سے یہ بھاگ نکلتے ہیں لیکن جو کوئی ان کے ساتھ بے پروائی سے پیش آتا ہے۔ اس کے پاس یہ خود دوڑ کر پہنچتے ہیں۔ اے حکیم! سوال کرنے والے کی مثال اس شخص کی ہے جو کھاتا چلا جا رہا ہے مگر سیر ہونے پر نہیں آتا۔''

''اے حکیم! بخشش کا ہاتھ بہتر ہے۔ اس ہاتھ سے جو دوسرے کے سامنے پھیلایا جاتا ہے۔'' حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے اس نصیحت کے بعد عہد کر لیا کہ کبھی کسی سے سوال نہ کروں گا اور اس عہد کو اس پابندی کے ساتھ پورا کیا کہ گویا انہی پر اس صفت کا خاتمہ ہو گیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر اور جناب عمر رضی اللہ عنہما دونوں نے اپنے اپنے عہد میں ممدوح (حضرت حکیمؓ) کو عطیہ دینا چاہا مگر انہوں نے دونوں ہی سے انکار کر دیا۔ آخر حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''مسلمانو! گواہ رہنا کہ میں حکیم کو ان کا حق دیتا ہوں مگر وہ قبول نہیں کرتے۔''

۳۵۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر صدقات تقسیم فرما رہے تھے کہ دو تنومند اور ہاتھ پاؤں سے صحیح و سالم اشخاص سوالیوں کے جھرمٹ میں آ کر شریک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا تو فرمایا ''اگر تم چاہو تو میں اس مال میں سے تمہیں بھی دے سکتا ہوں لیکن اس مال میں دولت مند کا حصہ نہیں ہے۔ نہ ان لوگوں کا حق ہے جو تندرست اور کام کے لائق ہیں۔''

۳۵۶۔ حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ مقروض ہو گئے اور نبی کریم سے طلب امداد کی۔ آنحضرت نے وعدہ تو کر لیا۔ مگر یہ بھی فرمایا کہ: ''اے قبیصہ! سوال کرنا اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا صرف تین اشخاص کے لیے روا ہے۔

(۱) جو شخص قرض سے زیر بار ہو جائے لیکن اپنی ضرورت سے زائد کو ہاتھ نہ لگائے۔

(۲) جس پر ناگہانی بربادی آ جائے مگر اپنی حالت سنبھلنے پر وہ پھر سوال ترک کر دے۔

(۳) جو شخص فاقوں میں گھر جائے لیکن محلّہ کے ۳ شخص اس کی شہادت دیں کہ وہ مستحق ہے۔ اے قبیصہ! ان کے علاوہ جو شخص ہاتھ پھیلاتا ہے وہ مالِ حرام کھاتا ہے۔''

اس کا دوسرا پہلو

اگر کوئی بدنصیب کسی سے کچھ مانگ ہی بیٹھا تو اس کے گلے کا ہار ہونا بھی قرآنی تعلیم کے خلاف ہے۔

واما السائل فلا تنہرo (۹۳ : ۱۰) سوالی کو زجر نہ کرو۔

نہ یہ مناسب ہے کہ غریب کو کچھ دے بھی دیا اور ایک آدھ دلخراش فقرہ بھی اسے سنا دیا۔ اس سے تو یہی بہتر ہے کہ اسے ہاتھ سے کچھ نہ دیجئے مگر بات میٹھی کہیے۔

قول معروف ومغفرة خير من صدقة يتبعها اذیo (۲ : ۲۶۲) میٹھی بات اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس میں کڑوی بات کی ملونی شامل ہو۔

پس! قرآنی زندگی اس معاملہ میں یہ ہے کہ:

ا۔ اشد ضرورت کے بغیر دستِ سوال نہ پھیلایا جائے اور جب ضرورت پوری ہو جائے تو سوال کا ہاتھ روک لیا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بُ۔ سائل کو کچھ دے کر اسے سخت سست نہ کہا جائے کہ اس کی دل شکنی بہت بڑا جرم ہے۔

قَسم

قسم کھانا اپنے معاملہ کی شہادت پیش کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کسی نے جھوٹ کے ارادہ سے قسم کھائی۔ اس نے اپنے معاملہ میں جھوٹا گواہ کھڑا کر دیا۔ پس یہ دعویٰ کتنا برا ہے۔ اوراس کی شہادت کس قدر بدتر!...... قسم کھانے کی عادت یہودیوں میں عام تھی۔

۳۵۷۔ حضرت اشعب بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''ایک مرتبہ میرا ایک یہودی کے ساتھ زمین کے معاملہ میں جھگڑا ہو گیا۔ زمین میری ملکیت تھی۔ مگر یہودی اسے اپنی ثابت کرنے کے لیے تل گیا۔ یہ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا ''تمہارے پاس ثبوت یا گواہ ہے؟ میں نے عرض کیا ''کوئی گواہ نہیں ہے یارسول اللہؐ!'' تب آپ نے اس یہودی سے فرمایا ''تو تم قسم کھا سکتے ہو کہ یہ زمین تمہاری ہے؟'' اس پر میں نے عرض کیا ''یارسول اللہؐ! یہ تو قسم کھا کر زمین لے بیٹھے گا!'' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

ان الذین یشترون بعھداللہ وایمانھم ثمنا قلیلا. اولٰئک لاخلاق لھم فی الآخرۃ ولا یکلمھم اللہ ولاینظر الیھم یوم القیامۃ ولایزکیھم ولھم عذاب الیم o (۳:۷۷)

بے شک جو بدنصیب خدا کے اقرار اور اپنی قسموں کے عوض میں دنیا خرید لیتے ہیں۔ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان پر کوئی شفقت نہ فرمائے گا۔ نہ ان کی بات ہی پوچھے گا۔ نہ انہیں پاک کرے گا۔ بلکہ ان کے لیے سخت عذاب ہوگا۔

۳۵۸۔ یہودیوں کا ایک اور معاملہ

فتح خیبر کے بعد وہاں کے رہنے والے یہودی سرتو ہو گئے مگر فتنہ پروری جو سرشت میں تھی' کیسے نکل سکتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے چچیرے بھائی حضرت محیصہؓ کے ہمراہ خراج وصول کرنے کے لیے (خیبر) بھیجا۔ حضرت محیصہؓ کی بے خبری میں کسی نے حضرت عبداللہؓ کو شہید کر ڈالا۔ یہ استغاثہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ مگر حضرت محیصہؓ کے پاس شہادت نہ تھی اور جب مدعی کے پاس شہادت نہ ہو تو شریعت کے مطابق مدعا علیہ پر قسم ہے۔ رسول اللہؐ نے ملزم (یہودی) کو قسم کے لیے فرمایا تو حضرت محیصہؓ نے دوہائی مچا دی۔ ''یا رسول اللہؐ! یہودیوں کی قسم کا کیا اعتبار ہے۔ یہ تو سو دفعہ جھوٹی قسم کھالیں گے؟'' ...... کیونکہ واقعہ ظاہر تھا کہ حضرت عبداللہ کو یہودیوں ہی نے قتل کیا ہے۔ مگر انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ قانون سب کے لیے مساوی ہے۔ رسول اللہ نے یہودی کو رہا کر دیا اور حضرت عبداللہ کی دیت (خوں بہا) میں ایک سو اونٹ بیت المال سے شہید کے وارثوں کو عنایت فرمائے۔

یہودیوں کے بعد دوسرا نمبر تاجروں کا ہے۔ جن کے ہاں اپنی شے نکالنے کے لیے منجملہ اور کئی دغا بازیوں کے آخری داؤ قسم ہے جس سے فروخت میں بظاہر آسانی ہو جاتی ہے۔ مگر اس کا ایک نقصان تو ظاہر ہے۔ جو اس دنیا ہی میں ہے کہ ایسے دکانداروں کے نرغے میں وہ گاہک دوبارہ نہیں پھنستے۔ جو ان کی قسم سے پہلے چوٹ کھا چکے ہیں۔ دوسرا زیان عاقبت کا ہے اور یہ نقصان پہلے نقصان سے بہت زیادہ ہے۔

بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا o والاخرۃ خیر وابقی o ان ھذا لفی الصحف الاولی o صحف ابراھیم و موسیٰ o (۱۹.۱۶:۸۷)

ارے تمہیں کیا ہو گیا ہے جو دنیا ہی کے نفع پر دم توڑ رہے ہو؟ اور آخرت جو اس سے بہتر ہے اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اسے بھلائے بیٹھے ہو یہ ہدایتیں (قرآن مجید کے سوا) پہلے صحیفوں میں اتاری گئیں۔ ازاں جملہ صحیفۂ ابراہیم ہے۔ اسے دیکھ لو اور تورات سے اسے پڑھ لو۔

۳۵۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جھوٹی قسم سامان تو بکوا دیتی ہے مگر برکت گھٹ جاتی ہے۔'' ...... یہی معاملہ سود کا ہے کہ رقم بڑھنا اور برکت کم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ جب بے برکتی ہی مسلط ہو گئی۔ تو اب اسے دیکھنا ہے کہ اس کا پہلا وار جانوروں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ہوتا ہے یا اموال اس کے نشانے پر آتے ہیں۔ غور کیجیے کہ قسم کھانا' جھوٹ اور دغا کی کتنی بدترین شکل ہے۔ حلف اٹھا کر دوسرے کو مطمئن کرنا معاشرہ کے نظام پر کتنا برا اثر ڈالتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار بڑے گناہوں میں جھوٹی قسم کو بھی شامل فرمایا...... وہ چار بڑے گناہ یہ ہیں:

(۱) کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا

(۲) ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

(۳) بے گناہ کی جان لینا

(۴) جھوٹی قسم کھانا

قرآنِ کریم نے اس قباحت سے نہایت سختی سے روکا۔

ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا ان اللہ یعلم ماتفعلون O (۱۶: ۹۱)	قسمیں کھاتے وقت تم نے ازخود اپنے اوپر اللہ کو اپنا ضامن بنا لیا۔ اب انہیں توڑنا شروع مت کرو۔ اللہ تمہارے فعلوں کو جانتا ہے۔

اور......!

ولاتکونوا کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکا ثا تتخذون ایمانکم دخلا بینکم ان تکون امۃ ھی اربی من امۃ O (۱۶: ۹۲)	(اس قسم شکنی میں تم) اس دیوانی عورت کی طرح نہ بن جاؤ۔ جس نے ادھر سوت کاتا۔ اور ادھر کتے کتائے تاگوں کو پھر کھسوٹنے بیٹھ گئی۔ کیا تم اپنی قسموں کو باہمی فساد اور جھگڑے کا سبب بنانا چاہتے ہو تا کہ ایک فریق دوسرے گروہ پر تفوق حاصل کر سکے۔

جھوٹی قسم کی برائی کے لیے اس سے زیادہ ثبوت اور کیا ہوگا کہ اس (جھوٹی قسم) پر کفارہ لازم فرما دیا گیا کہ ایک مرتبہ جھوٹی قسم پر:

(الف) دس محتاجوں کو کھانا دیجیے۔

(ب) یا دس محتاجوں کو پورا لباس دیجیے۔

(ج) یا ایک غلام آزاد کیجیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(د) یا تین روزے رکھے (لیکن یہ اس قسم خور کے لیے ہے جو مالی صدقہ ادا نہ کر سکے)

وہ آیت:

لایواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام ذالک کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم واحفظوا ایمانکم ○ (۵:۸۹)	مواخذہ خداوندی ان قسموں پر نہیں جو تم بلا ارادہ کھانے کے عادی بن گئے ہو! البتہ ان قسموں پر ضرور گرفت ہے جن پر تم نے گرہ باندھ لی۔ (یعنی کسی معاملہ یا واقعہ پر کھائی گئی قسم پر) اب ایسی قسم کے توڑنے کا کفارہ (مندرجہ ذیل طرح سے) ہے۔ جیسا کھانا تم خود کھاتے ہو۔ اس قسم کا طعام دس مسکینوں کو دو۔ یا دس مسکینوں کو پورا لباس دو۔ یا ایک غلام آزاد کرو۔ اور اگر مالی قدرت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھو۔ یہ ہے تمہاری اس قسم کا اتار اور آئندہ احتیاط رکھو۔ واہی تباہی قسمیں نہ کھایا کرو۔

میں کہتا ہوں! قسمیں کھانے سے زبان کو روک لینا ضروری ہے۔ آیت کے آخری ٹکڑا ''واحفظوا ایمانکم'' کا منشا یہ ہے کہ ایک مرتبہ تو اتنا کفارہ ادا ہوگا۔ اس کے بعد اس سے اور زیادہ۔ پھر اس سے بھی سوا۔ اسی طرح یہ کفارے بڑھتے ہی جائیں گے۔ پس معلوم ہوا کہ اصل منشا اس حماقت سے منع ہی کرنا ہے۔ قسم پر کفارہ کی فرضیت کا تذکرہ سورۂ تحریم میں فرمادیا گیا ہے۔

قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم (۶۶:۲)	اللہ نے تم پر اپنی قسمیں ہلکا کرنے کا ذریعہ (کفارہ) فرض کر دیا ہے۔

اور یہ جو مذکورہ آیت کے ابتدا میں ''لایواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم'' فرمایا۔ یعنی تمہارے بلا ارادہ قسمیں کھانے پر اللہ تم پر کفارہ کا مواخذہ نہیں کرنا چاہتا۔ تو اس میں لفظ ''اللغو'' سے ہم نے یہ سمجھا کہ ذات باری کو یہ پسند نہیں کہ مسلمان عادتاً بھی جھوٹی قسمیں کھاتے ہی رہیں کیونکہ یہ فعل لغو ہے اور لغویت مومن کے لیے کیونکر شایانِ شان ہو سکتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قد افلح المؤمنون ۝ الذین ھم فی صلاتھم خاشعون ۝ والذین ھم عن اللغو معرضون ۝ (۲۳ : ۱۔۳)	کامرانی ان مومنین کے لیے ہے جو ادائے نماز کے وقت اللہ کے سامنے دل سے جھک جاتے ہیں اور لغویات سے خود کو بچائے رکھتے ہیں۔

قسم کی عادت پر مواخذہ نہ سہی۔ مگر خود قرآن مجید اس عادت کو ذلیل بتاتا ہے:

ولاتطع کل حلاف مھین ۝ (۶۸ : ۱۰)	اور اے رسول! زیادہ قسمیں کھانے والے ذلیل کا کہنا نہ مانیے!

۳۶۰۔ حضرت عبداللہؓ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک غلام فروخت کیا۔ بعد میں اس غلام میں ایک مرض کا علم ہوا۔ خریدار نے مقدمہ حضرت عثمانؓ کے ہاں پیش کر دیا۔ آپؓ نے حضرت عبداللہ سے یہ قسم لینا چاہی کہ غلام میں بیماری نہیں۔ مگر حضرت ابن عمرؓ نے قسم کھانے سے انکار کر کے اپنا سودا لوٹا لیا۔

۳۶۱۔ مروان (ابن حکم) نے مقدمہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مسجد نبویؐ میں منبر پر قسم لینا چاہی۔ انہوں نے مروان کے سامنے یوں تو قسم کھا لی۔ مگر منبر رسولؐ پر قسم کھانے سے انکار کر دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ قسم وعہد وغیرہ کے وقت موقعہ ومحل کا بھی دخل ہے۔

بدعہدی

وعدہ کر کے توڑ دینا ہر مشرب و ہر ملت میں ناپسند ہے۔ قرآن مجید میں ترکِ وعدہ کی مذمت اور بھی کھلے لفظوں میں فرمائی گئی اور ان وعدوں میں ایک قسم کا اقرار خداوند عالم کی وحدانیت اور اس کی قدرت پر ایمان لانا ہے۔ دوسرا وعدہ اپنے احباب و اہلِ معاملہ کے ساتھ ہے جو روزمرہ کی زندگی میں ایک دوسرے سے قدم قدم پر استوار کیا جاتا ہے۔ وعدہ کی پہلی قسم پر ارشاد ہوا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والذین یوفون بعھد اللہ ولاینقضون المیثاق o اولئک لھم عقبی الدار o (۱۳: ۲۰، ۲۲)

(سلیم عقل اور دانش والے) وہی لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کا پاس رکھیں اور وعدہ میثاق کو نہ توڑیں...... انہی لوگوں کے لیے جنت عدن ہے۔ (۱)

اقرارِ خداوندی اور تعمیلِ احکامِ الٰہی کے وعدوں پر بھی فرمایا گیا ہے:

واوفو بعھد اللہ اذا عاھدتم ولاتقضوا الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا.

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کی تعمیل کرو اور اقرار وعہد کرنے کے بعد انہیں توڑنے کی کوشش مت کرو۔ حالانکہ تم نے اللہ تعالیٰ کو ان وعدوں پر شاہد بنا لیا ہے (جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہے کہ قسم کھاتے ہوئے خدا گواہ ہے، کہہ کر قسم کھاتے جاتے ہیں!)

دوسری قسم کے وعدے جو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کیے جاتے ہیں' ان کے پورے کرنے کی تاکید بھی اسی طرح فرمائی گئی ہے:

...... واوفو بالعھد ان العھد کان مسؤلا o (۱۷: ۳۴)

(اے مومنو!) اپنا وعدہ پورا کرو۔ وعدہ کرنے کے بعد تم اس کی تکمیل کے ذمہ دار ہو!

۳۶۲۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک رومی (عیسائی) حکمران سے معاہدہ تو کر لیا۔ مگر میعاد سے قبل ہی حملہ کی تیاری میں مصروف ہو گئے کہ تاریخ ختم ہوتے ہی فوراً عیسائیوں پر حملہ کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ ارادہ اور تیاری دونوں وعدہ کے خلاف تھے۔ حضرت عنبسہ نے یہ سنا تو دوڑے ہوئے امیر معاویہ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا ''اللہ اکبر! وعدہ پورا کرنا چاہیے۔ اسلام میں بدعہدی غیر مناسب ہے۔''

۳۶۳۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدعہدی کا امکان ہی ناممکن تھا حضرت ابوسفیان (اسلام لانے سے قبل) اہل مکہ کی طرف سے قیصر کے پاس وفد لے کر گئے کہ جس طرح بن آئے۔ اس کے ہاں سے مسلمانوں کو نکلوا دیا جائے۔ یہ (ابوسفیان) قیصر کے ہاں پہنچے۔ تو اس نے ابوسفیان سے کئی سوالات کیے۔ ان میں سے ایک سوال یہ تھا

ا۔ جنت عدن: ہمیشہ ہمیشہ رہنے کا بہتر گھر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ''جس شخص نے تمہارے ہاں نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس نے کبھی تمہارے ساتھ کوئی بدعہدی بھی کی ہے۔؟'' ابوسفیان کہتے ہیں نہیں اب تک اس نے ہمارے ساتھ کوئی بدعہدی نہیں کی۔ واقعی بدعہد انسانیت کے خلاف ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ سے انسانیت کے خلاف کوئی فعل سرزد نہ ہوسکتا تھا۔

صفوان بن امیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں کونسا دقیقہ فروگزاشت کیا۔ یہاں تک کہ مکہ معظمہ فتح ہوگیا اور آج یہی صفوان جان کے خوف سے بھاگ کر یمن میں پناہ گزین ہونے کے ارادہ سے نکل کھڑے ہوئے یہ جدہ پہنچے تھے کہ اپنے چچازاد بھائی حضرت عمیر بن وہب سے ملاقات ہوئی اور ان کے سمجھانے پر اسلام نے ان کے دل میں جگہ تو پکڑ لی۔ مگر انہیں اپنی کرنی کا ڈر کھائے جاتا تھا۔ حضرت عمیر نے کہا ''خیر! آپ جدہ ہی میں قیام رکھئے۔ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے لیے معافی لے کر واپس آتا ہوں۔'' حضرت عمیر مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور آنحضرت سے سفارش کی تو آپ نے اپنا عمامہ مبارک سر سے اتار کر حضرت عمیر کو دیا کہ یہ صفوان کے پاس لے جاؤ اور اسے کہنا کہ ''معافی کی سند اس عمامہ (مبارک) کو سمجھ لیں۔'' اس پر صفوان نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا ''کیا آپؐ نے مجھے معاف فرما دیا ہے؟'' ارشاد ہوا ''ہاں اے صفوان میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے!''

معافی ہوگئی مگر صفوان ابھی نعمتِ اسلام سے بہرہ مند نہیں ہوئے۔ بایں ہمہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے وعدہ پر ان سے کوئی تعرض نہ فرمایا:

فتح مکہ کے بعد ہی رسول پاک حنین کی طرف بڑھے۔ معرکۂ کارزار گرم ہوا۔ صفوان نے اسی کفر (۱) کی حالت میں اسلام کی حمایت میں دادِ شجاعت دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا۔ جب مالِ غنیمت تقسیم ہوا تو صفوان کی درخواست پر انہیں بھی بہت کچھ عطا ہوا۔

۳۶۴۔ حضرت ابورافع (غلام) فداہ ابی وامی اسلام لانے سے قبل اہل مکہ کی طرف سے سفیر بن کر خدمتِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جمالِ

۱۔ اصابہ ابن حجر میں صفوان کے متعلق یہ الفاظ ہیں: وحضر وقعة حنين قبل ان يسلم ثم اسلم (وہ غزوہ حنین میں شریک ہوئے تو ابھی اسلام نہ لائے تھے بعد میں مسلمان ہوئے)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت اور حسن سیرت دیکھ کر تاب وتواں کھو بیٹھے۔ دل ہے کہ واپس جانے ہی نہیں دیتا۔

حق یہی مذہب ہے باطل ہے جو ہے اس کے خلاف
مردِ مومن ہے وہی لایا ہے جو ایمانِ عشق

حضرت ابورافع نے عرض کیا: "یارسول اللہ! اب میں کافروں کے پاس لوٹ کر نہ جاؤں گا۔"
آنحضرتؐ نے فرمایا "اے ابورافع! میں عہد شکنی نہیں کرتا! نہ قاصدوں کو اپنے پاس روکتا ہوں۔ تم اس وقت یہاں سے واپس چلے جاؤ۔ اگر مکہ پہنچنے کے بعد بھی تمہارے دل کی یہی حالت رہی تو پھر مدینہ چلے آنا۔"

اس پر حضرت ابورافع مکہ واپس چلے گئے اور بعد میں مدینہ لوٹ آئے۔

۳۶۵۔ میدانِ جنگ سے بڑھ کو کون سا وقت ہے جب لشکر کی ضرورت اس قدر ہو۔ پھر غزوۂ بدر! ادھر (مسلمانوں کی طرف) صرف ۳۱۳ بے سروسامان لٹے ہوئے مسلمان مگر دوسری طرف ابوجہل، ابولہب، عتبہ اور شیبہ خود موجود اور ان کے طرف داروں کا لشکر عظیم اور سب مسلح! بادرفتار گھوڑوں اور اونٹوں سمیت اسی دوران میں مکہ معظمہ سے دو باپ بیٹے سفر ہجرت کے وقت پکڑے گئے اور اہلِ مکہ نے اس وعدہ پر انہیں چھوڑا کہ وہ غزوۂ بدر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں نہ لڑیں گے!

یہ دونوں (مسلمان) جب آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے وعدہ کا تذکرہ عرض کیا تو سرور دو عالمؐ نے فرمایا "...... تم واپس چلے جاؤ! ہم وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ ہمیں اللہ کی مدد پر بھروسہ ہے۔" (اصابہ ج ۳ ص ۱۳) وہ دونوں مکہ واپس چلے گئے۔ پھر بدر کی لڑائی کے بعد (وہ دونوں) مدینہ منورہ پہنچے۔ ان میں سے بیٹے کا نام حضرت حذیفہ[۱] بن الیمان ہے اور باپ کا نام حضرت حسیل بن جابر[۲] ہے۔ یعنی یمان کا اصل نام حسیل ہے۔ (اللہ تعالیٰ ان دونوں پر راضی ہو)

۳۶۶۔ حدیبیہ کی وہ عجیب شرطیں جن کی نظیر سے اہل دنیا ہمیشہ قاصر رہے گی۔ ایک یہ تھی کہ:

(۱) اگر مکہ والوں میں سے کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ آ جائے تو رسول اللہ کو اسے

۱۔ و ۲۔ اصابہ ج اول ص ۲۰۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکہ واپس کرنا ہوگا۔

(۲) اور اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر مکہ پہنچ جائے تو وہ واپس نہ کیا جائے گا۔

ان شرائط پر گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک مسلمان بیڑیوں میں جکڑا ہوا مکہ والوں کی قید سے نکل کر دارالمصالحت (حدیبیہ) میں آ پہنچا۔ اتفاق کی بات کہ وہ مسلمان قیدی اہلِ مکہ کے وکیل سہیل بن عمرو ہی کا بیٹا تھا۔ سہیل نے اس (قیدی) کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ ہر چند مسلمان اسے واپس کرنا نہ چاہتے تھے۔ مگر رسول اللہؐ نے اس کے روکنے میں بدعہدی سمجھ کر اسے واپس کر ہی دیا (اس مسلمان کا نام ابوجندل تھا) اب اس (قیدی) نے دہائی مچا دی کہ:

''مسلمانو! دوڑو! میں اسلام لا چکا ہوں اور ان حالات میں ہوں مگر مجھے پھر کافروں کے چنگل میں لوٹایا جا رہا ہے۔''

لیکن معاہدہ ہو چکا تھا۔ ابوجندل اسی طرح بیڑیوں میں مکہ لے جائے گئے اور اب انہیں اور بھی زیادہ تکلیفیں دی گئیں۔

۳۶۷۔ بدعہدی نہ کرنے کا صلہ

بعد میں حضرت ابوجندل کسی طرح مکہ والوں کے قید خانہ سے بچ نکلے۔ مگر وہ حدیبیہ میں اپنا فیصلہ دیکھ چکے تھے۔ ان سے پہلے ایک اور مسلمان حضرت ابوبصیر بھی اسی طرح مکہ والوں کے چنگل سے نکل کر سمندر کے کنارے بیٹھ گئے تھے۔ اب مکہ میں جو شخص اسلام لاتا۔ رسول اللہ کے پاس مدینہ منورہ آنے میں اپنے لیے اچھا نتیجہ نہ دیکھتا۔ وہ سیدھا ابوبصیر کے پاس آ جاتا۔ اس جتھہ نے مکہ والوں سے اس طرح انتقام لینا شروع کر دیا کہ ان کا جو قافلہ ادھر سے آتا۔ وہ اسے صاف کر دیتے۔ جب قریش کی کوئی تدبیر ان کے خلاف کارگر نہ ہوئی تو آخر ان کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابوبصیر کے جرگہ کو مدینہ بلا لینے کی درخواست کی۔

رسول اللہؐ تو رحم و شفقت کے موقعے تلاش ہی فرمایا کرتے۔ آپؐ نے اسے منظور کر کے انہیں سمندر کے کنارے سے شہر مدینہ میں بلا لیا۔ اس طرح حدیبیہ کی اس شرط کا خاتمہ ہوا۔ اللہ کی رحمت ہو ابوبصیر پر جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان (تحریری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے پاس پہنچا۔ وہ بیمار تھے۔ مکتوب رسالتؐ ابوبصیر کے ہاتھ میں تھا اور ان کی روح رب الاعلیٰ کی ملاقات کا قصد فرما چکی تھی۔

۳۶۸۔آج "انا فتحنا لک فتحا مبینا" (۱) کا دن ہے محمدیؐ فوجیں شہر (مکہ) میں کسی مزاحمت کے بغیر (فاتحانہ) داخل ہوگئی ہیں۔ سہیل (بن عمرو) خود تو آج اپنے گھر میں دروازہ بند کیے بیٹھے ہیں۔ اپنے فرزند عبداللہ کو رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا کہ "آپ مجھے امان دیجیے!" شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

رسول اللہ کے لیے معافی تو معمول ہی تھا۔ آپ نے عبداللہ سے فرمایا "میں سہیل کو امان دیتا ہوں!" باوجودیکہ سہیل اور دوسرے اہلِ مکہ میں سے کسی نے ابھی تک ایمان کا اقرار نہیں کیا تھا مگر امان عام تھی!

رسول اکرمؐ بیت اللہ میں تشریف لائے۔ خانۂ کعبہ سے مکہ والوں کے (۳۶۰) فرضی خداؤں کو نکال کر باہر پھینکوا دیا۔ ادھر دیکھا تو پورا بیت اللہ مکہ والوں سے بھرا ہوا ہے۔ کہیں تل رکھنے کی جگہ نہیں۔ آنحضرت نے اوپر نظر اٹھائی تو فرمایا:

"آپ لوگ مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

انہی سہیل بن عمرو نے سب کی طرف سے عرض کیا: "صاحب! ہم آپ سے ایک بھلی بات عرض کرنا چاہتے ہیں۔ ہم لوگ آپ کو نیک سمجھتے ہیں اور آپ ہمارے نیک بھائی کی نشانی ہیں۔ آج آپ ہماری گردنوں کے مالک ہیں۔" یعنی آج

بام پر آنے لگے وہ سامنا ہونے لگا
اب تو اظہارِ محبت برملا ہونے لگا

ان الفاظ کے سوا سہیل کی سحر بیانی ان کا کوئی یارانہ کر سکی۔ اس کے جواب میں رسول اللہ نے فرمایا: "میں تم سے وہی کہتا ہوں۔ جو میرے بھائی یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے ایسے موقعہ پر فرمایا تھا۔ لاتثریب علیکم الیوم۔ "میں تمہیں کوئی ملامت نہیں کرتا۔" جاؤ تم سب آزاد ہو۔" ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل سے امان کا جو وعدہ فرمایا تھا۔ اسے پورا کر دکھایا۔

۱۔ اے رسول ہم نے آپ کے لیے ایک بڑی فتح مقرر کر رکھی ہے۔ یہ آیت حدیبیہ میں اتری اور اس کے معنی فتح مکہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت سہیل بعد میں اسلام لے آئے۔ وہ خود فرماتے ہیں مجھ پر اسلام کا یہ اثر ہوا کہ:

''جس جس مقام پر میں نے اسلام کی مخالفت کی تھی۔ انہی مقامات پر میں نے اسلام کی حمایت کی۔''

''اسلام کی مخالفت پر جس قدر مال و منال میں نے مشرکوں کی مدد میں خرچ کیا تھا۔ اسلام لانے کے بعد اسی قدر دولت میں نے اسلام کی برتری قائم رکھنے پر خرچ کی۔''

بدگمانی

کوئی شخص بھی سہی۔ آپ نے یونہی گرہ باندھ لی۔ کہ اس نے فلاں موقعہ پر آپ کی برائی کی۔ یا آئندہ وہ آپ کا نقصان کرنے کے درپے ہے۔ مگر آپ کے پاس اس کا ذرہ بھر ثبوت نہیں۔ جس کی بنا پر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ یہ بدگمانی ہے اور ایک ایسا تخیل ہے کہ جسے اگر یونہی قائم رکھا جائے تو دن بدن یہ خیال اور بڑھے گا۔ حتیٰ کہ آپ کو اس کے نقصان پہنچانے یا نہ پہنچانے سے پہلے اس پر تیار کر دے گا کہ آپ اس کا تیا پانچا کر دیں گے۔ جس کے بعد خاندانوں اور برادریوں تک میں عداوت کا سلسلہ قائم ہو جائے گا!

قرآن مجید دوسرے معاملات میں بھی حقیقت پر گفتگو کرتا ہے۔ اس کے دامن میں محض مفروضات کا کوئی تنکا نہیں۔ مثلاً توحید باری تعالیٰ کے ثبوت میں یہ آیت کتنی واضح ہے۔

یاایھا الناس ضرب مثلا فاستمعوا له ان الذین تدعون من دون الله لن یخلقوا ذبابا ولوا جتمعوا له وان یسلبھم الذباب شیئا لایستنقذوهُ منه ضعف الطالب والمطلوب ماقدروا الله حق قدره ان الله لقوی عزیزo (۲۲: ۷۳۔۷۴)

اے لوگو! (سنو) ایک مثال ہے غور کرو کہ اللہ کے سوا جن فرضی خداؤں کو پکارا جاتا ہے وہ سب مل کر بھی ایک مکھی تک خلق نہیں کر سکتے (اور تو اور) بلکہ اگر مکھی ان سے کچھ لے اڑے تو یہ سب (مل کر بھی) اس سے اپنی چیز واپس لینے پر قادر نہیں' پھر دیکھو یہ طلب گار اور جن کو یہ طلب کرتے ہیں۔ دونوں کس قدر کمزور ہیں (بات یہ ہے کہ) ایسے لوگوں کے دلوں میں اللہ کی منزلت ہی نہیں۔ حالانکہ وہ ذات کبریا صاحب قدرت اور غالب ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح کتاب اللہ (قرآن مجید) نے ہمیں معاشرت (باہمی میل جول) کے آداب وقواعد جو بتائے ہیں تو وہ بھی حقیقت ہی پر قائم ہیں۔ مثلاً غیبت کرنا برا ہے۔ چغلی کھانا معیوب ہے۔ غرور کرنا ناپسندیدہ فعل ہے۔ منہ پھلا کر بات کرنا حماقت ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے سے ناحق بدگمانی کو گناہ قرار دیا۔

اگر قبیلوں اور دوستوں کی باہمی عداوت کی حقیقت پر غور کیجئے تو بیشتر معاملات میں فساد صرف ظن وگمان کی خرابی سے پیدا ہوا اور نوبت جنگ وجدل تک پہنچے گی۔ یا آپس میں لین دین ترک کر دیا گیا۔ ہر سنی سنائی بات اور مخبری کی چھان بین کے لیے قرآن مجید نے ایک قانون مقرر فرمادیا۔ کہ جب ایسا شخص تمہارے پاس کوئی خبر لائے جس کا اپنا کوئی مرتبہ نہیں ۔ بلکہ وہ سدا کا پاپی ہے۔ تو اس کی لائی ہوئی خبر کی تفتیش ضرور کرلو۔ مبادا تم کسی مصیبت میں پڑ جاؤ۔ (فرمایا)

یاایھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنباء فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالة فتصحوا علی مافعلتم نادمین ٥ (۶:۴۹)

اے مومنو! اگر بے دین شخص تمہیں آ کر کوئی خبر سنائے تو اس کی تفتیش ضرور کرلو۔ ایسا نہ ہو کہ تم خود ہی کسی قوم سے جھگڑا کر کے مصیبت میں گھر جاؤ اور تمہیں الٹی ندامت اٹھانا پڑے!

یعنی بے دین کی مخبری کو صحیح مت سمجھو اور ہر معاملہ میں تفتیشِ حال ضروری سمجھو۔ اس کے بعد ہر ایک قسم کے سوئے ظن اور بے جا خوش فہمی سب پر یہ اصول (قرآن مجید) نے متعین فرمادیا:

۱ . یاایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم.
۲ . ولا تجسسوا......

اے مومنو! بدگمانی کی عادت ترک کردو۔ کیونکہ بعض بدگمانیاں تمہارے ہی نامۂ اعمال میں گناہ کی صورت میں لکھی جائیں گی (جب کہ وہ صحیح نہ ہوں گی) اور ایک دوسرے کے معاملات کی جستجو میں خود کو نہ لگائے رکھو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴. ولایغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ واتقوا اللہ ان اللہ تواب رحیمO (۴۹: ۱۲)

اور ایک دوسرے کی پس غیبت سے بھی سروکار مت رکھو! کیا تم ایک دوسرے (بھائی) کی مردار لاش کا گوشت کھانا پسند کرتے ہو؟ بلکہ اس سے تو تمہیں کراہت ہے (مگر تم نے پس غیبت کو ترک کرنا مشکل سمجھ رکھا ہے) (اے مومنو!) اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک خداوند عالم توبہ قبول کرنے والا رحم پرور ہے!

آخر کسی کے معاملات کی جستجو سے ہمیں کیا سروکار ہے؟ اگر یہ اسے بھی معلوم ہو جائے تو وہ آپ کا دشمن نہ بن جائے گا؟ اور دشمنی سے آپ خود بھی گھبراتے ہیں۔ جبھی تو درپردہ آپ اس کی عیب جوئی و عیب گوئی کرتے ہیں اور برملا آپ کو اس کی بات کرنے اور کہنے کی جرات نہیں ہوتی۔

اگر ہمارے ہمسایہ یا شناسا سے کچھ لغزش ہوگئی۔ اب ہمیں اس سے کہنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ نہ اتنی عقل ہے (ہمیں) کہ اسے تنہائی میں سمجھا سکیں۔ لیکن دل کا کانٹا زبان پر نکلنے سے نہیں رہتا۔ حسد سے اِدھر اُدھر اس کے خلاف آگ لگاتے پھرتے ہیں۔ کیا برادری اور دوستی، ہمسایہ داری اور قرابت و خویشی کے یہی انداز ہیں۔

جس کے آگے سے گزرتا ہے وہ کہتا ہے یہی
دیکھی اے روحِ رواں ہم نے روانی تیری

اگر غیر اس طرح آپ کی کمزوری دوسروں سے کہتا پھرے تو کیا آپ اس کے دشمن نہ بن جائیں گے؟ قرآن مجید ہمارے دلوں سے ہر قسم کی باہمی عداوتوں کی جڑیں نکال کر ان میں محبت و ہمدردی کی پود لگانے آیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واذكروا نعمت الله عليكم اذ كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا وكنتم على شفا حفرة من النار فانقذكم منها. كذالك يبين الله لكم ايته لعلكم تهتدون٥

اور اللہ تعالیٰ کے اس کرم کو دیکھو کہ اب تک تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ مگر اس نے تمہارے دلوں کو باہم قریب فرما دیا۔ اب تم اس نعمتِ الٰہی کے صدقہ میں ایک دوسرے کے بھائی بن گئے اور پہلے (بے اتفاقی سے) تم دوزخ کی گھاٹی کے کنارے پر کھڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس تباہی سے تمہیں بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہاری رہبری کے لیے واضح طریق پر بیان فرماتے ہیں۔

۲۶۹۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ چند روز بعد کوفہ والوں نے آپ کے متعلق خلافت میں شکایت کی کہ ہمارے گورنر نماز میں جلدی کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے سعد سے جواب طلب کیا۔ انہوں نے لکھا کہ ''میں تو نماز میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا اتباع کرتا ہوں۔'' حضرت عمرؓ نے نیک ظن کی بنا پر فرمایا: ''آپ کی نسبت ہمیں یہی گمان تھا۔''

۲۷۰۔ جناب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان (افک) باندھا گیا۔ لیکن صحابہ کرام کو ازواجِ مطہرات کے معاملہ میں جو نیک گمان تھا۔ اس کی وجہ سے انہوں نے یہی فرمایا کہ ''سبحان اللہ! ہمارے لیے یہ الفاظ زبان پر لانے بھی زیبا نہیں۔ ''سبحانك هذا بهتان عظيم'' ٥ اللہ تعالیٰ کی پاک دامنی کا اعتراف کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی سراسر بہتان ہے۔

سرگوشی

ایک دوسرے کے کان سے منہ لگا کر بات کرنا وہ بھی کسی مجلس یا کسی حلقہ میں یہ طریقہ دوسروں کو قسم قسم کے شبہوں میں ڈالنے کا سبب بن جاتا ہے اور مدینہ منورہ کے یہود اور منافقوں میں یہ عادت تھی کہ مسلمانوں کے سامنے بھی آپس میں ایک دوسرے سے منہ جوڑ کر باتیں کرتے۔ ظاہر ہے کہ یہ اسلام ہی کے خلاف سرگوشیاں ہوتیں۔ تورات میں بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے منع کیا گیا تھا۔ اور منافقین جو خود کو ابراہیمی مسلک پر بتاتے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوات والسلام کی تعلیم میں بھی انہیں اس سے روکا گیا تھا۔ ملحوظ رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل صرف انجیل قابلِ قبول تھی مگر یہودیوں کا وہ طبقہ جو حضرت عیسیٰ صلوات اللہ علی نبینا وعلیہ السلام کا منکر رہا اس نے انجیل کو ٹھکرا دیا۔ اور ایک فرقہ جس نے تورات و انجیل دونوں کو پسِ پشت ڈال کر ابراہیمی ہونے کا دعویٰ قائم رکھا۔ یہ قریش مکہ تھے اور ان کے کچھ ہم خیال عرب و نواحی میں اور لوگ بھی تھے اور مدینہ منورہ میں بھی ابراہیمی دین کے ایسے لوگ موجود تھے۔

مگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے سبھی ہی دشمن تھے۔ یہ بدنصیب در پردہ سازشیں اور برملا سرگوشیاں کرتے! ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ یہودی آتے۔ تو سلام تک میں دشمنی نہ چھپا سکتے اور السلام علیکم کی بجائے سام علیک کہتے (سام کے معنیٰ موت کے ہیں) اللہ تعالیٰ نے (یہود) کی بہتری کے لیے انہیں سرگوشی سے منع فرمایا اور اس قسم کے غیر مناسب سلام سے روکا۔ مگر وہ تو بری طرح منہ زور ہو رہے تھے۔ آخر ان (یہود و منافقین) کا حشر کیسا عبرتناک ہوا' تاریخ میں بنو قریظہ و بنو نضیر اور بنو قینقاع کے واقعات ملاحظہ فرمائیے (یہ سب یہودی تھے اور مدینہ منورہ کے ساہوکار و سرمایہ دار تھے)

فمابکت علیھم السماء والارض وما کانوا منظرینo (۴۴:۲۹)	ان کا یہ حشر دیکھ کر آسمان اور زمین کسی کو ان پر ترس نہ آیا' نہ انہیں ہماری گرفت سے نکلنے کی مہلت ہی نصیب ہوئی۔

الغرض۔۔۔ پہلے تو ان یہود و منافقین کو سرگوشی اور اس قسم کے طریقۂ سلام اور رسول دشمنی سے منع فرمایا گیا۔ جس کی حکایت الفاظِ وحی میں یوں ارشاد ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الم ترالی الذین نھو عن النجوی ثم یعودون لما نھوا عنه ویتنجون بالاثم والعدوان ومعصیت الرسول واذا جآؤک حیوک بما لم یحیک به الله ویقولون فی انفسھم لولا یعذبنا الله بما نقول حسبھم جھنم یصلونھا فبئس المصیرo (۸:۵۸)

کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف توجہ نہیں کی جنہیں سرگوشی سے روکا گیا۔ مگر ان کی طینت نے انہیں اس سے ہٹنے نہ دیا۔ آخر ان کی یہ کانا پھوسی انہی کے لیے گناہ اور معصیت رسول بن گئی۔ وہ لوگ (اے نبیؐ) جب آپ سے ملتے ہیں تو اس قسم کا سلام کہتے ہیں جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہے۔ ان کے دلوں میں یہ گرہ لگی ہوئی ہے کہ اگر آپ رسول ہیں تو انکار سے ان پر اللہ کا عذاب کیوں نہیں نازل ہوتا مگر وہ بھول میں ہیں جہنم ان کا ٹھکانا ہے جو بہت بری جگہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہود و منافقین کی حکایت کرنے کے بعد مسلمانوں کو یوں خطاب فرمایا:

یایھا الذین امنوا اذاتناجیتم فلا تتناجوابالاثم والعدوان ومعصیت الرسول وتناجوا بالبر والتقوی. واتقوالله الذی الیه تحشرون o (۹:۵۸)

اے مومنو! کوئی سرگوشی، کسی قسم کی سرکشی اور رسول کی بے فرمائی کسی معاملہ میں کبھی مت کرو (البتہ) نیکی اور پرہیزگاری کے لیے (سرگوشی سے) مضر نہ ہو تو مضائقہ نہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو آخر تمہیں اسی کے سامنے حاضر ہونا ہے۔

جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب تین اشخاص ایک جگہ ہوں تو ان میں سے دو آدمی کانا پھوسی نہ کریں۔''

کذب

• ۱۷۳۔ فریب دہی کے مختلف انداز ہیں کسی پر جھوٹا الزام لگانا یہ قرآن مجید کی زبان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ''افک'' ہے۔ (افترا!) ایک شخص کے پاس کسی نے کوئی راز یا کوئی چیز امانت رکھ دی۔ راز اس نے دوسروں کو بتا دیا۔ اس طرح وہ شے خود رکھ لی۔ اگر خود نہ رکھی تو کسی کے حوالے کر دی۔ یہ خیانت ہے۔ قرآن مجید نے اس سے بھی منع فرمایا۔ بات کہہ کر مکر جانا یا کوئی ایسا پہلو اختیار کرنا کہ ظاہر و باطن میں صریحاً فرق پڑ جائے۔ یہ ''زور'' ہے اور قرآنی تعلیم اس سے بھی روکتی ہے۔ اس طرح اصلیت کچھ نہ ہو۔ مگر اسے حقیقت کے انداز میں بیان کرنا یا جہاں اصلیت کا وجود ضروری ہو۔ مگر بیان کرنے میں اس سے انکار کر دینا۔ یہ جھوٹ ہے اور اس کی سب سے بری مثال وہ ہے جو نصاریٰ نے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا بنانے میں قائم کی۔ قرآن مجید نے اسے بڑا بول قرار دیا۔ فرمایا:

وینذر الذین قالو اتخذالله ولدا ٥ مالهم به من علم ولا لابائهم كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا٥ (۱۸:۵:۴)	(ہمارا نبی!) عذاب آخرت سے ڈراتا ہے ان لوگوں کو جنہوں نے خدا کی گود میں ایک شخص کو اس کا بیٹا بنا کر ڈال دیا۔ جس پر نہ ان کے پاس کوئی دلیل ہے۔ نہ ان کے بڑوں کے پاس یہ بڑا بول کیونکر ان کی زبانوں سے نکلا کہ اس قدر جھوٹ (خدا نے بھی ایک انسان کو اپنا بیٹا بنالیا)

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا کہ:

ان الله لايهدى من هو كاذب كفار ٥ (۳۹:۳)	اللہ تعالیٰ جھوٹے منکر کو سچی راہ نہیں دکھاتا۔

کیونکہ قرآن مجید تو وہی کہتا ہے جو حقیقت پر مبنی ہو اور ہمارے شب و روز کے مشاہدے ہمیں بتاتے ہیں کہ جھوٹ بولنے والے کا کوئی اعتبار نہیں۔ پھر جب اس کا اعتبار ہی نہ رہا تو وہ اپنی کامیابی کی راہ کیونکر پا سکتا ہے اور یہی قرآن کہتا ہے کہ جھوٹا منکر سچی راہ نہیں پا سکتا۔

۲۷۳۔ حضرت عبداللہ بن عامر (صحابی) فرماتے ہیں۔ میرے بچپن میں میری والدہ نے مجھے پکارا۔ اس وقت حضرت نبی علیہ السلام بھی ہمارے غریب خانہ پر تشریف فرما تھے۔ میری ماں نے مجھے یوں بلایا ''ادھر آؤ میں تمہیں کچھ دوں گی!'' آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ''تمہارے انداز سے یہ ٹپکتا ہے کہ تم بچے کو یونہی بہلاوا دے کر بلا رہی ہو!''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میری والدہ نے عرض کیا ''یارسول اللہ! میں اسے ایک کھجور دوں گی۔'' اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا ''اگر تم اس وقت اسے کچھ نہ دیتیں تو یہ تمہارے اعمال نامہ میں جھوٹ لکھا جاتا!''

(۲) جناب اسماء بنت زید (صحابیہ) نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا: ''یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص کسی وقت کسی شے کی خواہش ظاہر کردے اور پھر کہہ دے مجھے اس کی خواہش نہیں تو کیا یہ بھی جھوٹ میں شمار ہوگا؟''

فرمایا ''ہر چھوٹے سے چھوٹا جھوٹ بھی جھوٹ ہی لکھا جاتا ہے۔''

۳۷۳۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ ''رسول اللہؐ کے نزدیک سب سے بڑی برائی جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔ جب تک کوئی شخص یہ عادت ترک نہ کرتا۔ آپ اس سے بات نہ کرتے۔

۳۷۴۔ حضرت صفوان بن سلیم فرماتے ہیں ''ہم چند آدمیوں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ''اے خدا کے سچے رسول! کیا مومن سے کبھی بزدلی واقع ہوسکتی ہے؟'' فرمایا ''ہوسکتی ہے!'' پھر عرض کیا ''۔۔۔ مومن بخیل ہوسکتا ہے؟'' فرمایا ''ممکن ہے!'' پھر عرض کیا ''مومن جھوٹ بول سکتا ہے؟'' فرمایا ''جھوٹ بول کر کوئی مومن نہیں رہ سکتا۔

تمسخر

کسی کا مذاق اڑانا' پیٹھ پیچھے چغلی کرنا' اس کا اصلی نام چھوڑ کر ایسے نام سے پکارنا جس میں حقارت ہو! اسے کون پسند کرسکتا ہے۔ قرآن مجید ان عادتوں کو فسق یعنی گناہ کبیرہ بتاتا ہے۔ جو شخص اس قسم کی عادت ترک نہ کرے۔ اسے قرآن کی زبان میں ظالم کہا گیا اور ظالم کا انجام ظاہر ہے!

۱۔ یاایھا الذین امنوا لایسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منھم ولانسآء من نسآء عسی ان یکن خیرا منھن۔ ۞ (۴۹: ۱۱)

اے مومنو! ایک دوسرے کا مذاق مت اڑاؤ ممکن ہے وہ شخص اس عیب سے بلند ہو۔ عورتیں بھی باہم تمسخر سے پرہیز کریں۔ ممکن ہے دوسری عورت اس نقص سے پاک دامن ہو۔

۲۔ ولاتلمزوا انفسکم۔

(ب) اور ایک دوسرے کی چغلی مت کرو!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳. ولاتنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئک هم الظالمون٥	(ج) اور کسی کا اچھا نام بدل کر اس کا برا نام نہ رکھنا چاہیے۔ برا نام تو ایمان لانے کے بعد گناہ کبیرہ ہے۔ جو شخص ان عادتوں کو ترک نہ کرے۔ وہ ظالم ہے۔

موجودہ دور میں کسی شخص کے از روئے ایمان منافق ہونے کا اندازہ تو محال ہے مگر عملاً دیکھئے تو اچھے کام کرنے والوں پر تمسخر اڑانے والوں کی ایک ٹولی ہر موقعہ پر نظر آتی ہے۔ آج بھی دل کھول کر صدقہ دینے والوں کو ریاکار کہا جاتا ہے۔ مفلوک الحال مسلمانوں کو دین کی راہ میں ثابت قدم پا کر ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ''ان پر مذاق اڑانے والے تصور میں خود کو تو اس مقام پر لا کر دیکھیں کہ ان کا اوروں پر یہ تمسخر کتنا معیوب ہے؟ ع۔ آنچہ خود نہ پسندی بدیگراں مپسند

۳۷۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منکرین اور کفار برملا مخالف محاذ پر کھڑے ہو جاتے۔ مگر وہ لوگ جن کی زبانوں پر ایمان واسلام تھا مگر دلوں میں کفر ومخالفت بھری ہوتی۔ مسلمانوں کے لیے صد گونہ آفت بنے رہتے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کی تحریک فرمائی۔ ہر شخص نے اپنی حیثیت کے مطابق مال پیش کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے جب سے اپنے دینی بھائی حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بازار قینقاع کا راستہ دریافت کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مالا مال کر دیا تھا۔ آپ نے آٹھ ہزار کی تھیلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی اور اسی وقت ایک غریب الحال مومن صرف ایک صاع جنس لا سکا۔ منافقوں کا تمسخر دیکھئے کہ حضرت ابن عوف کے ۸ ہزار پر تو یہ طعنہ دیا کہ یہ محض ریاکاری ہے.......... مگر اس غریب شخص کے ایک صاع پر یوں ہنسی اڑائی کہ ''...... بھلا خدا اتنے سے صدقہ کو کیا کرے گا!''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولـذيـن يـلـمـزون الـمـطـوعين من الـمـؤمـنـين فـي الـصـدقٰـت والذين لايـجـدون الاجـهـدهـم فيسـتـخـرون مـنـهـم سـخـر الـلـه منهم ولهم عذاب اليمo (۹ : ۷۹)

منافق لوگ مومنوں پر ان کی اطاعت گزاری کی وجہ سے عیب لگاتے ہیں جب کہ وہ صدقہ کرتے ہیں اور ان لوگوں پر عیب لگاتے ہیں جو محض اپنی جدوجہد راہِ خدا میں پیش کر سکتے ہیں۔ تو یہ منافق ان مومنوں پر بھی تمسخر اڑاتے ہیں۔ اللہ ان منافقوں کو دنیا میں ذلیل اور عاقبت میں دردناک عذاب کرے گا!

اور یہی ہوا کہ آخر منافق ذلیل وخوار ہوئے اور مومنین مخلصین نے تمام دنیا کو اپنے حسنِ کردار کا گرویدہ بنالیا۔

خوشامد

جو خوبی کسی میں نہ ہو۔ وہ اس کے دامن میں ڈال دینا خوشامد ہے جس سے خوشامد کرنے والا تو کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھا ہی لیتا ہے۔ مگر جس شخص کی خوشامد کی جارہی ہے۔ اس کا انجام ایک نہ ایک دن ایسا عبرتناک ہونے کو ہے کہ جو دیکھے گا اس پر افسوس کرے گا۔ مثلاً یہ شخص حقیقت میں امیر نہیں ہے۔ مگر خوشامدی لوگ اس کی دولت مندی کے فسانے بنا بنا کر اسے یوں بس میں کر لیتے ہیں کہ وہ امیری کے بھرے میں آ کر اپنی تھوڑی پونجی بھی امیروں کی طرح خرچ کر کے دامن جھاڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔

۳۷۶۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جن کی موجودگی میں ایک شخص حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے روبرو ان کی مدح کرنے لگا۔ اور حضرت مقدادؓ نے اپنی مٹھی میں کنکر لے کر اس خوشامدی کے منہ میں بھر دیئے۔ حضرت عثمانؓ نے مقدادؓ سے پوچھا ''اے مقدادؓ یہ تم نے کیا کیا؟'' حضرت مقدادؓ نے جواب دیا:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم خوشامدیوں کو کسی کی خوشامد کرتے دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی بھر دو۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا یہ حال ہے کہ خوشامد کرنے والوں کی قدر و منزلت میں یہاں تک کہا جاتا ہے کہ ''یہ بے چارہ تو اپنی زبان سے کسی کو برا نہیں کہتا۔'' وہ رات دن آقائے ولی نعمت لی بھٹی کرتا رہتا ہے۔ اس لیے بھلا آدمی بن گیا۔ مگر یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ بد بخت مکار دوسروں کو کن کن بھروں سے برباد کر رہا ہے۔

خوشامد پسندی تکبر ہی کی ایک قسم ہے کہ انسان خود کو اپنی معمولی حالت سے بہتر سمجھنے لگے اور اپنے متعلق جو گرہ اس نے دماغ میں باندھ لی ہے اسی کے مطابق دوسروں سے سننا اسے پسند ہو۔ قدیم عرب میں غرور کے ساتھ خوشامد پسندی کا مرض بھی عام تھا۔ یہودیوں میں تو یہ برائیاں اور بھی زیادہ تھیں۔ مگر جس طرح تکبر کا انجام تباہی ہے۔ اس سے بہت زیادہ خوشامد پسندی میں بربادی لازمی ہے۔ چنانچہ ان منافقوں اور یہودیوں کی اس عادت کا تذکرہ قرآن مجید میں فرما کر مسلمانوں کو ان چیزوں سے بچنے کی ہدایت فرمائی:

لاتحسبن الذین یفرحون بمآ اتو ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب ولھم عذاب الیمO (۳:۱۸۸)	جو لوگ اترائے پھرتے ہیں اور جو خوبیاں ان میں نہیں ان کا اعتراف دوسرے سے کرانے پر تلے بیٹھے ہیں ان کی تباہی آنے میں ہرگز شک نہ کرنا ان کے لیے عذاب دردناک نہ ہوگا تو اور کس کے لیے ہوگا!

عجمی بادشاہوں کے دستور میں ایک رسم یہ بھی تھی کہ دربارداری کے موقع پر بادشاہ سلامت تختِ شاہی پر جلوہ فرما ہیں اور درباری دست بستہ نگاہیں نیچی کیے کھڑے ہیں۔ بعض موقعے ایسے آتے کہ دربار کے کسی نہ کسی موقعہ پر بادشاہ کے سامنے سب کو سجدہ بھی کرنا پڑتا۔ یہ طریقہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ مقامِ حیرہ میں دیکھ کر (مدینہ منورہ لوٹے اور تمام نقشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کرنے کے بعد درخواست کی:

''آپ تو اللہ کے رسول بھی ہیں۔ اس لیے سب بادشاہوں سے آپ زیادہ مستحق ہیں۔ کیا ہم آپ کو سجدہ کرلیا کریں؟''

قربان جایئے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید پروری پر اور ترکِ خوشامد پر۔ آپؐ نے فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کیا میرے بعد جب تم میری قبر پر گزرو گے تو اس وقت بھی سجدہ کرو گے؟''
حضرت قیس نے عرض کیا ''نہیں یارسول اللہؐ! اس وقت ہم سجدہ نہیں کریں گے۔'' حضور سرورکائناتؐ نے فرمایا ''توجیتے جی بھی سجدہ نہ کرنا چاہیے۔''

۳۷۸۔قبیلہ بنو عامر کا وفد نبی کریم صلوٰت اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے امیر نے آنحضرت سے گفتگو میں کہا: '' انت سیدنا (آپ ہمارے سرتاج ہیں!) آنحضرتؐ نے فرمایا''......السید اللہ (سید تو اللہ تعالیٰ ہے) پھر امیر وفد نے یہ کہا:'' ......انت افضلنا فضلاً و اعظمنا طولاً'' (آپ ہم سب سے افضل ہیں اور ہر ایک سے مرتبہ میں سربلند ہیں)
یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: ''ان باتوں میں کچھ صحیح بھی ہے لیکن اس سے بچو کہ شیطان تمہارے دلوں میں بس کر تم سے کچھ کا کچھ کہلوانے لگے۔''

۳۷۹۔حتیٰ کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشامد اور جھوٹی مدح سے اس طرح منع فرمایا:

جس طرح نصاریٰ نے ابنِ مریم کی تعریف کرتے کرتے انہیں اس قدر بڑھا دیا۔ایسا نہ ہو کہ تم میرے لیے اسی طرح کرنے لگ جاؤ۔ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔''یعنی!

تم اوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا
کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا
مری حد سے رُتبہ نہ میرا بڑھانا
بڑھا کر بہت تم نہ مجکو گھٹانا
سب انساں ہیں واں جس طرح سرفگندہ
اسی طرح ہوں میں بھی اک اس کا بندہ
بنانا نہ تربت کو میری صنم تم
نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے حق نے دی ہے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

۳۸۰۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے رسول اللہؐ کے سامنے کسی شخص کی تعریف اس کے بالمواجہہ کی۔ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: ''تیرا بھلا نہ ہو تو نے تو اپنے دوست کی گردن ہی ماردی۔'' اور تین مرتبہ کلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ مبارک سے فرمایا:

غیبت

ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے برا بتانا غیبت ہے اور قرآنی ہدایت کے مطابق مردہ ابنِ آدم کا گوشت کھانا ہے۔ جسے ہم کبھی کھانا پسند نہیں کرتے۔ غیبت کی عادت باہمی نفرت اور عداوت کا بہت بڑا سبب ہے۔ جب کوئی یہ سنے گا کہ فلاں شخص نے میری برائی کی ہے تو وہ بھی اس کی تلاش میں رہے گا کہ اس سے بدلہ لیا جائے اور اگر اسے موقع مل گیا تو ایسا فتنہ برپا ہوگا جس میں دونوں گھر جائیں گے۔ (لاتفسدوا فی الارض ۲:۱۱) ''دنیا میں فساد مت پیدا کرو۔''

ولایغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ واتقوا اللہ ان اللہ تواب رحیمo (۴۹:۱۲)

اور ایک دوسرے کے پیٹھ پیچھے اسے برا مت بناؤ۔ بھلا تمہیں اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند ہے؟ بلکہ تم اس سے گھن کروگے اور اللہ سے ڈرو۔ وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم پرور ہے۔

۳۸۱۔ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ اور بھی چند اصحاب جمع ہوئے۔ حضرت عتبانؓ نے ایک مختصر سے کھانے کا انتظام کرلیا۔ باتوں ہی باتوں میں ایک صاحب کی زبان سے نکل گیا۔ کہ ''مالک بن خشمؓ کو بہت دنوں سے نہیں دیکھا کہیں منافقوں سے تو نہیں مل گئے!'' اس پر نبی کریم صلی اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ وسلم نے ناراض ہو کر فرمایا۔ ''یہ تم نے کیسے کہہ دیا کہ مالکؓ منافقوں سے ملنے لگے۔ تمہیں یاد نہیں کہ وہ لا الــــہ الا الـــلـــہ کہتا ہے اور اس نے غزوۂ بدر میں تلوار کے جوہر دکھائے۔'' (اصابہ جلد ۶ ص ۲۳)

اسلام اور ملت میں کسی کے معمولی سے وصف کی وجہ سے اس کی قدر و قیمت کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔ نہ یہ کہ ایک شخص میں بے شمار خوبیاں جمع ہیں۔ مگر اس کی ذرا سی لغزش سے ہم اسے دنیا جہان میں بدنام کرنا شروع کر دیں۔ ہر انسان کو دوسرے کے ساتھ ایسا سلوک کرنے میں پہلے خود کو بھی ٹٹول لینا چاہیے۔

تکبر

انسان میں اگر کوئی خوبی موجود ہو تو اس کا اظہار بھی مناسب طور پر کرنا بہتر ہے نہ یہ کہ خود میں کسی وصف کا نام تک نہ ہو اور اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے شیخی بگھارا کیجئے اسی کا نام تکبر ہے۔

وان اللہ لایحب کل مختال فخور ٥ (۱۸:۳۱)

اور اللہ تعالیٰ اترانے والے متکبر کا دوست نہیں رہتا۔

فرعونِ مصر کے بعد ایک اور فرعون قریش میں پیدا ہوا۔ جس نے تکبر کے نشے میں اہلِ ایمان کے لیے حشر برپا کر دیا۔ کسی مومن کو مکہ معظمہ میں امن نہ تھا۔ آخر نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وسلم) ہجرت پر مجبور ہو گئے۔ مگر ابوجہل کو ان جرموں کی کیا سزا ملی؟

جنگِ بدر کے واقعات پر نظر کیجئے۔ دو نوعمر انصاری لڑکے جن میں سے ایک کا نام معاذ اور دوسرے کا نام معوذ ہے اور عفراء کے بیٹوں کے نام سے مشہور ہیں (عفراء ان کی والدہ تھیں) جب مقابلہ (بدر میں) شروع ہوا تو یہ دونوں بھائی شاہین کی طرح جھپٹ کر ابوجہل پر لپکے اور چشم زدن میں اس کے سینے پر بیٹھ گئے۔ ایک بھائی نے اس متکبر کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا۔ ''ارے! تو ہی ابوجہل ہے؟ لیکن ابوجہل نے اس لڑکے سے پہلا سوال یہ کیا کہ ''آج کس کو غلبہ نصیب ہو رہا ہے؟'' اس لڑکے نے کہا ''آج اللہ اور اس کے رسولؐ کی بادشاہت ہے!'' ابوجہل مر رہا تھا مگر تکبر نے اب بھی اس کا دامن نہ چھوڑا۔ پھر پوچھا:......

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے لڑکو! کیا مجھ سے زیادہ قابلِ عزت کسی شخص کو آج تک کسی نے قتل کیا ہے؟'' نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ (۱)

بدبخت موت کے چنگل میں پھنسا ہے مگر تکبر کا دامن نہیں چھوٹتا! حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کی لاش کھینچ کر رکھی گئی۔ تو آپ نے افسوس کے لہجہ میں فرمایا:

هذه فرعون هذا الامة. یہ شخص اس امت کا فرعون ہے۔

فرعونیت نام ہی تکبر کا ہے اور ابوجہل غرور و تکبر کا پتلا تھا!

ان فرعونوں کے مقابلہ میں رسولوں کے عادات و خصائل دیکھیے۔ آنحضرتؐ کو ''رحمۃ للعالمین'' کا سراپا پہنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ کے ایثار و انکسار و رحمت و عفو و بخشش و کرم کے دفتر بھرے ہوئے ہیں:

لقدجاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیمo (۹:۱۲۸) تمہیں میں سے ایک رسول مبعوث ہوا جو تمہاری بھلائی کا ہر وقت متلاشی ہے۔ وہ تمہارا کس قدر ہمدرد ہے اور مومنوں پر کس قدر مہربان ورحم دل ہے۔

آنحضرت صلوات اللہ علیہ ''رؤف رحیم'' یعنی نہایت ہی رحم دل تھے جس سے آپ کی مدح و ثنا تمام عالم میں پہنچ گئی۔

خود بخود بوئے یار پھیل گئی
کوئی منت کشِ صبا نہ ہوا

انا اعطینک الکوثر...... ورفعنالک ذکرک. (۹۴. ۱،۴)

اے نبیؐ ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا اور آپ کا تذکرہ تمام عالم میں پھیلا دیا' لیکن فرعون و ابوجہل کا نام صرف ان کے تکبر سے نفرت دلانے کے لیے زبان پر لایا جاتا ہے۔ اس لیے قرآنی تعلیم میں تکبر کی چال تک سے منع فرمایا گیا:

۱۔ میں اپنے نفس کی شرارت سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولاتمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولاo کل ذلک کان سیئہ عند ربک مکروھا.o (۱۷:۳۷،۳۸)

(اے مومنو!) زمین پر چلتے وقت اتراؤ نہیں! آخر نہ تو زمین کو تم اپنی قوت سے پھاڑ سکتے ہو اور اپنی سربلندی سے تم پہاڑوں کی برابری بھی نہیں کر سکتے! یہ (اترانا) اور اس قسم کی دوسری (متکبرانہ) عادتیں اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔

اور خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کو وہی عادت ناپسند ہے جو انسانیت کے لیے تباہ کن ہو۔ جیسے کہ تکبر ہے۔

اسلام آنے سے قبل عربوں کا دستور تھا کہ حج سے فارغ ہو کر وہیں جلسہ شروع کرتے جس میں مختلف طریقوں سے اپنی اپنی بڑائی کا اظہار ہوتا۔ اپنے اپنے بزرگوں کے کارنامے مبالغہ سے بیان کرنا شروع کرتے اور فخر وغرور کی حدوں تک پہنچا کر دم لیتے۔ فخریہ اشعار تو بات بات میں ان کا وظیفہ تھا۔ عجیب حالت تھی۔ اس سے ذرا دیر پہلے لبیک! لبیک! (یا اللہ! میں حاضر ہو گیا ہوں!) سے اظہارِ عجز کر رہے ہیں اور اب انا! انا! (جو کچھ ہوں میں ہی ہوں) کہہ کر خدائی دعویٰ کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے اس طرح منع فرمایا ہے:

فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم آباؤکم او اشدذکراo (۲:۲۰۰)

تکمیلِ حج کے بعد اللہ کا اس طرح ذکر شروع کر دو جس طرح تمہارے باپ دادا کرتے آئے ہیں اور ہو سکے تو ان سے بھی بڑھ کر اسے جاری رکھو۔

۳۸۲۔ فتح مکہ کے بعد سب پر واضح ہو گیا کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے اور جو کچھ (حضرت) خیرالبشر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ وہ عمل کے قابل ہے...... اب جوق در جوق لوگ اسلام میں شامل ہونا شروع ہوئے۔ مگر ہر ایک قبیلہ کی خصلت علیحدہ تھی اور غرور تکبر تو سب میں یکساں تھا۔ جس کی اصلاح دین کے فیضان اور اس پر عمل سے ہو سکتی تھی۔ بڑے بڑے قبیلوں کے وفد نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ان میں بنو تمیم کا وفد جب مدینہ منورہ پہنچا تو پہلے انہوں نے بغیر انتظار رسول اللہؐ کے دولت خانہ پر جا کر آوازیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیں اور آپ کا نام پکار کر...... باہر آیئے صاحب! چلانے لگے۔ مجلس منعقد ہوئی تو بنوتمیم نے دوسری باتوں کے سوا یہ بھی کہا کہ ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپؐ سے مفاخرہ کرنا چاہتے ہیں۔ مفاخرہ یہ ہے کہ دونوں فریق بالمقابل آ کر اپنا اپنا فخر اور تکبر بیان کریں۔''

بنوتمیم میں ایک سحرالبیان شخص عطارد (بن حاجب) نام کے تھے جو نوشیرواں عادل کے دربار سے اپنی جادو بیانی کے صلہ میں کمخواب کا خلعت حاصل کر چکے تھے۔ ان کا حوصلہ بڑھا ہوا تھا اور مفاخرہ شروع ہو گیا۔

عطارد کا مفاخرہ

قبیلۂ بنوتمیم کی طرف سے یہی عطارد بن حاجب مفاخرہ کے لیے آگے بڑھے۔ انہوں نے اپنے خاندان اور قومی فخر کا بیان اس طرح شروع کیا:

''اللہ کا شکر ہے۔ جس کے فضل و کرم سے ہم تخت و تاج کے مالک ہوئے۔ ہمارے خزانے سیم و زر سے بھرے ہوئے ہیں۔ تمام مشرق میں کوئی قوم ہماری برابری نہیں کر سکتی۔ اگر کسی کو یہ دعویٰ ہو تو وہ اپنے اوصاف گنوائے۔ ہم اپنے کارنامے بیان کرتے ہیں!''

ثابت بن قیسؓ صحابی رسولؐ کا مفاخرہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابتؓ کو اشارہ فرمایا (ان کا مفاخرہ یہ ہے)

''اس خدائے برتر کی تعریف جس نے زمین اور آسمان بنائے ہمیں بادشاہت بخشی اور اپنے بندوں میں سے ایک برگزیدہ ہستی کا انتخاب کیا۔ جو سب سے زیادہ شریف النسب ہے۔ تمام دنیا سے بڑھ کر راست گفتار ہے۔ جس کے اخلاق دنیا سے بہتر ہیں۔ یعنی وہ تمام عالم کا خلاصہ ہے۔ اس کی خوبیوں ہی کی وجہ سے اللہ نے اس پر قرآن نازل فرمایا۔ اس نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ تو سب سے پہلے مہاجرین اسلام لائے۔ ان کے بعد انصار نے دعوتِ اسلام پر لبیک کہا۔ ہمارا فخر صرف یہ ہے کہ ہم سب اللہ کے انصار اور اس کے رسولؐ کے وزیر ہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نثر میں مفاخرہ ہو چکا تو اس کے بعد نظم میں مقابلہ چلا۔ ادھر سے وہی بادشاہی اور سرداری پر فخر و غرور مگر رسول اللہؐ کے رفیقوں کی طرف سے وہی اسلام اور دینداری پر اظہار اطمینان آخر اثر نے رنگ دکھایا۔

خوبروئی ہوئی مشہور تری عالم میں
لوگ افسانۂ عذرا و دمن بھول گئے

اور وفد کے تمام افراد اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ حضرت عطاردؓ پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ آج نوشیرواں کا دیا ہوا کمخوابی خلعت مدینہ کی منڈی میں فروخت کر رہے ہیں۔ (۱)

اے خوشا قسمت! شراب بیخودی سے مست ہوں
اے زہے تقدیر ان آنکھوں کے بیماروں میں ہوں

یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھاگے ہوئے پہنچے اور عرض کیا ''یارسول اللہؐ! عطاردؓ اپنا وہ خلعت فروخت کر رہا ہے جو اس نے نوشیرواں کے دربار سے انعام میں حاصل کیا تھا۔ اگر آپ اسے خرید لیں اور جس موقعہ پر وفد حاضرِ خدمت ہوتے ہیں' زیبِ تن فرما کر ان سے گفتگو فرمائیں تو کیا اچھا ہو!'' آنحضرتؐ نے فرمایا'' ...... یہ ریشم کا بنا ہوا ہے۔ اسے وہ مرد استعمال کرے گا جس کا حصہ عاقبت میں نہ ہوگا۔ (۲) (اور حضرت عطاردؓ نے بھی اسی وجہ سے اسے فروخت کیا۔)

۳۸۳۔ حضرت عقبہ بن عامر جہینی رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں کہ جونہی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھا۔ فوراً ایمان لے آئے۔ یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے۔ ایک مرتبہ انہیں رسول اللہؐ کی مشایعت کا فخر نصیب ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار تھے اور یہ پیدل۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ ''آیئے آپ میرے عقب میں بیٹھ جایئے۔'' مگر حضرت عقبہؓ نے اسے ادب کے خلاف سمجھ کر معذرت کر دی۔ آنحضرتؐ نے دوبارہ فرمایا۔ تو انہوں نے انکار میں بے ادبی سمجھی۔ اس پر رسول اللہؐ خود سواری سے اتر پڑے۔ عقبہؓ سوار ہوئے اور نبی کریم حضرت عقبہؓ کو اپنی سواری پر بٹھا کر ان کے ساتھ ساتھ پیدل چلنے لگے۔

۳۸۴۔ حضرت عنترہ (تابعی) فرماتے ہیں۔ جب میں قصر خورنق میں جناب امیر

۱۔ اصابہ [illegible]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ موسم سرما تھا۔ اور حضرت نے ایک پرانی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ میں نے عرض کیا ''.....امیر المومنینؓ! خداوند عالم نے بیت المال میں آپؓ کے اور آپؓ کے عیال کے لیے حق مقرر فرما دیا ہے۔ آپ ان حالوں میں کیوں رہتے ہیں؟''

یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا ''.....اے عنترہ! وہ اموال تم لوگوں پر صرف کرنا بہتر ہے..... اور یہ وہی چادر ہے جو میں نے مدینہ منورہ سے نکلتے وقت اوڑھ رکھی تھی!'' یعنی جب آخری مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مدینہ منورہ چھوڑا۔ اور پھر وہاں تشریف لے جانے کا موقعہ نہ ملا۔

۳۸۵۔ ترکِ تکبر کی عجیب مثال

لوگوں کے ناموں کی فہرستیں دیکھیے۔ پرانے ناموں میں جبل (پہاڑ) اسد (شیر) ثور (بیل) بحر (سمندر) نظر آتے ہیں۔ مگر ارض (زمین) نہ تو کسی مرد کے نام پر ہے۔ نہ کسی بی بی کا نام نظر آتا ہے۔ وہ لوگ تو سراپا غرور و تکبر تھے۔ ایسا نام کیوں رکھتے جس میں عجز و تواضع پائی جائے۔ رسول اللہؐ تشریف لائے تو ایسے ناموں کی بھی اصلاح فرمائی ...... ناموں کا ایک اور جزو (عرب میں اور اب عام مسلمانوں میں بھی) کنیت ہے۔ مثلاً ابو رافع ابولہب (لہب بمعنی شعلۂ نار ہے) وغیرہ۔ رسولِ اللہ نے اس میں بھی راہبری فرمائی۔ جس کا ثبوت حضرت علیؓ کی کنیت سے ملتا ہے۔ جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ابوتراب'' (تراب بمعنی مٹی) کنیت سے نامزد فرمایا۔ حضرت علیؓ جیسے بہادر اور جفاکش مگر وفا کیش نے اس کنیت کو اپنے لیے فخر سمجھ کر ہمیشہ اپنے نام کے ساتھ رکھا۔ دراصل ان حضرات کی عزت کاموں سے تھی نہ کہ ظاہری کروفر سے۔ جو تکبر کی وجہ سے انسان میں پیدا ہو جاتا ہے۔

۳۸۶۔ حضرت عمرؓ کے متعلق جناب انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ زمانۂ خلافت میں ان کے کرتے کے مونڈھے پر میں تہہ بہ تہہ پیوند لگے ہوئے دیکھا کرتا!

بیت المقدس کے پادریوں کی درخواست صلح کی شرط پر امیر المومنین (عمر بن الخطابؓ) وہاں تشریف لے گئے۔ تو شہر کے قریب پہنچ کر اپنے غلام کو اونٹ پر سوار کر رکھا تھا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ مدینہ منورہ سے لے کر بیت المقدس تک غلام اور بادشاہ دونوں باری باری اونٹ پر سوار ہوتے اور بیت المقدس کے قریب آ کر غلام کی باری تھی۔ نصرانیوں کو معلوم ہوا تو وہ دانتوں میں انگلیاں دبا کر رہ گئے اور آپس میں کانا پھوسی کرنے لگے۔ حضرت عمرؓ نے یہ دیکھا تو فرمایا "ان لوگوں کی نظریں شاہانِ عجم کے جاہ وحشم کو ڈھونڈ رہی ہیں۔" (مگر قرآنی زندگی میں آقا و غلام اور بادشاہ و رعیت سب کا درجہ برابر ہے۔)

نکتہ

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ کے اس طویل سفر کو دیکھئے اور راستہ کے امن و سکون کا اندازہ فرمائیے۔ آپ کی شناخت سے کون قاصر تھا۔ مگر قرآنی تعلیم پر عمل کرنے والوں کی ہیبت سے کسے یارا تھا۔ کہ رہ گزر مسافر کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے۔ ورنہ چند سال قبل کہاں ان راہوں سے سلامت گزر اجا سکتا تھا۔

۳۸۷۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے واقعہ پر غور فرمائیے۔ وہ جب از خود رسول اللہؐ کی خدمت میں آپہنچے تو من جملہ اور تذکروں کے نبی کریمؐ نے یہ بھی ان سے فرمایا:

"اے عدیؓ! آج تک تو راستوں پر یوں قتل و غارت ہوتا رہا۔ مگر تم دیکھو گے کہ ایک پردہ پوش عورت مقام حیرہ سے چل کر مکہ معظمہ جیسی دور دراز مسافت پر تن تنہا سفر کر کے حجِ بیت اللہ سے مشرف ہوگی!"

حضرت عدیؓ فرماتے ہیں۔ "اور میں نے سچ مچ دیکھ لیا کہ ایک پردہ پوش بی بی تن تنہا سفر کر رہی تھی۔" (اصابہ ج ۴ ص ۲۹۹) یہ قرآن مجید کی تعلیم کا اثر تھا۔ اس نے چوری، قتل، ڈاکہ رہزنی جیسے برے کاموں سے منع کر رکھا تھا اور اس پر ایمان لانے والوں نے ان حکموں پر عمل کرنے میں اپنا بھلا سمجھ لیا!

حضرت عدی بن حاتمؓ اسلام لانے سے قبل چوری کے مال سے چوتھائی حصہ لیا کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے قرآن پاک پر جس طرح عمل کیا اور اس عمل کی وجہ سے انہیں جو برتری حاصل ہے۔ آج یہ دونوں حیثیتیں فسانہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتیں۔ کیونکہ ہم نے اس کتاب ہدایت کو محض تبرک سمجھ کر رکھ لیا ہے۔ "قرآن مجید پر عمل کرنا بڑا مشکل ہے۔" یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ ہمہ شمہ کی زبان پر ہے۔اس سے زیادہ بدنصیبی کیا ہوگی۔ حالانکہ اس پر عمل کرنا سہل اور اپنی زندگی کو پر بہار بنانا ہے۔

۳۸۸۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعات میں ہے کہ جب آپؓ ''ایلہ'' کو گئے تو اونٹ پر بیٹھے تھے۔گاڑھے کی جو قمیص پہن رکھی تھی جگہ جگہ سے پھٹ گئی تھی۔ (حضرت عمرؓ نے) وہاں کے پادری سے فرمایا ''ذرا اس پر پیوند لگا دیجئے۔'' پادری اس قمیص کو درست کر کے ساتھ ہی ایک نئی قمیص اپنی طرف سے لے آیا۔لیکن امیر المومنینؓ نے یہ کہہ کر دوسری قمیص واپس فرمادی کہ میری قمیص میں پسینہ خوب جذب ہوتا ہے۔

غصہ

کم سن بچے کے ہاتھ میں بھری ہوئی بندوق اس قدر مہلک نہیں جتنا بالغ وتنومند انسان کے دماغ میں غصہ خطرناک ہے۔اس کے بعض نتائج اتنے عبرتناک ہیں۔تاریخ میں بادشاہوں کے غصے کے واقعات پڑھیے کسی نے ذرا دیر میں وفادار اور کارآمد اہلکار کی گردن اڑادی کسی نے غضب میں آکر اپنے رفیق سلطنت کی زبان کٹوا کر پھینکوادی۔لیکن جب یہ جنون ختم ہوا تو یہی فرماں روا بیٹھے ہوئے آنسو بہارہے ہیں کہ ہم نے ایسا کیوں کیا! مگر جو تیر قضا ہاتھ سے نکلنا تھا۔وہ اپنا کام کر گیا۔

نیک انسان میں اچھے اور ناموزوں ہر قسم کے صفات موجود ہیں لیکن ان میں توازن اور ان کا استعمال بغیر صحیح میزان (ترازو) کے ناممکن ہے۔یہی وجہ ہے کہ جہاں سے میزان وعدل اٹھ گئے وہاں برے صفات غالب آگئے۔اور انسانی تفوق نے جو چاہا کیا لیکن جونہی کسی قوم و ملک پر الہامی صبح صادق کا طلوع ہوا۔اس قوم کے ہاتھ میں ترازوئے عدل آگئی۔جس سے اچھے عادات ابھرنا شروع ہوئے۔وہ خود زندگی کے ثمر سے شادکام ہوئے اور دوسروں کے سامنے اپنے نخلِ حیات کے شیریں میوے پیش کیے۔

کہنا یہ تھا کہ بالغ انسان کے دماغ میں غصہ اس قدر مہلک ہتھیار رہے جس سے نہایت عبرتناک واقعات رونما ہوتے ہیں۔خداوند عالم کا کرم ہے کہ اس نے قرآنی زندگی کے اسباق میں ایسے نازک موقعہ کے لیے مفید سبق ارشاد فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خذالعفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین واما ینزغنک من الشیطن نزغ فاستعذ باللہ انہ سمیع علیمo (۷:۲۰۰)

معاف کرنے کی عادت خود میں پیدا کیجئے اور اگر شیطان تمہیں ابھار ہی دے تو اللہ کا آسرا تلاش کیجئے وہ سننے اور جاننے والا ہے۔

اس آیت کے معنی مندرجہ ذیل واقعہ میں پڑھئے:

۳۸۹۔فخر دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو مسلمانوں میں تنازعہ ہو گیا۔ان میں سے ایک کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا۔رگیں پھول آئیں۔جس وقت نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا۔تو فرمایا''......مجھے ایک ایسا کلمہ یاد آ گیا۔جس کے زبان پر آنے سے غصہ ختم ہو جاتا ہے۔وہ کلمہ ہے: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔

نوٹ: کتاب (ہذا) میں اگر الفاظ کی تاثیر پر بحث کی گنجائش ہوتی۔تو عرض کیا جاتا کہ غصہ جیسا پہاڑ تعوذ (اعوذ باللہ......) سے کیوں کر اپنی جگہ سے ٹل جاتا ہے۔لیکن اتنا اب بھی ناگزیر ہے کہ آخر غصہ کا سبب بھی تو الفاظ کا اثر ہے جن پر برافروختہ ہو کر انسان تلوار کے قبضہ پر ہاتھ لے جائے یا کسی کے دو میٹھے بول سن کر اس پر تن من نچھاور کر بیٹھے۔

یہی فلسفہ دعا کی تاثیر کا ہے۔کوئی دل شکستہ اپنی درماندگی ہزار گریہ وزاری کے ساتھ اس سراپا رحم کے حضور پیش کرتا ہے۔اس کی حمد و ثنا کے حسین سے حسین کلمے پیش کرتا ہے۔ دریائے رحمت کے سوتے جاری ہو جاتے ہیں۔وقال ربک ربکم استجب لکم (تمہارے پالنہار نے فرمایا ہے کہ مجھ سے مانگو میں دوں گا۔)

قرآنی زندگی اس طرح اختیار کیجئے کہ دوسروں کے ساتھ محبت اور بھائی چارہ پیدا ہو۔غصہ آئے تو انہیں معاف کر دیجئے تاکہ نظم جماعت میں ابتری پیدا نہ ہو۔

فما اوتیتم من شی فمتاع الحیوۃ الدنیا وماعنداللہ خیر وابقی للذین امنوا وعلی ربھم یتوکلون o والذین یجتنبون کبآئرا لاثم والفواحش واذا ماغضبواھم یغفرونo (۴۲:۳۶،۳۷)

یہ جو کچھ تمہیں حاصل ہے۔صرف معمولی متاعِ زندگی ہے مگر جو کچھ ابھی اور اللہ کے پاس ہے۔اس سے بہتر اور ہمیشہ ہمیشہ ساتھ دینے والا ہے جو ان مومنین کے لیے ہے جو اپنے رب کے آسرے پر جیتے ہیں اور برے کاموں سے خود کو بچاتے ہیں اور غصے کے وقت دوسروں کو معاف کر دیتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۹۰۔ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بار ہا یہودی آتے اور قسم قسم کی فقرہ بازیاں کرتے۔ مگر نبی الرحمۃؐ کبھی ناراضگی کا اظہار نہ فرماتے۔

ایک مرتبہ چند یہودی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو السلام علیک کی بجائے "السام علیك" سے سلام کیا (السام کے معنی ہیں تم ہلاک ہو جاؤ) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو جواب میں یہودیوں سے فرمایا "وعلیکم لسام ولعنة الله" (تم پر ہلاکت اور لعنت دونوں ہوں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عائشہؓ تم نے کیوں یہ کلمے زبان سے نکالے؟" حضرت عائشہؓ نے یہودیوں کے طریقِ سلام کا ذکر کیا۔ تب رحمت دو عالمؐ نے فرمایا "......ان کا کلام میں نے بھی سن لیا تھا۔ مگر میں نے صرف "وعلیکم" (یعنی تم پر بھی) پر اکتفا کیا اور اسی قدر کافی تھا۔

۳۹۱۔ ایک یہودی عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ تو سلام میں کہا: "السلام علیك یامحمد!" انداز گستاخانہ تھا۔ اصحابِ کرام میں سے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور اسے جھڑک کر کہا "ارے تیری زبان سے رسول اللہ کیوں نہیں نکلا؟" یہودی نے جواب دیا "میں نے وہی کلمہ زبان سے ادا کیا ہے۔ جس کلمے سے آپؐ کے صاحب کو ان کے گھر والے پکارتے ہیں۔" رسول اللہؐ نے فرمایا "ہاں درست ہے۔ میرا نام محمد ہی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اسی نام سے مجھے میرے گھر والے پکارتے رہے۔"

۳۹۲۔ ہجرت کے بعد فخر دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ آپ کی آمد کی خبر سنتے ہی حاضر خدمت ہوئے۔ یہ یہودیوں کے جید عالم تھے اور چند سوال انہوں نے آنحضرتؐ سے کیے مگر دو تین سوال حل ہو جانے کے بعد آپ کی رسالت پر ایمان لائے اور عرض کیا "...... یارسول اللہؐ! یہودیوں کو زبان درازی میں تمام عالم پر سبقت ہے۔ اگر انہوں نے میرے قبولِ اسلام کا حال سن لیا تو مجھ پر طرح طرح کے بہتان باندھیں گے۔ ذرا ان میں چند اشخاص کو طلب فرما کر میرے کردار اور فکر کی بابت دریافت تو فرمائیے۔" ...... حضرت عبداللہؓ اندر جا بیٹھے ...... یہودی حاضر ہوئے تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (یہودیوں) سے پوچھا "......عبداللہؓ تم لوگوں کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزدیک کیسا شخص ہے؟" انہوں نے کہا"...... وہ خود جید عالم ہے اور جید عالم کا بیٹا ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ "اگر عبداللہؓ اسلام قبول کر لے تو پھر تم کیا کرو گے؟"

یہودیوں نے جواب دیا۔ "اللہ تعالیٰ اسے محفوظ رکھے۔ وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔" یہ سن کر حضرت عبداللہ بن سلامؓ باہر تشریف لے آئے اور بآواز بلند پکارا۔ "اشھد ان لا اله الا الله واشھد ان محمد رسول الله.!" ان کی زبان سے یہ کلمے نکلے ہی تھے کہ یہودی زبان پلٹ کر بولے...... "عبداللہؓ شریر شخص ہے اور شریر باپ کا بیٹا ہے۔ اس کے ساتھ ان کی شان میں کچھ اور ر‌طب یابس بھی سنائیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا غصہ نہ آیا۔

۳۹۳۔ سیدالبشر صلی اللہ علیہ وسلم ادائے نماز کے بعد اصحابؓ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما ہوتے۔ ایک روز حرم میں جانے کے لیے کھڑے ہوئے ہی تھے کہ دفعۃً ایک بدو نے آپ کی گردن میں چادر کا پھندا ڈال کر کہا۔ یہ مال تمہارا اور تمہارے باپ کا نہیں۔ جب تک فلاں دونوں اونٹ مجھے نہ دلوا دو گے میں یہ پھندا نہیں کھولوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ "بے شک یہ مال میرا نہیں۔ مگر پھندا کھول دو تو میں کسی سے کہوں۔" بے سمجھ بدو اپنی ضد سے نہ ہٹا مگر اس پر بھی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دونوں اونٹ دلوا دیئے۔ جن میں ایک پر جو بھروا دیئے اور دوسرے پر گیہوں لدوا دیئے۔

۳۹۴۔ جنگِ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں ایک شخص کے پیر تلے آ کر کچل گیا۔ رسول اللہؐ کو تکلیف پہنچی۔ اسے کوڑے سے ہٹا کر فرمایا"......بسم اللہ! مجھے خوب تکلیف پہنچائی۔"

صحابیؓ نے تمام رات اسی کرب میں کاٹی۔ کہ میں نے رسول اللہؐ کو ناحق تکلیف پہنچائی۔ صبح دیکھئے اللہ کی طرف سے میرے لیے کیا عتاب نازل ہوتا ہے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ صبح ہوتے ہی میرا نام لے کر مجھے کسی نے پکارا۔ اور میں ڈر گیا۔ دیکھئے کیا پیش آتا ہے۔ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کل تم نے میرا پیر کچل کر جو تکلیف دی تھی اور اس پر میں نے تمہیں کوڑے سے دور کیا تھا۔ یہ اسی (۸۰) بھیڑیں تم پر صرف کوڑا اٹھانے کا معاوضہ ہے۔ انہیں ہانک لے جایئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۹۵۔ اس سے زیادہ غصہ کس قصور پر آ سکتا ہے۔ کہ ایک انسان دوسرے بے خبر انسان پر قاتلانہ حملہ کر کے اسے موت کے کنارے پر کھڑا کر دے۔ ابن ملجم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہی برتاؤ کیا۔ مگر آپ نے اپنے قاتل کے متعلق وصیت فرمائی کہ ''ابن ملجم سے معمولی طور پر قصاص لینا۔ اس کا مثلہ نہ کرنا'' (یعنی ہاتھ پاؤں اور ناک نہ کاٹنا) اور جب یہ قاتل حضرت علیؓ کے سامنے حاضر کیا گیا۔ تو آپؓ نے حکم دیا کہ ''اسے اچھا کھانا کھلاؤ اور اسے نرم بستر پر سلاؤ۔ اگر میں زندہ رہا تو اس کے معاف کرنے یا قصاص لینے کا مجھے اختیار ہوگا۔ اور اگر میری زندگی ختم ہو جائے تو اسے میرے پاس پہنچا دینا۔ میں اللہ کے سامنے اس سے نبٹ لوں گا۔''

۳۹۶۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق ایسے واقعات بے شمار ہیں کہ نادان دشمنوں نے آپؓ کے بالمواجہہ کن کن الفاظ سے آپؓ کی توہین کی۔ مگر جبین مبارک پر شکن نہ آئی۔ امیر معاویہؓ اور آپؓ کے درمیان جنگ کی نوبت آ گئی۔ حضرت حسنؓ اس خیال سے کہ دونوں طرف مسلمانوں کا قتل ہوگا۔ خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ مگر عوام اس مصلحت کو نہ سمجھ سکتے تھے۔ رضی اللہ عنہ کے سامنے آتے۔ السلام علیکم کے ساتھ ہی کچھ الفاظ ملا کر ایسا طعنہ دیتے کہ اگر آسمان کو یہ طعنہ دیا جاتا تو غصے میں آ کر نیچے گر پڑتا! ان کے الفاظ حضرت (حسنؓ) کے لیے یہ تھے:

السلام علیکم یامذل المومنین ○ (سلام ہو تم پر اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے)

السلام علیکم یامسود المؤمنین ○ (سلامتی ہو تم پر اے مومنوں کا منہ کالا کرنے والے)

السلام علیکم یاعار المومنین ○ (سلامت رہو اے مومنوں کے لیے باعثِ صد شرم!)

مگر ان بدگمانیوں کے جواب میں حضرت حسنؓ صرف یہ فرماتے ''...... میں ایسا نہیں ہوں، مگر اپنی خلافت کے لیے مسلمانوں کا خون بہانا مجھے گوارا نہیں!''

۳۹۷۔ مروان بن الحکم منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر بنت الرسولؐ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان تک میں ناشائستہ کلمات کہنے سے باز نہ آتا۔ جنہیں علامہ سیوطیؒ نے تاریخ الخلفا میں نقل کیا ہے۔ مگر میں انہیں قلم سے لکھنے میں قاصر ہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تو وہ برملا سب وشتم کرتا۔ حضرت حسنؓ یہ کلمات سنتے اور "صابروا ورابطوا" (۱) کی عملی تفسیر بنے رہتے۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ مروان نے اپنے قاصد کو حضرت حسنؓ کے پاس بھیجا۔ اور کئی گالیاں بھی اس پیغام کے ساتھ ارسال فرمائیں۔ ابن رسولؐ (حضرت حسنؓ) نے صرف یہ جواب دیا:

> ''مروان سے کہہ دیجئے۔ اللہ کی قسم! میں تمہاری گالیوں کا جواب دے کر تم سے دشنام طرازی کا الزام دور نہ کروں گا۔ اگر تم سچے ہو۔ تو اللہ سے اس سچائی کا بدلہ تمہیں مل جائے گا اور اگر تم جھوٹے ہو تو خداوند عالم اپنے بندوں کا انتقام ضرور لے گا؟''

۳۹۸۔ جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا۔ تو یہی مروان صاحب بھی بے اختیار رونے لگے! حضرت حسینؓ نے فرمایا ''تعجب ہے آج تم ان پر رونے بیٹھ گئے۔ ان کے ساتھ تم نے کیا نہیں کیا؟'' مروان نے سامنے ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا:

> ''میں نے جو کچھ کیا وہ اس پہاڑ سے کہیں زیادہ حلیم و بردبار کے ساتھ کیا۔''

فتنہ وفساد

امن کی بربادی فتنہ ہے۔ جہاں یہ برپا ہوا۔ امن وسلامتی رخصت ہو گئے اور عالم میں ابتری پھیلنے لگی۔ جس سے انسان کسی حالات میں بغیر تکلیف کے نہ رہ سکا۔

نبیوں کی تشریف آوری کا منشا ہی امن وسلامتی ہے تاکہ انسان اس طرح سکھ سے رہے کہ گویا یہ دنیا اس کے لیے بہشت ہے:

وابتغ فیما اتٰک اللہ الدار الاخرۃ ولاتنس نصیبک من الدنیا واحسن کما احسن اللہ الیک ولاتبغ الفساد فی الارض ان اللہ لایحب المفسدینo (۲۸:۷۷)	جو احکام اللہ نے تیری طرف آخرت کی بھلائی کے لیے نازل فرمائے ہیں۔ ان پر عمل کرتا رہ! اور دنیا سے بھی اپنا حصہ ترک نہ کر! دوسروں کے ساتھ اسی طرح بھلائی کرتا رہیو جس طرح اللہ نے تیرا بھلا کیا۔ زمین پر فساد نہ پھیلائیو۔ اللہ تعالیٰ فسادیوں کو دوست نہیں رکھ سکتا۔

۱۔ ... منو! مصیبتوں پر صبر کرو اور اس پر مضبوطی سے قائم رہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فساد کی مذمت میں مختصر اور مفصل آیتیں بھی ارشاد ہیں:

١۔ ولاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا ۝ (٧:٥٦)	زمین پر امن قائم ہونے کے بعد فساد پھیلانے سے پرہیز کرو۔
٢۔ ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشھداللہ علی مافی قلبہ وھو الدالخصام ۝ واذاتولی سعی فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل واللہ لایحب الفساد۝ (٢:٢٠٥۔٢٠٤)	بعض لوگوں کا لب ولہجہ کس قدر تعجب انگیز ہے۔ اپنے دل کی (غلط) بات کہتے ہوئے اللہ کی قسمیں کھانے میں پیش پیش ہیں۔مگر دراصل وہ نہایت درجہ کے فسادی ہیں کہ جونہی انہیں موقعہ ملتا ہے۔ایسا فساد برپا کر دیتے ہیں۔جس سے پیداوار یں تباہ ہو جائیں اور نسل انسانی برباد ہو جائے۔مگر خداتعالیٰ فساد کا دلدادہ نہیں۔

قرآنی تعلیم کے مطابق فساد کا کوئی درجہ بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ جنگ کرنے سے کم نہیں۔اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فسادیوں کے لیے قتل کی سزا تجویز فرمائی۔ انہیں پھانسی کے تختہ پر لٹکانے کا حکم دیا۔ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ کر پھینک دینے کی ہدایت فرمائی۔اب یہ فساد کی نوعیت پر منحصر ہے اور امام وقت یا اس کے مقرر کردہ محکمۂ عدالت کا کام ہے کہ جس درجہ تک جس نے امن میں خرابی پیدا کی ہے۔اس درجہ کے مطابق اس کی سزا مقرر کرے۔

قرآن مجید کے ہر اس حکم کا انکار فساد ہے۔جس سے انسانیت پر داغ آ جائے۔حتیٰ کہ اگر قوم میں جھوٹ کی عادت عام ہوگئی ہے۔تو ظاہر ہے کہ اس سے بھی قسم قسم کے فساد پیدا ہوں گے۔اسی طرح بیع وفروخت میں کمی بیشی تک قرآن نے فساد بتایا ہے۔ کیونکہ اس سے بھی تمام معاشرہ زیروزبر ہو جائے گا۔جیسا کہ ان دنوں ''احتکار'' (بلیک مارکیٹ) اور چیزوں میں ملاوٹ سے کہرام مچا ہوا ہے۔چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعات میں (قرآن) فرماتا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والی مدین اخاهم شعیباً قال یاقوم اعبدوا الله مالکم من اله غیره ولا تنقصوا المکال والمیزان انی اری کم بخیرو انی اخاف علیکم عذاب یوم محیط ○ ویا قوم اوفوا المکیال والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاء هم ولاتعثوا فی الارض مفسدین○ (۱۱: ۸۴۔۸۵)

مدین والوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی (حضرت) شعیب کو مبعوث کر کے بھیجا۔ انہوں نے کہا۔ بھائیو! اللہ کی عبادت کرو جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ تول میں کم نہ دو میں تمہیں مالدار دیکھ رہا ہوں اور میں ڈرتا ہوں کہ تم پر سخت گیر عذاب وارد نہ ہو۔ بھائیو! ماپ تول کے باٹ اور ناپ کے پیمانے پورے رکھو۔ کسی کو کم سودا نہ دو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ!

اسی طرح اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت بھی فتنہ ہے۔

انما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا اویصلبوا او تقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف اوینفوا من الارض ذالک لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الاخرة عذاب عظیم ○ (۵:۳۳)

جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ چھیڑ دی اور زمین پر فساد پھیلانا شروع کر دیا ان کے لیے یہ سزائیں ہیں (۱) قتل یا پھانسی (۲) یا ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پیر یا بایاں پیر اور دایاں ہاتھ کٹوا دینا (۳) یا جلاوطنی (اور) یہ تو صرف دنیا میں ان کی روسیاہی ہے۔ عاقبت کا عذاب اس سے بھی بڑا ہوگا۔

سودخوری بھی فتنہ ہے

اسی طرح سودخور کو خدا اور اس کے رسولؐ کے ساتھ جنگ کرنے والا فرمایا گیا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یایها الذین امنوا اتقوا الله وذروا مابقی من الربوا ان کنتم مومنین ○ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله ○ (۲:۲۷۸-۲۷۹)

اے مومنو! اللہ سے ڈرو! تم نے جاہلیت میں جو سود کھا لیا۔ اس کے بعد اب سود خوری ترک کر دو۔ اگر تمہارے دل میں ایمان ہے اور اگر سود خوری تم ترک نہیں کر سکتے۔ تو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار رہو۔

قرآنِ مجید میں بنظرِ اختصار صرف سود خوری کو اللہ اور رسولؐ کے ساتھ اعلان جنگ فرمایا گیا ہے۔ بے شک یہ مکروہ قسم کی قطع رحمی ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کی محنت صرف اپنے روپیہ کے منافع میں چھینتا رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ مال دار اور زیادہ متمول ہو جائے اور غریب بھیک مانگنے کی حد تک جا پہنچے۔ لیکن قرآنی تعلیم کے خلاف اور کون سا عمل ہے۔ جس سے انسان میں سخت دلی اور تنگ نظری پیدا نہیں ہوتی؟

اللہ اور رسولؐ کی ہر مخالفت انہیں اعلانِ جنگ دینا ہے۔ کیا مکاری سے دوسروں کو نقصان نہیں پہنچتا؟ بدعہدی سے فساد پیدا نہیں ہوتے؟ خیانت سے بدامنی نہیں بڑھتی؟ چوری اور زنا سے برادری میں زلزلے نہیں آتے؟ عبادت ترک کر دینے سے دل برائی کی طرف مائل نہیں ہوتا؟ اور اس کے میلان کا نتیجہ شر نہیں ہے؟ آج یہ کیا ہو رہا ہے؟ اقبال نے یہ کیوں کہا؟

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

ان الله لایغیر مابقوم حتی یغیروا ما بانفسهم ○ (۱۳:۱۱)

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اسی طرح کفر اور انکار بھی قرآنی زبان میں فساد ہی ہے۔ فرعون کا غرور کس حد تک پہنچ چکا تھا۔ غریب بنو اسرائیل کو اس قدر مرعوب کر دیا کہ ان کے لڑکوں کو برملا قتل کرنے لگا۔ کیونکہ اسے یہ سمجھا دیا گیا تھا کہ اولادِ یعقوبؑ (حضرت اسرائیل) علیہ السلام میں سے تمہارا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرور مٹانے والا پیدا ہونے کو ہے۔ قرآنِ مجید نے فرعون کی ان کارستانیوں کو فساد اور فرعون کو مفسد قرار دیا اور فرمایا:

طسم o تلک آیات الکتاب المبین o نتلوا علیک من نباءِ موسی وفرعون بالحق لقوم یومنون o ان فرعون علی فی الارض وجعل اھلھا شیعا یستضعف طائفة منھم یذبح ابناء ھم ویستحی نساء ھم انه کان من المفسدین o (۲۸: ۱۔۳)

یہ ایک واضح کتاب کی آیتیں ہیں اور اب ہم (حضرت) موسیٰ اور فرعون کی حکایت اظہارِ حق کے طور پر مومنین (کی نصیحت کی غرض سے) بیان کرتے ہیں۔ فرعون تو غرور میں سر چڑھ گیا تھا۔ اس نے رعایا کے ایک طبقہ کو اس قدر کمزور بنا دیا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا۔ وہ (فرعون) تو ایک فسادی تھا۔

فرعون کا انجام (اس کتاب میں) ملاحظہ سے گزرے گا کہ اسے فساد پروری کی سزا کیا ملی۔ اس کا جو حشر ہوا۔ دنیا کے لیے عبرت کا فسانہ بن گیا۔

• صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے خود کو فتنوں سے کس قدر بچایا؟

۳۹۹۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف جنگ کے شعلے بلند ہوئے۔ ایک صاحب جن کا نام احنف (ابن قیس) ہے۔ حضرت علی کی طرف داری کے لیے گھر سے نکلے۔ اتفاق سے ایک اور صحابیؓ رسولؐ جن کا نام حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے ان سے ملاقات ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر دو مسلمان آپس میں لڑائی کریں تو دونوں جہنمی ہیں۔

۴۰۰۔ مشہور جنگِ صفین میں اصحابِ علیؓ نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو طعنہ دیا کہ وہ جنگ کرنے میں پس و پیش کرتے ہیں۔ حضرت سہلؓ نے فرمایا:

''جب بھی ہم نے کسی غزوہ کے لیے کندھوں پر تلوار رکھی۔ تو اللہ نے فتح ہمارے لیے مقدر فرما دی۔ مگر اس جنگ کو کیا کیجئے اگر ایک طرف سے مشک کا منہ بند کرتے ہیں۔ تو دوسری طرف سے کھل جاتا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اس میں کیونکر شرکت کی جائے۔"

اور حضرت سہلؓ نے یہ کہہ کر شرکت سے انکار فرمادیا۔

۱۰۴۔ حجاج بن یوسف ثقفی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان جب لڑائی تک نوبت آ پہنچی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس دو صاحب تشریف لائے۔ آپؓ کو جنگ میں شریک کرنے کی کوشش کی اور ان سے کہا: "آپ حضرت عمرؓ کے فرزند اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیؓ ہیں۔ آپؓ حق کی حمایت کیوں نہیں کرتے؟"

حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) نے فرمایا: "میں اس لیے جنگ میں شرکت نہیں کرتا کہ خدا نے مجھ پر مسلمان کا خون حرام کردیا ہے؟"

انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ وقاتلوا هم حتى لاتكون فتنة۔ (لڑائی جاری رکھو جب تک کہ فتنہ ختم نہ ہوجائے)

حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: "...... ہم اتنی دیر تک لڑتے رہے کہ آخر ہم نے فتنہ کو دبا لیا اور اللہ کے دین کو لوگوں نے تسلیم کرلیا۔ مگر تم لوگ اب اس لیے جنگ کرتے ہو کہ فتنہ اور بڑھ جائے اور اللہ کا دین دوسروں کا دین ہوجائے۔

کتمانِ شہادت

معلوم شدہ بات یا واقعہ کو اس وقت چھپا لینا جب کہ اس کا اظہار ضروری ہو کتمانِ شہادت ہے اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے۔

ومن اظلم ممن كتم شهادة عنده من الله (۲: ۱۴۰)	شہادت چھپا لینے والے سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے؟

سب سے بڑی شہادت خداوند عالم کی ہستی کا اقرار ہے۔ مگر بدنصیب انسان نے اس شہادت کے اظہار میں من مانی کتر بیونت شروع کردی۔ دوسری شہادت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق تھی۔ جس کا ذکر گزشتہ کتابوں میں آپ کے نشانات اور وقت کے ساتھ مذکور ہے۔ مگر اس معاملہ میں بھی یہود و نصاریٰ کے عالموں نے شہادت تلف کرنے کی کیسی راہیں نکالیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واذقال عیسی بن مریم یابنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد فلما جآء ھم بالبینت قالو ھذا سحر مبینO (۶:۶۱)

حضرت عیسٰی بن مریم کا یہ واقعہ ان کو بھی تو یاد ہے۔ جب انہوں نے کہا "اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ تورات کا مصدق ہوں اور اپنے بعد اس رسول کی بشارت دینے بھی آیا ہوں جس کا نام احمد ہوگا۔ لیکن جب وہ آنے والا (احمد صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لایا۔ تو انہوں نے اس کے دعوے کو سحر کہہ کر رد کیا۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تصدیق کے باوجود حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر نہ صرف کتمانِ شہادت ہوا بلکہ الٹا حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اولاد (صلوات اللہ علیہم) میں سے بعض کو یہودی اور بعض کو عیسائی بنا دیا گیا۔

ام تقولون ان ابراھیم و اسماعیل واسحاق ویعقوب والاسباط کانوا ھودا اونصری قل ء انتم اعلم ام اللہ ومن اظلم ممن کتم شھادۃ عندہ من اللہ وما اللہ بغافل عما تعملونO (۲:۱۴۰)

ارے! تم کیا کہہ رہے ہو کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ حضرت اسحاقؑ حضرت یعقوب اور ان کی اولاد سب کے سب یہودی اور عیسائی تھے کیا تمہیں اللہ تعالٰی سے زیادہ علم ہے (نہیں انہیں تم بھی جانتے ہو کہ وہ کیا تھے) مگر کتمان شہادت تمہارا شیوہ بن چکا ہے اور یہ جرم اللہ کے نزدیک بہت بڑا ظلم ہے اور خداوند عالم تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے "خلقِ عظیم" کے سراپا کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ ان پر اُتاری ہوئی کتاب بے شمار نصیحتوں اور حکمتوں کے خزانے اپنے دامن میں لیے ہوئے سب کے سامنے موجود ہے۔ بایں ہمہ انکارِ شہادت کی ہزاروں راہیں کھول رکھی ہیں۔ اس شہادت طلبی پر فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قـل ای شـــی اکبـر شهـادة قـل الله شهید بیـنـی وبیـنـکم واوحی الـــی هـــذالـقـــرآن لانـذرکم به ومن بلغ. ائنکم لتشهدون ان مع الـلـه الهة اخری. قل لا اشهـد قـل انـمـا هو اله واحـد وانـنـی بری مما تشرکونo (۶:۱۹)

اے نبیؐ! ان سے یہ تو پوچھو! شہادت میں سب سے بڑا معاملہ کون سا ہے؟ (مگر یہ کیا جواب دیں گے!) انہیں بتادو کہ تمہارے اور میرے معاملہ میں اللہ گواہ ہے کہ دونوں میں کون سچا ہے۔لو یہ قرآن تو پڑھو (جو مجھ پر وحی فرمایا گیا ہے) تاکہ میں موجودین اور بعد میں آنے والوں کو ہلاکتوں سے ڈراؤں۔تم خود ہی گواہی دو کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور شے بھی اس کے درجے پر تسلیم کی جاسکتی ہے۔مگر یہ کیا کہیں گے۔اے نبی! آپ ہی ان سے فرمادیجئے کہ میں اس شہادت کو کیونکر تسلیم کرلوں۔جس میں خدا کے ساتھ بھی کسی اور کی شرکت ضروری ہو بلکہ میں تو یہ شہادت دیتا ہوں کہ ایک وہی ذات وحدہ لاشریک ہے بس اس سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ ''میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔''

اور ان تینوں شہادتوں یعنی توحید' نبوت و کتاب پر اظہارِ شہادت کا مدار اس قدر ضروری سمجھا گیا کہ لفظ ''شہادت'' کلماتِ ایمان کا جزو بن گیا۔

''اشهد ان لا اله الا الله واشهدان محمدا عبده ورسوله.''

اسی طرح دنیاوی معاملات میں بھی شہادت کی بے حد اہمیت ہے جس کے چھپانے سے کبھی فلاح و بہبود حاصل نہیں ہوسکتی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہود اور نصرانی علما نے آپ کی نبوت کی پیشین گوئی کو چھپا کر کیا لیا۔آج اگر ہم (مسلمان) باہمی معاملات میں شہادت کو خم دے کر بیان کریں گے یا سرے سے اسے پسِ پشت ڈال دیں گے تو ہمیں کہاں تک کامیابی ہوگی۔معاملات میں کتمانِ شہادت قلب کی گنہ گاری ہے!

فـلـیـئـود الـذی اوتـمن امانته ولیتق الله ربـه ولاتـکتموا الشهادة ومن یکتمها فـانه اثم قلبه والله بما تعملون علیمo (۲۸۳:۲)

جس کی امانت ہوا سے ادا کرو' خدا سے ڈرتے رہو۔کتمانِ شہادت نہ کرو۔جس نے ایسا کیا اس کا قلب گنہگار ہوگیا اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلیت سے واقف ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۰۲۔ کتمانِ شہادت کی ایک سزا تو برادران (حضرت) یوسف علیہ السلام کو ملی۔ جنھوں نے کم سن بچے (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اندھے کنوئیں میں پھینک دیا۔

وجآء و اباھم عشآء یبکون قالوا یابانآ انا ذھبنا نستبق وترکنا یوسف عند متاعنا فاکلہ الذئب وما انت بمؤمن لنا ولو کنا صادقین ○ وجآء و علی قمیصہ بدم کذب ○ (۱۲:۱۶:۱۸)

اور وہ عشا کے وقت دھاڑیں مارتے ہوئے لوٹے۔ اے پدر محترم! کیا عرض کریں ہم دوڑ میں مقابلہ کرنے لگے یوسف کو کپڑوں کے پاس بٹھا دیا۔ مگر بھیڑیا جو آیا تو اسے کھا گیا۔ یہ ہے یوسفؑ کا خون آلودہ پیرہن۔ اگرچہ آپ ہماری شہادت پر یقین نہ کریں گے۔ مگر یہ خون آلودہ قمیص تو ان کا کھلا ہوا فریب تھا۔

اس کتمانِ حقیقت کی سزا اس قدر عبرتناک ہے کہ آخر انہیں یوسفؑ کے حضور سر جھکا کر معافی مانگنا پڑی۔ (جیسا کہ اس کتاب میں دوسری جگہ تفصیل سے بیان ہوا)

۴۰۳۔ عہدِ نبوت پناہ کا ایک واقعہ

ایک صحابی رسولؐ حضرت سعید بن زید (بن عمرو بن نفیل) رضی اللہ عنہ پر ایک عورت نے جھوٹی شہادت دی کہ انہوں نے میرا مکان غصب کر لیا ہے۔ حاکم وقت نے حضرت سعیدؓ سے یہ گھر اس کو دلا دیا۔ مگر حضرت سعیدؓ کی زبان سے نکل گیا کہ ''یا اللہ اگر اس نے جھوٹی شہادت سے اسے حاصل کیا ہے تو اسے اندھا کر دے۔ اور اس کی قبر اسی گھر میں بنے۔'' چنانچہ وہ عورت اندھی ہو گئی اس کے بعد ایک روز جو وہ عورت اٹھی تو اسی گھر کے کنوئیں میں گر کر مر گئی!

اللہ کا کلام کیونکر غلط ثابت ہو سکتا ہے اور مظلوم کی بد دعا کیونکر مردود ہو سکتی ہے۔

میں کہتا ہوں دین قبول کر لینے کے بعد دین کی عملاً پیروی نہ کرنا بھی کتمانِ شہادت ہے اور اس کی آخری سزا دنیا میں ضلالت ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كيف يهدى الله قوما كفروا بعد ايمانهم وشهدوا ان الرسول حق وجاء هم البينت والله لايهدى القوم الظلمين ٥ (۸٦:۳)

جو قوم ایمان کی شہادت کے بعد عملاً کفر پر اتر آئے اس قوم کی کامیابی کی امید نہ رکھئے۔ وہ زبان سے تو یہ شہادت دیتے ہیں کہ رسول برحق ہے پھر ان کے سامنے رسول اور دین کے واضح دلائل بھی موجود ہیں۔ (مگر ان کے عمل میں یہ کوتاہی ہے) اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو کیونکر کامیابی عطا فرمائے۔

ریاء

تکبر کی ایک قسم دکھلاوا (ریاء) ہے انسان کے اندر جو خوبی سرے سے ہے ہی نہیں۔ اس کے ثابت کرنے میں قسم قسم کے حیلے کرنا۔ مثلاً کسی وقت میں اہلِ علم کا ایک لباس رواج پا گیا۔ اب جاہل بھی وہی لباس اختیار کرنے لگے۔ لیکن جہاں بات کرنے کا موقعہ پیدا ہوا انہیں کس قدر ندامت اٹھانا پڑی۔ اسی طرح دوسری صفات ہیں۔ اپنی حد سے بڑھ کر قدم اٹھانا۔ جس سے مقصد یہ ہو کہ دوسرے اس کی تعریف کریں اور ان کا بھرم قائم ہو جائے! صدقہ و خیرات کتنی اچھی چیز ہے کہ تقسیم کرنے والے کے دل میں دوسروں کا درد پیدا ہوتا ہے۔ محتاجوں کو مدد ملتی ہے۔ مگر قرآن مجید اسے بھی گوارا نہیں کرتا کہ صدقہ کیجئے تو دوسروں سے واہ واہ کہلا یئے۔

يايها الذين امنوا لاتبطلوا صدقاتكم بالمن والاذى كالذى ينفق ماله رئاء الناس ولايومن بالله واليوم الاخر ٥ (۲:۲٦۴)

اے مومنو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور لینے والوں کو تلخ بات کہہ کر اپنا اجر برباد مت کرو۔ اس شخص کی طرح جو اوروں کے دکھلاوے کی غرض سے اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ مگر نہ تو اس کا ایمان خدا پر ہے نہ عاقبت ہی پر اسے یقین ہے۔

بلکہ!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تبدوا الصدقت فنعما هي وان تخفوها وتوتوها الفقرآء فهو خير لكمo (۲۷۱:۲)

اے لوگو! ظاہر کر کے خیرات تقسیم کرو تو بھی برا نہیں اور اگر در پردہ ضرورت مندوں کو دو (جس میں نام و نمود کا دکھلاوا نہ ہو) تو یہ تمہارے لیے اور بہتر ہے۔

۴۰۴۔ ایک روز چند صحابہ باہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا "میں تمہیں وہ چیز بتاتا ہوں جو تمہارے لیے مسیح دجال سے بھی کہیں زیادہ پر خطر ہے!" عرض کیا "یا رسول اللہ ضرور فرمایئے۔"

ارشاد ہوا: "وہ شرک خفی ہے۔ اس طرح کہ آدمی نماز کے لیے کھڑا ہو اور اسے خوب سنوار کر ادا کرے لیکن اس کا مقصد یہ ہو کہ دیکھنے والا اس کی تعریف کرے۔"

اسراف

مناسب طور پر خرچ کرنے میں اپنا ہی بھلا ہے۔ کام بھی نکل جاتا ہے اور انسان تنگ دستی سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ مگر غیر مناسب طور پر خرچ کرنا اسراف یعنی زیادتی ہے جو شخص اس اندھیرے میں گھر گیا وہ عمر بھر تباہی سے نہ نکل سکا۔ قرآنِ مجید نے اسراف سے روکنے میں بڑی تاکید فرمائی ہے:

۱. كلوا و اشربوا ولا تسرفوا انه لايحب المسرفين. (۳۱:۷)

کھانے پینے پر ضرورت کے مطابق خرچ کرو مگر اسراف سے بچو۔ حد سے زیادہ خرچ کرنے والوں کا اللہ دوستدار نہیں ہے۔

۲. ان المبذرين كانوا اخوان الشيطن وكان الشيطن لربه كفوراo (۲۷:۱۷)

اسراف کرنے والے بلا شک و شبہ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گزار ہے۔

۴۰۵۔ ایک شخص ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسے آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا تھا۔ مگر اس وقت ام المومنینؓ اپنا نقاب رفو کر رہی تھیں۔ جب سائل کو یہ معلوم ہوا تو عرض کیا "اگر میں لوگوں کو بتا دوں کہ آپ پرانا برقعہ رفو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر رہی ہیں۔ تو آپ کو بخیل نہ سمجھیں گے؟" حضرت عائشہؓ نے فرمایا "جو لوگ پرانی پوشاک سے پرہیز کرتے ہیں۔ انہیں نیا لباس بھی نصیب نہیں ہوتا۔" (مولف)

ابلہے کو روزِ روشن شمع کا فوری جنہد
زود باشد کش بشب روغن نہ باشد در چراغ

(یعنی جو شخص دن میں چراغ روشن رکھے۔ شب کے وقت ضرور اس کے چراغ سے تیل ختم ہو جائے گا۔)

۴۰۶۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی اسراف سے بالکل پاک تھی۔ آپؓ شروع ہی سے لباس میں معمولی کپڑا استعمال فرماتے۔ خلیفہ المسلمین ہونے کے بعد یہ سادگی اور بھی ترقی کر گئی۔ آپؓ کی وفات کے وقت آپؓ کے ہاں صرف یہ سامان نکلا: ایک حبشی غلام' ایک اونٹ' ایک پرانی چادر' اور ان چیزوں کے لیے بھی اپنی صاحبزادی جناب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی کہ "میرے بعد یہ تینوں چیزیں حضرت عمرؓ کو واپس دے کر مجھے ان سے بری کر دینا۔"

۴۰۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سو رہے تھے کہ کسی شخص نے ان کی نیند میں انہیں چادر اڑھا دی۔ آپؓ کی آنکھ کھلی تو چادر کے ریشمی بیل بوٹے دیکھ کر فرمایا "اگر یہ نہ ہوتے تو اس کے استعمال میں مضائقہ نہ تھا۔۔۔" مطلب یہ کہ ریشمی کام پر خرچ کرنا اسراف ہے اور یہ عادت انسان کو تباہ کر دیتی ہے۔ بعض قوموں کی اس عادت نے انہیں کس طرح دوسروں کا محتاج بنا دیا۔ یہ باتیں کچھ چھپی ہوئی نہیں ہیں۔

۴۰۸۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین ہونے کے بعد فضول خرچی سے اس قدر بچتے کہ چھنا ہوا آٹا نہ کھاتے۔ لباس میں ایک معمولی قمیص اور سر پر درویشانہ کلاہ رہتی۔ آپؓ کے عہد میں اسلامی فوجوں نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا اور شہر کے عیسائی باشندوں کی درخواست پر امیر المومنینؓ کو بیت المقدس جانا پڑا۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے جو لباس پہن رکھا تھا۔ اس میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔

۴۰۹۔ حضرت عمر فاروقؓ حجِ بیت اللہ سے واپس آئے۔ تو حساب لگانے پر معلوم ہوا کہ آمد و رفت میں ۸۰ درہم صرف ہو چکے تھے۔ آپؓ نے افسوس کے لہجے میں فرمایا "کس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدر نامناسب ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے مال میں اسراف کیا!'' مطلب یہ ہے حاکم اور والی کو بھی سادگی سے بسر اوقات کرنا چاہیے۔

۴۱۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو قمیص زیب تن فرماتے۔ اس کی آستینیں اکثر آدھی کلائی تک ہوتیں۔ آپ تہ بند بھی نصف ساق تک استعمال فرماتے اور ایک چادر سر پر عمامہ یا کبھی ٹوپی اوڑھتے۔ دوسرا جوڑا ان کے پاس تھا ہی نہیں۔ اسی لباس کے ساتھ ہاتھ میں درہ لے کر بازار تشریف لے آتے۔ یہ زمانہ آپؓ کی خلافت کا عہدِ مبارک تھا۔

ایک مرتبہ اصحاب نے عرض کیا ''آپؓ اس قدر مختصر لباس کیوں استعمال فرماتے ہیں؟'' حضرت علیؓ نے فرمایا ''سادہ اور معمولی لباس دل میں خوفِ خدا پیدا کرتا ہے اور مسلمانوں کے لیے اچھا نمونہ ہے۔ اگر وہ اس سادگی سے زندگی بسر کریں۔

۴۱۱۔ حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ''مال اپنے پاس جمع کرنا اس شخص کا حق ہے جو اللہ کے حکموں کو جانتا ہے اور اس کی مرضی کے مطابق خرچ کرتا ہے۔ جو دولت کو دوسروں کے حقوق کے لیے محفوظ رکھتا ہے نہ اپنے لطف و سرور کے لیے۔ مالدار شخص کی مثال ایک وکیل کی ہے جو اپنے مالک کے مال میں سے صرف اس کی مرضی کے مطابق خرچ کرسکتا ہے اور اس کی اجازت کے بغیر ایک حبہ صرف نہیں کرتا۔''

رشوت

دوسروں کا حق مارنے کے لیے فریب اور مکر کی نہایت بدنما صورت رشوت ہے جو کسی مقدمہ کے وکیل، گواہ یا حاکم کو دی جائے اور جس قوم میں یہ دروازہ کھل گیا سب سے پہلے اس نے غریبوں کو اور زیادہ محتاج بنا دیا۔ غریبوں کے بعد امیروں کی نوبت آئی اور ایک دوسرے کا مال یا کوئی اور حق ہضم کرنے کے لیے رشوت میں دولت کے دریا بہا دیئے۔ رفتہ رفتہ قوم کی اخلاقی دولت بھی لٹ گئی۔ کل تک جو لوگ ایک دوسرے کے لیے نمونہ تھے۔ آج باہم لڑنے جھگڑنے سے قابلِ نفرت بن گئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمونo (۲:۱۸۸)

جھوٹ بول بلا کر ایک دوسرے کا مال ہضم مت کرو اور نہ یہ کرو کہ حاکموں تک رشوت پہنچا کر ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر کھانا کھلانا شروع کر دو اور تم جانتے ہی ہو (کہ اگر تمہارا مال دوسرے اس طرح کھانے لگیں تو تمہیں کتنا ناگوار گزرے)

۴۱۲ئ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں عدالتیں قائم کیں۔ تو رشوت ستانی کے انسداد کے لیے مختلف تدبیریں فرمائیں قاضیوں کی تنخواہیں بہت زیادہ مقرر کیں۔ تاکہ وہ رشوت پہ مائل نہ ہوں۔ حتیٰ کہ یہ قانون مقرر فرمادیا کہ جو شخص دولت مند اور معزز نہ ہو۔ اسے یہ عہدہ نہ دیا جائے کیونکہ ایسے لوگ کسی کے اثر اور رعب میں نہیں آسکتے۔ قاضی شریح کو لکھ بھیجا کہ تم خود کوئی بیع وفروخت نہ کرنا۔ نہ رشوت کے قریب جانا۔

۴۱۳۔ حضرت عمرؓ کا ایک دوست ہر سال آپ کے لیے اونٹ کی ایک ران ہدیۃً بھیجا کرتا۔ ایک مرتبہ وہ شخص ایک مقدمہ میں فریق بن کر حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا:

''امیر المومنینؓ! ہمارے مقدمہ کا فیصلہ اس طرح کیجئے۔ جیسے اونٹ کی ران کی بوٹیاں ایک دوسرے سے جدا کی جاتی ہیں۔''

حضرت عمرؓ بات کی تہہ تک پہنچ گئے اور اسی وقت تمام عمال کو تحریری فرمان بھیجا کہ کسی کا ہدیہ قبول نہ کرنا۔ ہدیہ بھی رشوت ہی ہے۔''

۴۱۴۔ حضرت عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ جو غالباً آذربائیجان میں عامل تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کے پاس کھانے کی چیزوں میں سے ایک نفیس شے ہدیۃً بھیجی۔ حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا ''کیا تمام مسلمان یہی کھاتے ہیں؟''

حضرت عتبہؓ نے عرض کیا ''جی نہیں!''

امیر المومنینؓ نے فرمان بھیجا کہ ''یہ تمہاری یا تمہارے باپ کی کمائی نہیں جو خود کھاؤ وہی تمام مسلمانوں کو کھلاؤ۔''

۴۱۵۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جناب عمر فاروقؓ سے شکایت کی۔ صوبہ شام کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امرا پرند کا گوشت اور میدے کی روٹی کے سوا اور کچھ کھاتے ہی نہیں۔ حالانکہ عوام کی حالت نہایت زبوں ہے اور انہوں نے کبھی ایسا کھانا دیکھا تک نہ ہوگا۔'' اس پر حضرت امیر المومنینؓ نے تمام عمال سے اقرار لیا کہ ''روزانہ فی کس دو روٹی اور زیتون کا تیل تقسیم کیا جائے اور مال غنیمت کی تقسیم مساویانہ ہو۔''

۴۱۶۔ حضرت عمرؓ کا یہ قانون بھی تھا کہ جب کسی کو عامل مقرر فرماتے تو اس کے تمام مال و اسباب کی فہرست تیار کرالی جاتی۔ جہاں اس کے سامان میں اضافہ ہوا وہ مال مسلمانوں میں تقسیم کرا دیتے۔

آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر مقرر کیا تو ان کے پاس سامان بڑھ گیا۔ امیر المومنینؓ نے لکھا:

''اے عمروؓ جب تمہیں مصر بھیجا گیا تھا۔ اس وقت تمہاری حالت اور تھی مگر اب تمہارے پاس اسباب غلام' اور مویشی جو اس قدر جمع ہو گئے ہیں کہاں سے آ گئے!''

گورنر صاحب نے جواب دیا کہ ''مصر میں زراعت اور تجارت دونوں سے پیداوار ہوتی ہے۔ اس لیے ہمارے پاس بہت سی رقم پس انداز ہو جاتی ہے۔''

لیکن حضرت عمرؓ نے اس جواب کو صحیح نہ سمجھ کر یہ تمام سامان مسلمانوں میں تقسیم کرا دیا۔

۴۱۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بحرین سے واپس تشریف لائے۔ تو بارہ ہزار روپیہ آپؓ کے پاس تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہ تمام رقم ضبط فرما کر بیت المال میں داخل کر دی۔

۴۱۸۔ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک شاعر نے اپنے قصیدہ میں بہت سے عمال کے نام گنوائے۔ اور لکھا کہ ان کے پاس اس قدر اموال کہاں سے آ گئے۔ اے امیر المومنینؓ! ان کا حساب لینا چاہیے۔'' حضرت عمرؓ نے ان عاملوں کے سامان میں سے ہر ایک کا نصف مال ضبط کر لیا۔ حتیٰ کہ ان کے جوتوں کی ایک ایک پوائی تک چھین لی گئی۔ میں کہتا ہوں یہ تمام اموال رشوت تو نہ تھے بلکہ لوگوں نے ہدیۃً پیش کیے ہوں گے یا تجارت و زراعت کے ذریعہ سے ان عاملوں نے جمع کیے ہوں گے مگر چونکہ حاکمِ اعلیٰ کی برتری لوگوں کو ہدیہ دینے پر مائل کرتی ہے اور تجارت و زراعت میں بھی لوگ ان کو دوسروں پر محض ان کے حاکم ہونے کی وجہ سے ترجیح دیتے ہیں۔ اس لیے یہ بھی ایک قسم کی رشوت ہی بن جاتی ہے۔ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یئے حضرت عمرؓ نے ایسا کیا اور بالکل بجا کیا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مندرجہ ذیل واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

۴۱۹۔ حضرت عبداللہ بن التبیہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ جن لوگوں نے انہیں زکوٰۃ ادا کی۔ انہوں نے کچھ تحفے بھی حضرت عبداللہؓ کی خدمت میں پیش کیے۔ جنہیں آپؓ نے قبول فرما کر اپنے پاس رکھ لیا۔

جب آپؓ واپس لوٹے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زکوٰۃ پیش کرتے ہوئے اپنا حصہ علیحدہ کر لیا۔ رسول اللہؐ نے دریافت فرمایا کہ مال کا یہ دوسرا حصہ کیسا ہے؟ عامل صاحب نے عرض کیا ''یا رسول اللہؐ! لوگوں نے مجھے کچھ تحفے دیئے تھے۔ یہ مال وہی تحفے ہیں!''

یہ سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً منبر پر تشریف لائے۔ خطبہ دیا۔ اللہ اور رسولؐ کی تعریف کے بعد فرمایا:

''اللہ نے مجھے جو کام سپرد فرمایا ہے۔ ان کاموں میں سے کسی کام میں اگر میں کسی کو اپنا عامل بنا کر بھیجتا ہوں۔ تو وہ جمع شدہ مال کے دو حصے کر کے کہتا ہے کہ ''یہ تو زکوٰۃ ہے جو مجھے لوگوں نے دی اور یہ میرا مال ہے جو لوگوں نے مجھے تحفہ میں پیش کیا۔''

''ایسے شخص کو اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھ کر انتظار کرنا چاہیے کہ اس کے لیے کون اس کے گھر میں آ کر تحفہ پیش کرتا ہے؟ مجھے ذاتِ خداوندی کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ تم میں سے جو شخص اس قسم کے تحفے قبول کرے گا۔ قیامت کے روز یہ تحفہ اس کی گردن سے چمٹا ہوا ہوگا اگر اس نے تحفہ میں اونٹ لیا ہے تو وہ اس پر سوار بلبلاتا سنائی دے گا۔ گائے ہے تو وہ گردن سے چمٹی ہوئی میارہی ہوگی۔ بکری ہوگی تو وہ گردن سے لگی میاتی اٹھے گی۔''

اس کے بعد رسول کریمؐ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یا اللہ تو گواہ رہیو! کہ میں نے انہیں تیرا حکم سنا دیا ہے۔ یا اللہ تو گواہ رہیو! کہ میں نے انہیں تیرا حکم سنا دیا ہے۔"

دو مرتبہ آنحضرتؐ نے یہ الفاظ دہرائے۔

۴۲۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو یہودِ خیبر کی طرف غلہ کی بٹائی وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ تو یہودیوں نے اپنی عورتوں کے زیور جمع کر کے عامل (حضرت عبداللہ بن رواحہؓ) کو تحفہ میں پیش کیے۔ مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ "میرے لیے یہ مال حرام ہے اور ہم لوگ حرام نہیں کھا سکتے۔"

قمار بازی

حصولِ مال کا وہ ذریعہ جس میں نہ تو وقت اور انتظار کی کش مکش ہو۔ نہ بارِ مشقت سے سابقہ، کتنا پُر بہار سودا ہے۔ ایسی منفعت جس سے ایک لمحہ میں گدا گر قارون بن سکتا ہے۔ اس سے بہتر کاروبار کیا ہوگا۔ لیکن اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ آنکھ جھپکنے سے پہلے بادشاہ کے ہاتھ میں کاسۂ گدائی نظر آ سکتا ہے۔ پھر اصحابِ ارشاد و دعوت کی تعلیم میں کبھی زود حاصل منفعت کے لیے ترجیح دیکھنے اور سننے میں نہیں آئی۔ کسی چیز کے دیکھتے ہی دیکھتے اس کا اتنا پھیلاؤ کہ آنکھیں خیرہ ہو جائیں وہ شراب ہے یا ایسا منافع جس کا انجام حسرت کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ مثلاً آسمان پر گھٹا اٹڈی اور موسلا دھار مینہ برسنا شروع ہوا۔ پانی جنگل اور کھیتوں کو سیراب کرتا ہوا نشیب کی طرف بڑھا اور ندی کی شکل میں غراتا ہوا کسی ایک طرف چلنے لگا۔ اس کی موجیں سرمستی سے آپس میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہونے لگیں۔ اس بازی میں جب ہر ایک موج نے اپنے اپنے منہ سے جھاگ اگلنا شروع کر دی اور ندی کے دونوں کناروں کے ساتھ ساتھ موتیوں کی سی سفید براق جھالر کا حاشیہ بن گیا۔ تو بصیرت سے محروم انسان نے ظاہری آنکھوں سے اسی جھاگ کو موتیوں کا کھیت سمجھ کر اسے رولانا شروع کر دیا۔ مگر پہلا ہی اوک دامن میں انڈیلا تو موتیوں کی بجائے پانی کا قطرہ بھی نصیب نہ ہوا۔

یا مثلاً! سنار چاندی یا سونا کٹھالی میں رکھ کر اسے دھونکنے لگا اوپر کی سطح پر خوشنما شعاعیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بکھرنا شروع ہوئیں اوران تہوں پر جو چمکیلے فوارے پھوٹے۔تو ظاہر میں نظروں نے انہیں ونے اورلوہے سے بھی بیش قیمت سمجھ کرخودکوان کی طرف مائل کرلیا۔

قرآن (احکمت (۱) ایاته ثم فصلت من لدن حکیم خبیر) نے ان ونوں قسموں (پانی کی جھاگ اور پگھلی ہوئی دھاتوں کی اوپری تہہ) کی مثالیں ان لفظوں میں بیان فرمائیں۔

(۱) سیلاب کی مثال یہ ہے:

..... انزل من السمآء مآء فسالت اودیة بقدرها فاحتمل السیل زبدا رابیاًo (۱۳:۱۷)

(اس ذات غالب نے) آسمان سے پانی برسایا جس سے سیلاب اٹھا۔ ندی (اور نشیبی زمین) اپنے اپنے ظرف کے مطابق اپنے اندر پانی جمع کرنے لگے (اور موجوں کے ٹکراؤ سے جھاگ ابھرتی آئی!

(۲) دھاتوں کی مثال یہ ہے:

ومما یوقدون علیه فی النار ابتغاء حلیة او متاع زبد مثلهo (۱۳:۱۷)

اوراس قسم کا منظران دھاتوں سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ جنہیں آگ میں رکھ کر دھونکتے ہیں۔تاکہان سے زیوریا ہتھیاروغیرہ بناسکیں۔

قرآن مجید ٹھنڈے سیلاب کی جھاگ اور پگھلی ہوئی دھاتوں کی اوپری جھاگ سے حق وباطل کی مثالیں بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے:

کذالک یضرب اللہ الحق والباطل.فاما الزبد فیذهب جفاء واما ماینفع الناس فیمکث فی الارضo (۱۳:۱۷)

اسی طرح اللہ پاک نے حق اور باطل کی مثالیں بیان فرمائیں۔ رہی جھاگ تو یہ اپنے ضعف اورناکارگی کی وجہ سےخودبخود فنا ہوجاتی ہے اور انسانوں کے لیے سود مند حصہ (یعنی پانی) زمین کے کسی نہ کسی نشیب میں سمٹ جاتا ہے۔

پس اسی طرح جوئے کا نفع ونقصان (ہردو) انہی دونوں چیزوں (جھاگ اوراوپری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تہہ) کی بے حقیقی سے واضح ہے کہ یا تو جواری چشم زدن میں قارون کا خلف الرشید بن گیا۔ یا دیکھتے ہی دیکھتے گدائے بے نوا ہو کر جوئے خانے سے باہر نکلا۔

نہیں! نہیں!! جوئے کی جیت پر اس جھاگ اور تہہ کی مثال بھی ناکافی ہے۔

کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے

جھاگ کی تہہ میں پانی ضائع نہیں ہوا۔ بلکہ جوں کا توں دلدلا رہا ہے۔ اسی طرح ہر پگھلی ہوئی دھات کی سطح کے نیچے اصلی جوہر میں کمی نہیں آتی۔ مگر جوئے کے داؤ میں اصل مال بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

بئس ما اشتروا به انفسهم○ (آہ!) ان کے نفسوں نے کتنا برا لین دین کیا۔

قرآن مجید نے جوئے کے ساتھ جن اور تین چیزوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں ایک شرک ہے۔ دوسری پوجا کے اڈے ہیں۔ تیسری چیز جاہلیت کی فالیں ہیں۔ اور ان سب کو شیطان کی ناپاکی سے تعبیر فرمایا ہے۔ یہ جو کلامِ پاک نے مشرک کو نجس بتایا تو سوال یہ ہے کہ آخر شرک، جوئے، فرضی خداؤں کی پوجا اور جاہلیت کی فال سے نجاست کو کیا تعلق ہے؟

بات یہ ہے کہ ظاہری نجاست جس شے پر لگ جائے۔ اس چیز سے کراہت ہونا طبعی امر ہے اور ہر دیکھنے یا سونگھنے والا اس سے نفرت کرتا ہے۔ اسی طرح وہ نجاست جس سے کردار میں تعفن اور سڑاند پیدا ہو۔ دیدہ ور کو اس سے گھن آنا لازمی ہے۔ قرآن مجید شراب کو عملِ شیطان کی نجاست بتاتا ہے تو شراب کا انجام ہمارے سامنے ہے۔ کلامِ الٰہی میں جوئے کو ابلیس کی ناپاکی بتایا گیا ہے۔ تو جواری کا حشر سب کو معلوم ہے۔ کتاب اللہ نے فرضی خداؤں کی پوجا کو پلید بتایا تو ان کی پرستش کرنے والوں کی اخلاقی ذلت محتاجِ بیان نہیں! قرآنِ مجید نے جاہلیت کے فالوں کو عملِ ابلیس کی نجاست کہہ کر ان سے منع کرنا چاہا تو بات بات میں فال تلاش کرنے والوں کی حماقت ہمارے سامنے ہے اور قرآن مجید انہی چیزوں سے منع کرتا ہے۔ جن کے اختیار کرنے سے ابنِ آدم بہر حال خسارہ میں رہے اور اس کی زندگی کے دامن پر ناپاک دھبے لگنے کا اندیشہ ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یایها الذین امنوآ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ٥ انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون ٥ (۵:۹۰، ۹۱)

اے مومنو! یہ جوا' یہ شراب' یہ فرضی معبود' یہ جاہلانہ فالیں عملِ شیطان کی ناپاکی سے ہیں۔ اس سے بچے رہو تاکہ تمہیں تکلیف نہ پہنچے۔ شیطان تو تمہارے درمیان بغض و کینہ ڈالے رکھنے کا تہیہ کیے بیٹھا ہے۔ اس کا تمہیں شراب اور جوئے پر لگائے رکھنے کا مقصد ہی اور کیا ہے وہ ان چیزوں میں لگا کر تمہیں ذکر خدا اور نماز سے روکنا چاہتا ہے (کیا تم مومن ہو کر) اس سے رکنا چاہتے ہو؟

جوئے اور شراب کی لگن انسان کو اللہ کے ذکر اور نماز کی طرف میلان کا موقعہ ہی نہیں دیتی اور آپ کو معلوم ہے کہ ذکر اللہ میں کیا تاثیر ہے۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ٥ (۱۳:۲۸)

اے لوگو! مطلع رہو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو ڈھارس بندھی رہتی ہے۔

اور کچھ اس کا بھی خیال کیا کہ نماز میں کیا جوہرِ کمال ہے۔

ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ٥ (۲۹:۴۵)

نماز کی تاثیر یہ بھی ہے کہ وہ انسان کو ہر قسم کی برائیوں سے ہٹا لیتی ہے۔

شراب

ہر اس چیز سے انسان کو طبعاً نفرت ہے جس کے استعمال سے مزاج میں درشتی' غصہ' تکبر' کمزوری اور بزدلی پیدا ہو۔ نشہ پیدا کرنے والی چیزوں سے یا تو طبیعت مشتعل ہو کر کچھ کا کچھ کرا دیتی ہے اور انسان کو بہت بڑے خطرے میں ڈال دیتی ہے۔ یا دل ہی بجھ جاتا ہے اور انسان ضروری کام کرنے سے بھی جی چرانے لگتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبیعت کو بے جا طور پر ابھارنے والی چیزوں میں شراب ہے اور نامراد و بزدل بنانے والی چیزوں میں (مثلاً) چرس' بھنگ اور افیون جیسی سوغاتیں۔ جن لوگوں نے ان چیزوں سے واسطہ رکھا کبھی دوسروں کو بے موت مار بیٹھے۔ کبھی خود کو ہلاک کر لیا۔ باپ دادا نے لاکھوں کی جائیداد چھوڑی اور سب لال پری (شراب) یا چنیا بیگم (افیون) کی نذر ہو گئی۔ قرآن مجید جو کہ انسانی عروج کے لیے عقلی درس ہے۔ برملا فرماتا ہے کہ "شراب عملِ شیطان ہے۔" بھلا عملِ شیطان کیونکر انسانیت کو برباد کرنے سے ہاتھ روک سکتا ہے۔ شیطان نے تو انسان کے تباہ کرنے کا ذمہ لے رکھا ہے:

یایها الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوه لعلکم تفلحون ○ (۵:۹۰)

اور مومنو! شراب' جوا' فرضی معبود یہ تیروں سے فال بازی سب کے سب اعمالِ شیطانی ہیں ناپاک ہیں۔ ان سے بچتے رہو۔ تاکہ تم بہتری حاصل کر سکو۔

اور

انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر الله وعن الصلوٰة فهل انتم منتهون ○ (۵:۹۱)

شیطان تو تمہیں جوئے اور شراب میں الجھا کر تمہاری باہم دشمنی اور بغض کی راہیں نکالتا ہے اور وہ تدبیر کرتا ہے کہ تم اللہ کو بھولے رہو اور نیکی کی راہوں کے قریب بھی نہ آ سکو۔ کیا تم ان چیزوں کو ترک نہیں کر سکتے۔

۴۲۱۔ ہادیٔ عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک عرب بلکہ تمام ملکوں میں شراب کا استعمال عام تھا۔ اسی رواج و عادت کی وجہ سے مسلمان ہونے کے بعد بھی بعض لوگ اسے ترک نہ کر سکے۔ مگر اللہ رے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت گزاری کہ جونہی شراب کے حرام ہونے کی آیت نازل ہوئی تو مدینہ منورہ کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح نالیوں میں بہنے لگی۔

۴۲۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "میں ابوطلحہؓ کو شراب پلا رہا تھا کہ منادی کی آواز کانوں میں پڑی۔ ابوطلحہؓ نے مجھ سے کہا "ذرا باہر نکل کر دریافت تو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرو۔ یہ منادی کا ہے کی ہو رہی ہے!'' میں باہر آیا تو ایک صاحب اعلان فرما رہے تھے کہ ''شراب حرام ہوگئی ہے۔''

ابوطلحہؓ نے سنا تو کہا ''شراب کو گرا دو۔ اب پینے پلانے کی کوئی گنجائش نہیں'' اور سب نے اپنا اپنا قدح توڑ ڈالا۔

۴۲۳۔ علاقہ بحرین سے قبیلہ ربیعہ کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا۔ ''اے اللہ کے سچے رسولؐ! ہمارا وطن دور ہے۔ راستے میں قبیلہ مضر کے کفار پڑتے ہیں۔ جن سے لڑائی کے بغیر بچ کر نکلنا مشکل ہے۔ ہمیں ضروری امورِ دین کی ہدایت فرما دیجئے۔ ارشاد ہوا:

''ان چار کاموں کو خود پر واجب سمجھو۔''

(۱) اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔

(۲) نمازیں ترک نہ کرو۔

(۳) روزہ مت چھوڑو۔

(۴) خمس (۱/۵ حصہ مال) بیت المال میں داخل کیا کرو۔ اور ان چار کاموں کو خود پر حرام سمجھو۔

(۱) دبا (۲) حنتم (۳) نقیر (۴) مزفت) (یہ چاروں شراب کے مٹکے ہیں)

مسئلہ

ہر وہ برتن جس میں نفوذ و سرایت ممکن ہے نجاست کثیرہ کے بعد اس کی طہارت نہیں ہوسکتی۔ مثلاً مٹی یا لکڑی کے برتن اگر شراب' تاڑی یا از قسم نجاسات اس میں استعمال ہوتے ہیں تو ان کی طہارت خارج از بحث ہے۔ لیکن دوسرے برتن جو کسی دھات یا کانچ کے ہوں ان کی طہارت ممکن ہے۔

۴۲۴۔ جب دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم چاروں طرف پھیلنا شروع ہوا تو ہر طرف سے لوگ جوق در جوق رسول اللہ کی خدمت میں ہدایاتِ دین لینے کے لیے آنا شروع ہوئے۔ طائف کا ایک وفد حاضر ہوا۔ انہوں نے من جملہ اور باتوں کے استعمالِ شراب کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق اجازت طلب کرتے ہوئے عرض کیا: ''یارسول اللہؐ! شراب ہمارے خطہ کی سوغات ہے۔اس کے استعمال کی اجازت تو ضرور دیجئے گا۔'

رسول اللہؐ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کر دیا ہے۔''

عرض کیا ''یارسول اللہؐ ہم اسے دوا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔''

رحمت عالمؐ نے فرمایا ''دوا کیسی! شراب تو خود مرض ہے۔''

۴۲۵۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی ''یا اللہ! جو شخص شراب سے علاج کرتا ہو اسے شفا نہ دیجیو!''

غور فرمائیے۔ایک طرف موجودہ تجربات ونظریات ہیں۔ازانجملہ ایک تجربہ یہ ہے کہ شراب فلاں موقع پر مریض کو تسکین دیتی ہے (اور اسے استعمال کیا جاتا ہے) مجھے اس سے انکار نہیں کہ وہ تسکین دیتی ہے لیکن اول تو اس سکون کے بعد جو اعضاء شکنی اور خلجان پیدا ہوتا ہے۔وہ خود ایک نئے مرض کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔دوم یہ کہ تجربات ونظریات میں ابھی تک پوری طرح قیام واستقرار ثابت نہیں ہوسکا اور نہ ہو سکے گا۔لیکن اللہ کے فرمودات کو ہر دور اور ہر موسم اور ہر مکان میں یکساں قیام واستقرار وثبات حاصل ہے۔اس وقت شراب کی جو خاصیت تھی۔آج ساڑھے تیرہ سو سال بعد ۱۳۷۰ھ میں بھی اس خانہ خراب کی وہی تاثیر ہے۔پھر جو چیز تندرستوں کو مریض بنا دیتی ہے۔وہ مریضوں کو صحت کیونکر بخش سکتی ہے۔انبیائے کرام کی لائی ہوئی کتابوں نے انسان کی اخلاقی اور بدنی دونوں ضرورتوں میں رہنمائی فرمائی۔الٰہی! ہمارا جنون و وہم کس حد تک جا پہنچا۔المدد!

بخل

بخل یہ ہے کہ ہمسایہ کے بچے تک بھوک سے مر جائیں مگر مال داروں کا دل نہ پسیجے۔ یتیم مارے مارے پھریں اور دولت مندان کے سر پر ہاتھ نہ رکھیں۔مہاجر ٹھوکریں کھا کھا کر برباد ہو جائیں اور دوسرے لوگ اپنے پاس سب کچھ ہوتے سوتے ان کی خبر گیری نہ کریں اس لیے کہ ان کے خزانوں میں کمی نہ آ جائے۔ایسے بخیل دولت مندوں اور امیروں کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے قرآن فرماتا ہے:

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولاینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیمo یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ماکنزتم لانفسکم فذوقوا ماکنتم تکنزون o (۹: ۳۴، ۳۵)

اور جو لوگ سونا اور چاندی گھر میں یوں دھر رکھیں کہ اللہ کی راہ میں انہیں خرچ ہی نہ کریں ان کے لیے دردناک عذاب نہ ہوگا تو کیا ہوگا؟ وہ عذاب جس میں انہیں دوزخ میں ڈال کر ان کی پیشانی' ان کے پہلو اور ان کی پیٹھ پر اسی سونے اور چاندی کے سکوں اور ٹکڑوں کے گرم گرم داغ دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا۔ اے بدبختو! یہی وہ مال ہے جس کو تم غریبوں سے چھپا کر رکھتے تھے۔

بخیل کے لیے قرآن نے یہ بھی فرمایا:

......الذی جمع مالا وعددہo یحسب ان مالہ اخلدہo کلالینبذن فی الحطمۃo وما ادرک ما الحطمہ نار اللہ الموقدۃ o التی تطلع علی الافئدۃ o (۱۰۴: ۲ تا ۷)

یہ بخیل ہے۔ جس نے مال بٹورا اور اسے سنبھال کر دھرتا گیا۔ گویا کہ یہ سدا اس کی ملکیت ہے اور ہمیشہ اس کے پاس رہے گا! یہ وہی خطا کار شخص ہے جس کا ٹھکانہ حطمہ ہے۔ تم جانتے ہو وہ حطمہ ہے کیا؟ وہ ایسی آگ ہے جو دلوں کو چاٹ جائے گی!

کیونکہ بخل کا تعلق قلب سے ہے۔ اس لیے بخیل کی سزا اس کے دل پر پیچ فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے!

بخیل اور سخی کی مثال یہ ہے کہ دو شخص ہیں اور دونوں نے لوہے کی زرہیں پہن رکھی ہیں۔ (۱) سخی سے جب سوال کیا جاتا ہے تو اس کا دل خوشی سے بھر جاتا ہے۔ اس وقت اس کی زرہ کے حلقے کھلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس کی انگلیوں کے پوروں تک سے یہ کڑیاں کھل جاتی ہیں اور اس کا دل خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) بخیل! جونہی اسے کچھ خرچ کرنا پڑا۔ زرہ کا ایک ایک حلقہ سکڑ نا شروع ہوا۔ اور ذرع نے اسے اسی قدر بھینچا کہ وہ جہاں اس پر کھڑا تھا۔ ایک ستون بن کر رہ گیا۔
اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی قمیص کے جیب کا دہانہ کھولا۔ اسے پھر سمیٹ دیا اور فرمایا کہ ''سخی اور بخیل کی مثال ایسی ہے۔'' (بخاری و مسلم) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ومن یوق شح نفسه فاولئک هم المفلحون○ (۹:۵۹)	اور جس کا قلب بخل سے بچا رہا وہ کامیاب ہو گیا!

۴۲۶۔ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی کہ اگر ان سے کوئی شخص اس وقت سوال کرتا۔ جب وہ خود خالی ہاتھ ہوتے تو اس کو دستاویز لکھ دیتے کہ ''جب ہوگا دے دیا جائے گا۔'' آپؓ کے انتقال کے وقت اسی ہزار اشرفیاں ان پر قرض تھیں۔ بیٹے نے پوچھا ''آپؓ پر یہ قرض کیوں کر ہوا؟'' تو فرمایا ''کسی شریف آدمی کی ضرورت پوری کی۔ کسی حیادار آدمی کو اس کے سوال کرنے سے پہلے دے دیا اور اسی میں قرض بڑھتا گیا۔''

۴۲۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک مرتبہ ۲۰ ہزار درہم سے بھی زیادہ آ گئے۔ مگر آپؓ نے وہیں بیٹھے بیٹھے لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ سب کچھ خرچ کر دیا تو ایک سوالی اور آ گیا اور اسے دوسرے سے قرض لے کر دیا۔

۴۲۸۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہایت فیاض اور بہادر صحابی تھے جنگوں میں انصارِ مدینہ کا علم انہی کے ہاتھ میں رہتا۔ وہ قرض لے لے کر اپنی فوج کو کھانا کھلاتے۔ کیونکہ اس عہد میں فوجیوں کی تنخواہیں نہ تھیں۔

ایک لشکر جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ دونوں نے ان کی فیاضی دیکھ کر مشورہ کیا کہ اگر یہ اسی طرح خرچ کرتے رہے تو اپنے باپ کا تمام مال ختم کر دیں گے اور ان کو روکنا چاہا۔ ان کے والد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر شکایت کی کہ ''یا رسول اللہ! ابن قحافہ (۱) اور ابن خطاب (۲) سے ہمیں کون بچائے گا۔ یہ دونوں میرے بیٹے کو بخیل بنانے کے درپے ہو گئے ہیں۔''

صحابہ کرامؓ پر قرآنی اخلاق کے اثرات ملاحظہ ہوں۔ یہی عادات اختیار کرنے سے تو

۱۔ ۱۔ ۲۔ حضرت ابوبکر کے والد کا نام ابی قحافہ تھا اور حضرت عمرؓ کے باپ کا اسم گرامی خطاب تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سے دنیا جہان میں اسلام پھیلا۔

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ

خداوند عالم نے بخل پر کس انداز سے تنبیہ فرمائی ہے:

وما ذا علیھم لو امنوا باللہ والیوم الاخر وانفقوا مما رزقھم اللہ وکان اللہ بھم علیماo (۴:۳۹)

اس میں تو خود انہی کا بھلا تھا۔ اگر وہ اللہ پر ایمان لے آتے اور یومِ حشر پر یقین کر لیتے اور جو کچھ اللہ نے انہیں دے رکھا ہے۔ اس میں سے اوروں پر بھی صرف کرتے پروردگار ان کے جملہ معاملات سے باخبر ہے۔

ترکِ دُنیا

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے کیا کیا نعمتیں پیدا فرمائیں۔ اگر قرآنِ مجید سے سب کا بیان علیحدہ کر کے لکھا جائے تو:

تنفد کلمات ربی o (۱۸:۱۰۹)

اس کی نعمتوں کا تذکرہ لکھتے سمندروں کی روشنائی بھی ہو تو ختم ہو جائے مگر یہ پورے نہ ہونے پائیں گے۔

صرف ایک سورہ (عبس پ۳) کی آیتوں کا ذکر کیا جاتا ہے اور وہ بھی اس ایک نعمت کا جو ہمارے کھانے پینے میں آتی ہے:

فلینظر الانسان الی طعامہ انا صببنا الماء صبا ثم شققنا الارض شقا فانبتنا فیھا حبا وعنبا وقضبا وزیتونا ونخلا وحدائق غلبا وفاکھۃ وابا متاعا لکم ولانعامکمo (۸۰:۲۴۔۳۲)

ذرا انسان اپنے کھانے ہی پر نظر ڈالے (یہ کیونکر اس قابل ہوا کہ وہ اسے کھا سکے!) ہم ہی نے پانی برسایا۔ ہم نے ہی زمین کا سینہ چاک کیا۔ پھر زمین سے ہم نے ہی پودے اگائے' انگور' ترکاریاں زیتون اور کھجور ہم ہی نے پیدا کیے۔ گھنے باغات میں قسم قسم کے میوے اور چارہ بھی ہم نے پیدا کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے لیے ضروری ہے (اس کے بغیر نہ تمہاری زندگی قائم رہ سکتی ہے نہ تمہارے چوپایوں کی) اتنا کچھ تو ابنِ آدم کے لیے ہوا۔ اگر وہ ترکِ دنیا کر کے ایک طرف ہو بیٹھے، مگر اسے نباہ بھی نہ سکے۔ اور خلافِ فطرت امور کیونکر نباہے جا سکتے ہیں۔ پھر تو فطرت بھی ایک مضحکہ بن جائے گی (ترکِ دنیا کا یہ انجام عیسائی راہبوں اور ننوں میں دیکھ لو!) قرآن مجید نے ان الفاظ میں اس کج راہی سے منع فرمایا:

ولقد ارسلنا نوحا و ابراھیم وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ والکتب ممنھُم مھتد و کثیر منھم فاسقون ○ ثم قفینا علی اثارھم برسلنا وقفینا بعیسی ابن مریم و اتینہ الانجیل . وجعلنا فی قلوب الذین اتبعوہ رافۃ و رحمۃ ورھبانیۃ ابتدعوھا ماکتبنھا علیھم الا ابتغآء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا فاتینا الذین امنوا منھم اجرھم و کثیر منھم فسقون○ (۵۷: ۲۶۔۲۷)

ہم نے حضرت نوحؑ اور حضرتِ ابراہیمؑ دونوں کو نبوت کا خلعت دیکر بھیجا اور دونوں کی اولاد میں رسالت و نبوت کا سلسلہ جاری رکھا ان پر آسمانی صحیفے اترتے رہے۔ آخر انسان دو قسموں پر بٹ گئے۔ کچھ ہدایت یاب رہے کچھ نافرمان و کج راہ ہو گئے۔ پھر بھی ہم نے یکے بعد دیگرے رسولوں کا بھیجنا جاری ہی رکھا۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم آئے۔ انہیں انجیل دی گئی اور ان پر ایمان لانے والوں کے دلوں میں شفقت و مہربانی پیدا کر دی گئی۔ مگر ان عیسائیوں نے ترکِ دنیا کر کے ہماری مقرر کردہ راہ سے ایک علیحدہ راہ نکال لی۔ اور وہ دین کے حدود شریعت پر قائم نہ رہ سکے۔ البتہ کچھ لوگ جو ان میں ایمان لائے (اور شریعت پر قائم رہے) انہیں ہم نے ان کا اجر عنایت فرمایا اور اکثر (لوگوں) نے ان میں سے دین کو بدل دیا۔

نصاریٰ کے ترکِ دنیا پر (ایک روز) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابؓ سے فرمایا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ بنی اسرائیل میں ترکِ دنیا کی یہ وبا کیوں کر پیدا ہوئی؟" عرض کیا گیا کہ "اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔" فخر دو جہاںؐ نے فرمایا "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسائیوں میں ایسے سخت گیر لوگ حکمران ہو گئے۔ جو شب و روز رنگ رلیاں مناتے مومنین انہیں منع کرتے۔ تو یہ ان کا قتل عام شروع کر دیتے اور یکے بعد دیگرے تین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ آخر مومنین جب قلیل تعداد میں رہ گئے۔ تو وہ سب باہم مشاورت کے بعد ادھر ادھر بکھر گئے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس نبی آخرالزماں صلوٰت اللہ علیہ کی بعثت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس کی آمد کا انتظار کریں۔ اب ان میں سے کچھ لوگ تو اصل شریعت پر قائم رہے اور کچھ ان میں سے ترکِ دنیا پر مائل ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سنانے کے بعد آیت مذکور تلاوت فرمائی یعنی'' ...... ثم قفينا على اثارهم برسلنا ...... وكثير منهم فسقون ٥ تک مسلمانوں میں یہ وبا صدیوں سے مسلط رہی۔ غیروں کے رسوم نے ان کا دامن کبھی نہ چھوڑا۔ وہ ادھر سے بچے تو ادھر الجھ گئے۔ عیسائیوں کی بہت سی رسمیں ہم میں سرایت کر گئیں۔ جب اس ملک میں آئے تو یہاں کے رہنے والوں کے مذہبی کاروبار نے دامن پکڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قرآنی خلعت اس خس و خاشاک سے اپنی آب و تاب کھو بیٹھا صحابہ کرامؓ میں بھی جن حضرات کو پہلے سے عیسائی راہبوں کے ساتھ واسطہ تھا۔ ترکِ دنیا کا شوق اُبھر آتا۔ مگر ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ جہاں کسی مسلمان کی ایسی حرکت کا ذکر سنا۔ اسے طلب فرمایا یا خود تشریف لے گئے اور اسے سمجھا دیا۔ مثلاً

۴۲۹۔ حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ اپنے ایک اور ہم مسلک کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے۔

''یا رسول اللہؐ! میں نے ترکِ حیوانات [1] کی نیت کر لی ہے اور میرے اس دوست نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ یہ کبھی نکاح نہ کرے گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ ''خوب! تم دونوں مجھ سے بھی زیادہ نیکی کے طلب گار ہو گئے؟ میں نہ تو ترکِ حیوانات کرتا ہوں نہ ترکِ نکاح! گوشت اور دودھ اور گھی کھانے میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح میرے گھر میں حرم بھی ہیں۔'' اس پر یہ دونوں اصحاب اپنے ارادہ سے ہٹ گئے۔

۴۳۰۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا زہد و تقویٰ مشہور ہے۔ انہوں نے صومِ وصال کا ارادہ کر لیا اور کئی روزے اس طرح رکھ بھی لیے۔ مگر یہ نہایت مہلک قسم کی عبادت

۱۔ ترکِ حیوانات یہ ہے کہ کسی جانور کے گوشت، گھی اور دودھ کا استعمال نہ کیا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو خود حضرت عبداللہؓ کے ہاں تشریف لے گئے (صومِ وصال وہ روزے ہیں کہ آپ مسلسل (بلا افطار) روزوں پہ روزے رکھتے جایئے) اور فرمایا:

''اے عبداللہؓ! یہ تم کیا کرنے لگے؟ کیا تم پر تمہارے وجود کا حق نہیں رہا! کیا تمہاری اولاد کا حق تم پر سے اٹھ گیا ہے۔ کیا تمہاری بیوی کے حقوق تم سے ختم ہوگئے ہیں؟''

حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا ''آخر میرے دل میں قوتِ ایمان ہے اور بدن میں قوت! تو کیا مضائقہ ہے اگر میں صوم وصال رکھتا جاؤں؟''

حضرت سیدالبشرؐ نے فرمایا۔ ''اے عبداللہؓ! ایک ماہ میں تین روزے کیا کچھ کم ہیں؟'' حضرت عبداللہؓ نے کہا۔ ''میں تو خود کو بہت قوی پاتا ہوں یارسول اللہؐ!''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''ایک روز صوم اور دوسرے روز افطار کرلو! بس اس سے زیادہ نہیں!'' پس اس سے ہم نے یہ سمجھا کہ نفلی روزوں میں اگر طبیعت زیادہ مائل ہے تو نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے آگے نہ بڑھے۔

۴۳۱۔ اسی طرح قبیلہ باہلہ کے ایک صحابیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ انہیں گزشتہ سال دیکھ چکے تھے۔ مگر اس مرتبہ یہ صاحب نہایت لاغر اور نحیف نظر آئے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ اچھی بھلی شکل کچھ بگڑی وہئی سی کیوں نظر آتی ہے؟''

انہوں نے عرض کیا ''یارسول اللہؐ! میں نے اس مرتبہ پورا سال مسلسل روزے رکھے ہیں!'' یہ سن کر حضرت سیدالبشر صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بہت سختی سے منع فرمایا:

۴۳۲۔ اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تین حضرات مندرجہ ذیل گفتگو فرما رہے تھے۔ جو رسول اللہؐ کے کان میں بھی پڑ گئی:

ایک نے کہا ''میں تو شب بھر نمازیں ہی پڑھتا رہوں گا۔''

دوسرے نے کہا ''میں عمر بھر کبھی روزہ قضا نہ ہونے دوں گا۔''

تیسرے نے کہا ''میں کبھی شادی نہ کروں گا۔''

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ''ارے! تم یہ کیا مشورہ کررہے ہو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میری طرف دیکھو میں تم سب سے کہیں زیادہ قربِ خداوندی کا خواہاں ہوں مگر شب میں نمازیں بھی پڑھتا ہوں اور نیند بھی لیتا ہوں۔ دنوں میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور میرے گھر میں بیویاں بھی ہیں۔''

۴۳۳۔ ایک صحابیؓ غزوہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ان کی نظر ایک ایسی غار پر پڑ گئی۔ جس کے اردگرد دو سایہ دار درخت تھے۔ اس کے قریب ہی پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا۔ غار کے منہ پر ہری ہری دھوپ کھیل رہی تھی۔ انہوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے لیے جگہ مل گئی ہے۔ اب میں بقیہ زندگی اسی غار میں بسر کرنا چاہتا ہوں۔ آپ بھی اجازت فرما دیجئے!'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں یہودیت اور نصرانیت کی تبلیغ کے لیے نہیں آیا۔ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سہل اور خوشنما دین لے کر آیا ہوں۔'' (جس میں ترکِ دنیا حرام ہے۔)

پس جس عبادت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شدت تک منع فرمایا ہو۔ وہ دیکھنے میں کتنی ہی سودمند نظر کیوں نہ آئے مگر کسی مسلمان کے لیے شایاں نہیں کہ اس کی جانب توجہ بھی کرے۔ بلکہ اصلی دین شریعت کی پابندی ہے۔ ایسے خلوصِ قلب کے ساتھ جس میں بناوٹ اور دکھلاوا نہ ہو۔ نہ کہ ترکِ دنیا میں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں بکھیر رکھی ہیں اگر ان کا استعمال معیوب ہوتا تو قدرت اپنی توجہ کیوں ضائع کرتی! ترکِ دنیا ہی اللہ کو مقبول و محبوب ہوتا۔ تو حق یہ ہے کہ نہ ہم ہوتے نہ آپ ہوتے نہ نبوت ہوتی نہ اس پر عمل کرنے والے ہوتے۔ اس فضا میں ازل سے جو سکوت و سکون و خلا تھا' وہی ہوتا' صرف وہی! لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت میں انسان کی خلقت مقدر تھی اور اس خلقت کے ساتھ شریعتوں کا قائم ہونا اسے منظورِ خاطر تھا اور اسے وہی منظورِ خاطر ہے جس میں انسان کی بھلائی ہو۔ لہٰذا اس نے حضرتِ آدم کو خلق فرمایا اور دنیا کی نعمتوں سے اسے مالا مال کر دیا۔ پھر ترکِ دنیا کرنا تو ذاتِ باری کو اپنی طرف سے بدگمان کرنا ہے۔

اہانت نفسِ انسانی

حقوق اللہ کے بعد مسلمان پر جو فرائض عائد کیے گئے ہیں۔ ان میں نفسِ انسانی کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاسداری نہایت اہم فرض ہے۔ آخر دنیا اسی کی خاطر پیدا کی گئی ہے۔ چاند اور سورج دونوں انسانی بادشاہت کے دو نقیب ہیں۔ یہ گل بوٹے جو زمین کا سینہ چیر کر نکلے ہیں' حضرتِ انسان ہی کی خاطر۔ پھر اگر کوئی شخص برات کے دولہا ہی کو قتل کر دے تو خوشی کے شادیانے نالہ وشیون سے نہ بدل جائیں گے کسی انسان کا قتل نہ سہی' ایذا و توہین ہی سہی۔ اس (انسان) کے پیدا کرنے والے (خالق) کو اس کا بھی تحمل نہیں۔ خدائی عدالت کا دستور یہ ہے کہ اگر کوئی بادشاہ کسی گداگر کا کان کاٹ ڈالے تو اس بادشاہ کا کان بھی کاٹا جائے گا۔ اگر بادشاہ غریب کی آنکھ پھوڑ دے تو بادشاہ کی آنکھ میں بھی کونچا دیا جائے گا۔

وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن ○ (۵: ۴۵)

اور ہم (اللہ) نے قانون بنا دیا کہ ہر جان کا بدلہ جان ہے۔ آنکھ کا بدلہ آنکھ' ناک کا بدلہ ناک اور کان کا بدلہ کان ہے (اس میں چھوٹے اور بڑے کی تمیز نہ ہوگی)

ہمارے حضور شاہ و گدا سب برابر ہیں۔

۴۴۴۔ سرورِ دو عالم جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک امیر عورت کے جرم کی سفارش پر فرمایا:

"یہ یہودیوں کا شیوہ ہو گیا تھا کہ اگر دولت مند جرم کرے تو اسے معمولی طور سے کہہ سن کر چھوڑ دیا جائے۔ اور اگر وہی جرم کسی غریب سے سرزد ہو جائے تو شریعت کے مطابق اسے سزا دی جائے لیکن میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ اگر فاطمہ بنتِ محمدؐ بھی چوری کر بیٹھے تو اس کا ہاتھ بھی کٹوا دوں گا۔"

یہی وہ جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہراؓ ہیں جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے فاطمہؓ! کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ پروردگارِ عالم نے جنت کی تمام بیبیوں کی تمہیں سرداری بخش دی ہے۔!"

نفسِ انسانی کا احترام قائم کرانے کے لیے اس سے واضح مثال کیا ہوگی۔ قرآن مجید پر نظر ڈالئے۔ اولاد کے والدین پر حقوق اور والدین کے اولاد پر حقوق ہیں۔ اسی طرح تمام معاشرہ میں ایک دوسرے کا احترام ہے۔ بنفسہٖ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم تھا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ کبھی دو آدمیوں کے آگے بھی نہ چلتے۔ تا کہ دوسروں میں باہمی توہین کی رسم قائم نہ ہو جائے۔ اگر قرآن کریم کے ایک جملہ پر نظر رکھئے تو آپ کے ذہن میں دوسروں کی تعظیم و تکریم کا نقشہ پوری طرح قائم ہو جائے گا۔ یعنی۔

ولا تلمزوا انفسکم... (۴۹۔۱۱) (اے مومنو) ایک دوسرے پر عیب مت لگاؤ۔

مذکورہ جملہ اس آیت کا ہے جس کے تمام الفاظ و حروف نفسِ انسانی کے احترام کا درس ہیں۔

یاایھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونو خیرا منھم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیرا منھن ولا تلمزوا انفسکم ولاتنا بزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاؤلئک ھم الظلمونo (۴۹:۱۱)	اے مومنو! مرد ہوں یا عورتیں (۱) ایک دوسرے کی ہنسی اڑانا نہ چاہیے۔ ممکن ہے وہ شخص بہتر ہوں ہنسی اڑانے والے سے (۲) نہ ایک دوسرے پر عیب لگاؤ (۳) نہ ایک دوسرے کو برے ناموں سے پکارو۔ یہ تو ایمان لانے کے بعد پھر فاسق بن جانا ہے۔ جو شخص ان برائیوں سے نہ بچے گا۔ وہ ظالموں کی ٹولی سے ہے۔ (مومن نہیں!)

نفسِ انسان کی سب سے زیادہ توہین یہ ہے کہ کسی شخص کو جان سے کھو دیا جائے۔ اس میں مومن اور کافر کا امتیاز نہیں۔ عدالت اور سزا سب کے لیے مساوی ہے جیسا کہ آیت ان النفس بالنفس (۵:۴۵) میں ذکر ہوا۔ کوئی مومن کسی کافر کے ہاتھ سے قتل ہو جائے یا کافر کو مومن قتل کر دے۔ دونوں کی سزا یکساں ہے۔

۵۳۶۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے لوگو! سات مہلک گناہوں سے بچو!'' صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ وہ کون کون سے گناہ ہیں۔ فرمایا: ''ان میں سے ایک گناہ قتل ناحق ہے۔

۴۳۷۔ قرآن مجید نازل ہونے سے پہلے غلاموں کو کتنا حقیر سمجھا جاتا تھا۔ نبی کریمؐ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا ''......جس نے اپنے غلام کو قتل کیا۔ ہم اسے قتل کریں گے۔ جس نے غلام کی ناک کاٹی ہم اس کی ناک کاٹیں گے۔''

۴۳۸۔ بعض بے رحم لوگ غلاموں کو خواجہ سرا بنا دیتے تھے اور یہ رواج عہدِ مغلیہ تک ہمارے ملک میں بھی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''......جس نے غلام کو......کیا۔ ہم اسے......کردیں گے۔''

۴۳۹۔ یہی احترام ہر انسان کے نفس کا خود اس پر بھی واجب ہے۔ یعنی انسان کو خودکشی سے روکنا۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''......جو شخص خود کو جس طریقہ سے ختم کرے گا۔ قیامت کے روز اسے دوزخ میں تو بسنا ہی ہے لیکن خودکشی کی سزا اسے مزید یہ ہوگی کہ اس نے دنیا میں میں خود کو جس ہتھیار سے ختم کیا۔ وہ ہتھیار ہمہ وقت اس کے ہاتھ میں رہے گا۔ جس سے وہ خود کو اسی طریقہ سے ہلاک کرتا رہے گا۔ خدا تعالیٰ اس کی ہلاکت کے بعد پھر اس میں جان ڈالے گا۔ وہ پھر اسی طریقہ سے خود کو ختم کرے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سدا اسے زندہ کرتا رہے گا اور یہ شخص ہر زندگی کے بعد خود کو اسی طرح ختم کرتا رہے گا۔ جس طرح اس نے دنیا میں کیا تھا۔''

فھل انتم منتھون　　　　اے لوگو! کیا تم خود کو اس سے بچاؤ گے۔

3/J-5...
B 395

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہماری دیگر کتابیں

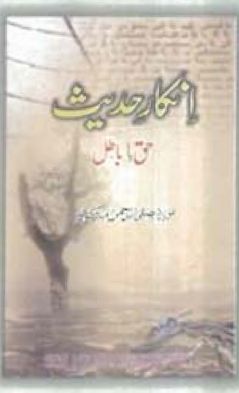

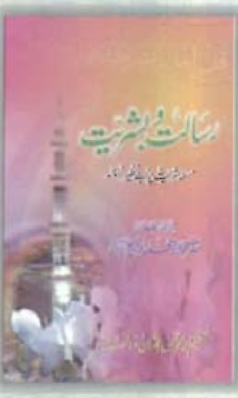

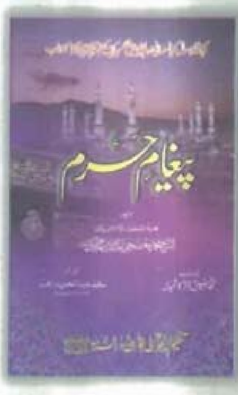

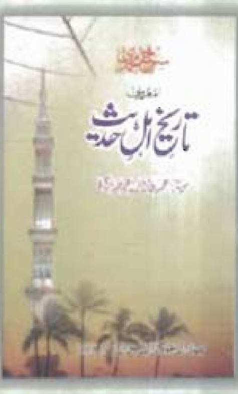

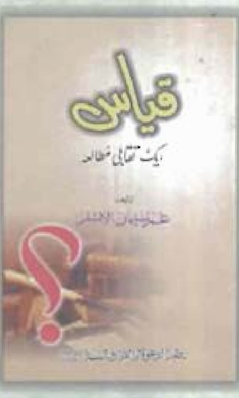

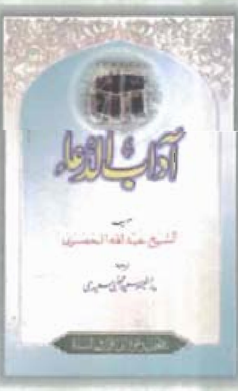

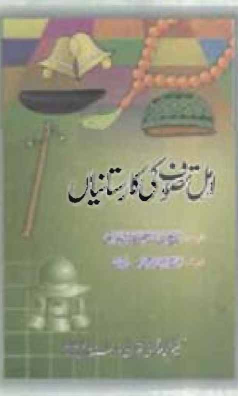

تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنۃ

۱/۳۹ مسجد الرحمٰن گوالمنڈی، راولپنڈی